سلطانِ نصیر

پروفیسر احمد رفیق اختر

(تالیف: کلثوم اسماعیل)

صباحتِ رخِ جاناں کی آرزو لے کر
گزر رہی ہے غمِ دل کی جستجو کرتے

ان مبارک ہستیوں کے نام......

جنھوں نے اُس علم کے آفتاب عالم تاب ﷺ
سے جلا پائی اور تمام عالم کے لئے رشد و ہدائت
کا سرچشمہ ہوئے، جن کے بارے میں حضور ﷺ
کا ارشاد ہے کہ "اَصحَابِکَ النجوم"......

فہرست

عنوان — صفحہ نمبر

آیئے عرض گزاریں ہم بھی 11

☆ سیرِ رسول ﷺ (چند انوکھے پہلو) (لیکچر 16 اگست 2009ء) 17

سوال و جواب

1 متابعت رسول ﷺ کیلئے عقل یا دل 50

2 خوف الٰہی 50

3 موسیٰ اور خضرؑ کا علمی تقابل 51

4 پاکستان کے سیاسی حالات میں تبدیلی 52

5 داڑھی اور سنتِ رسول ﷺ 53

6 حدیثِ عقل کی سند 54

7 اسلام ایک تبلیغی مذہب اور توہین رسالت 55

8 نماز اور عشق رسول ﷺ 58

9 دنیا کی بھلائی 60

10 پاکستان کا مستقبل 60

☆ مذہب: ماضی، حال اور مستقبل (لیکچر 15 مارچ 2009ء) 63

سوال و جواب

1	ناجائز ٹیکس اور حکومتی نظام	98
2	سیاسی حالات میں تحریک وکلاء کا کردار	100
3	انکارِ ابلیس اور کن فیکون	101
4	نواز شریف کا مستقبل	103
5	دنیا کی بیوی اور جنت کی حوریں	104
6	خدا کی پہچان کی دلیل	105
7	مزاراتِ اولیاء پر دہشت گردی	106
8	اسماء کا شخصیت پر اثر	107
9	مسلمانوں کی خدمات	109
10	وجد اور مجذوبیت	110
11	مسلمان اور سائنس دان	112
12	مرغن کھانا اور اسراف	113
13	عورت اور آبگینے	114
14	حواسِ خمسہ میں اللہ کی محبت کا ادراک	114
15	سات کا عدد	115
16	فطرت سے مفر	116
17	عشق اور عقل	117

18 اللہ کو اللہ میاں کہنا 120
19 بیویاں اور حوریں 120
20 مراتب فکر میں مصائب اور آسائشوں کا کردار 122
21 پاکستانیوں کا ذہنی کرب 127
22 سگریٹ نوشی 128
23 اللہ: حسنِ ذوق کی انتہا 131
24 عقل کی کمی بیشی 132
25 گدی نشین 134
26 ڈارون اور قرآنی نظریہ ارتقاء میں اختلاف 144
27 کلوننگ 146
28 درود شریف 147
29 شرک اور بدعت 148
30 ٹیچر کا سخت رویہ 151
31 مسلمان اور کافر کا بچہ 151
32 باجماعت نماز 152
33 دورانِ نماز گفتگو 152
☆ قرآن کا نظریہء کائنات (لیکچر 10 اکتوبر 2008ء) 155

سوال وجواب

1 مجسم خدا کا تصور 178
2 عشاء کی سترہ رکعتیں 178
3 اللہ کا اپنے قائم کردہ قوانین سے انحراف 180
4 وحدت الوجود وشہود 182
5 شیخ ابنِ عربی اور وحدت الوجود 183
6 شیطان اور انسان کا جھگڑا 187
☆ مذہب اور الحاد (لیکچر 14 اکتوبر 2009ء) 189

سوال وجواب

1 قرآن کا چیلنج اور صحیح بخاری 217
1 لادین سے دوستی 229
2 خدا اور سائنس دان 230
3 روحانی رہنما کی پہچان 236
4 اللہ کو محسوس کرنے کی حس 241
5 قیامت کے دن اللہ کا ظہور 243

ہارون الرشید

آیئے عرض گزاریں ہم بھی

کون جانتا ہے۔ کون جانتا ہے کہ آنے والا کل کیا لائے گا اور کون سا خواب متشکل ہو پائے گا۔ آدمی مگر دعا کے ہاتھ تو اٹھا سکتا ہے...... آیئے عرض گزاریں ہم بھی۔

انڈونیشیا میں کبھی کوئی فوج اتری اور نہ کبھی کوئی معرکہ برپا ہوا...... پھر وہ سب مسلمان کیسے ہو گئے؟ کوئی سمجھنا چاہے تو اسے گوجر خان جانا چاہئے اور پروفیسر احمد رفیق اختر سے ملنا چاہئے، ملتے رہنا چاہئے۔ میں بھی جاتا ہوں۔ کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں، جہاں جاتے ہوئے ایسی یکسوئی نصیب ہو اور جہاں ایسی شادمانی میسر آتی ہو۔ ہمیشہ، ہر بار۔

کوئی سجادہ نشین اور شیخ وہ نہیں۔ پوچھا: آپ اپنا تذکرہ کس طرح پسند کریں گے؟ ایک لمحہ تامل کے بغیر کہا: ایک فقیر، راہِ سلوک کا ایک مسافر۔ پروفیسر صاحب شاید تنہائی کے آرزومند ہوتے۔ خود کہتے ہیں کہ اسی لیے لاہور سے بھاگ کر آیا تھا۔ اپنے والد کی دوکان پر بیٹھا رہتا اور اپنے مالک کو یاد کیا کرتا، پھر خلقت ٹوٹ پڑی۔ ایک آدھ دن نہیں، یہ چار عشروں کا قصہ ہے۔ پندرہ برس پہلے وہ دن میں نے دیکھے ہیں، جب ہجوم ایسا بے حساب نہ ہوتا تھا۔ ایک دن مجھ سے کہا: میرے مالک نے مجھے کبھی آزمائش میں نہ ڈالا، اس کی مخلوق نے البتہ بہت۔

خدا کی مخلوق یہاں کیا ڈھونڈنے آتی ہے؟ جنرل، سیاستدان، دوکاندار،

شاعر، کسان، تاجر، دانشور اور اخبار نویس؟ آدمی کی جنّت چھین لی گئی اور آزمائش میں وہ جھونک دیا گیا۔ اپنے زخموں کی گٹھڑیاں اٹھائے وہ آتے ہیں اور سب گٹھڑیاں اس دہلیز پر چھوڑ جاتے ہیں۔ اپنی ہمیشہ کی ہموار، انس اور الفت سے بھری مگر بے ریا اور دھیمی آواز میں فقیر ان سے یہ کہتا ہے: اللہ ہی آسمان و زمین، کائنات اور حیات کا خالق ہے اور وہی آدمی کی ترجیح اوّل ہونا چاہیئے۔ محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، فقط وہی ایک نمونہ عمل اور تمام بنی نوع انسان کے سچے غم خوار۔ کوئی سوال پوچھے بغیر، وہ آدمی کا مسئلہ اسے بتاتے ہیں: بی بی! آپ سخت گیر بہت ہیں، آپ کا بچہ اس لیے باغی اور بے توازن ہوا کہ آپ کسی کی سنتی نہیں۔ بچے بے خطا ہوتے ہیں، محبت سے انہیں سکھایا جاتا ہے، پھر وہ ایک ورق اس کی طرف بڑھاتے ہیں، جس پر سرورِ کون و مکاں ﷺ کی دعائیں رقم ہیں۔ ان میں سے بعض پر انہوں نے نشان لگا دیئے ہیں۔ اپنے قلم سے وہ چند اسماءِ ربانی لکھتے ہیں۔ یا سلام، یا مومن یا اللہ، یا رحمٰن، یا رحیم یا کریم، یا ولی یا نصیر، یا ذوالجلال والاکرام، یا وہاب۔ مسافر چونک اٹھتا ہے: اس آدمی کو میرے باطن اور احوال کی خبر کیسے ہو گئی مگر بات سچی ہے اور لہجے میں شفقت اور دعا ہے، چودہ صدیاں قبل جو ابوالقاسم ﷺ کے ہونٹوں سے ادا ہو کر بابرکت ہو گئی تھی۔ چراغ سے چراغ جلتا رہا۔ کہا جاتا ہے کہ اب ان کی تعداد پانچ لاکھ سے تجاوز کر چکی۔ عمران خاں اور جنرل حمید گل سمیت خود اس طالب علم کے توسط سے ہزاروں۔ کوئی پیچیدہ سوال درپیش ہو، کوئی کرب، کوئی الجھن، کوئی مصیبت، وہاں ہر دکھ کی دوا ہے اس لیے کہ دوا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ فقیر کوئی بات نہیں کہتا، جس پر محمد ﷺ کی مہر نہیں، جس پر اللہ کی

آخری کتاب سے دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔۔۔ اور وہ کسی چیز کا دعوے دار نہیں، عظمت تو بہت دور کی بات ہے، پارسائی کا بھی نہیں۔ کسی نے پوچھا: کیا آپ مومن ہیں؟ کہا: دعویٰ باطل ہوتا ہے، مسلمان ہوں، مومن بننے کی کوشش میں لگا ہوں۔

میرے خاندان کے سبھی بزرگ تہجد گزار تھے۔ چالیس برس کی عملی زندگی میں ہزاروں اجلے آدمی دیکھے لیکن پورا مسلمان ایک ہی دیکھا۔ بے تکلف، بے ریا، سنجیدہ مگر گاہے شوخ و شنگ، تنہائی پسند مگر محفل آرا بھی، چہرے مہرے اور زیب و زینت میں یکسر ایک عامی لیکن غور کرو تو حیرت زدہ رہ جاؤ۔ "بے شک اللہ کے ولی وہ ہیں جو کبھی خوف کا شکار ہوتے ہیں اور نہ غم کا" ہر حال میں انہیں دیکھا ہے۔ غصہ، چڑچڑاپن اور رنج تو دور کی بات ہے، کبھی اداس بھی نہیں۔ حرف شکایت زبان پر آتا ہی نہیں۔ پیہم شکر گزار، پیہم شکر گزار۔ اللہ کے بندوں پر ہمیشہ مہربان۔ اس آدمی کو دیکھ کر پتہ چلا کہ ایسے ہی پیامبر ہوا کرتے تھے، جنہیں دیکھ کر انڈونیشیا والے مسلمان ہوئے...... اور جہنم سے ڈراتے مولوی صاحبان؟ بے شمار کو میں نے دیکھا اور برتا ہے...... شیخ محشر میں جو پہنچے تو اعمال ندارد۔ جس مال کے تاجر تھے وہی مال ندارد۔

فقیر جب قرآنِ کریم، سیرت اور عہد اول کی تاریخ یا عصر حاضر پہ گفتگو کرتا ہے تو ادراک ہوتا ہے کہ علم کسے کہتے ہیں۔ نور کا ایک دریا بہتا ہے کہ اول نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے، پھر قرار اور انہماک، حتیٰ کہ ادراک ہونے لگتا ہے۔ تب احساس ہوتا ہے کہ علم نہ گرجتے برستے مولوی کے پاس ہے اور نہ ٹانگوں میں دم دبائے، منمناتے سیکولر کے پاس...... درون خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا۔ چراغ رہگزر کو کیا خبر ہے؟

شب ساڑھے گیارہ بجے تھے جب فلسفہ ارتقا کے بارے میں سوال کیا، صبح کے چار بجے تھے، جب گفتگو تمام ہوئی۔ انسان اور کائنات کی تخلیق کے سارے مراحل ، مغربی سائنسدانوں کے بدلتے اور رفعت پذیر ہوتے مغالطّوں میں الٹے تصورات، قرآن کریم، احادیث اور اصحاب رسولؓ کے افکار، قدیم پیغمبروںؑ کے نظریات۔ ممکن ہے عمران خاں نے بعض کو پڑھا ہو، میرے لیے اکثر نام نئے تھے۔ بوریت کا ایک بھی لمحہ نہیں آتا۔ تب احساس ہوتا ہے کہ علم عبادت سے بڑھ کر کیوں ہے۔ یہ کیوں ارشاد ہوا کہ طالب علم کے قلم کی سیاہی، شہید کے خون سے افضل ہے۔ پیچ در پیچ زندگی اپنے اوراق کھولتی ہے اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ احد، احد پکارنے لگتا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے مجھ سے کہا* پندرہ سو برس پہلے قرآن کریم کے سوا کس نے کہا تھا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ پہاڑ منجمد ہیں؟ وہ تو روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھرتے ہیں (اور پہلے خلانورد نے ٹھیک یہی الفاظ کہے)* پندرہ صدیاں قبل کس نے کہا تھا کہ سب سیارے اپنے مدار میں گردش کرتے ہیں* کس نے کہا تھا "ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا" پھر بولے: میری کتاب کا دیباچہ لکھ دو۔ میں انکار کر دیتا، میری بساط کیا ہے مگر اس خیال سے جی خوش ہوا کہ صاحبِ عرفان سے تعلق جڑتا ہے۔ پھر کہا: آپ لکھیں گے تو کچھ برکت ہو جائے گی۔ بخدا، اگر وہ یہ کہتے کہ ایسا کرنے سے تمہارے حصے میں خیر و برکت آئے گی تو یہ بھی ایک احسان ہوتا مگر ایسی مہربانی اور اتنی عنایت؟

پروفیسر صاحب کہتے ہیں: قرآن اللہ کا Data ہے۔ اس کے وجود پر سب سے بڑی، مکمل اور حتمی گواہی۔ ہزار اوراق میں سے ایک غلطی ڈھونڈ لو، پھر تم آزاد ہو۔

اس لیے کہ ہزاروں حماقتوں کے باوجود آدمی تو آدمی ہی رہتا ہے مگر ایک چھوٹی سی غلطی کرنے کے بعد پروردگار، پروردگار نہیں رہ سکتا۔ پھر وہ کہتے ہیں، بھائی، پچاس برس پہلے، خود میں نے بھی قرآن کریم اس لیے پڑھنا شروع کیا تھا کہ کہیں کوئی غلطی نکل آئے۔ آٹھ برس غور کرتا رہا مگر وہ سچا نکلا اور مکمل طور پر سچا۔ زندگی کی سب سے بڑی اور بنیادی سچائی۔ تسلیم کے سوا اب چارہ کیا تھا؟ لیکن پھر وہ ایک بات اور کہتے ہیں: اللہ کی کتاب یہ کہتی ہے کہ وہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں جو غور و فکر کے بغیر، خود اللہ کی آیات کو مان لیں۔ تقلید نہیں، غور و فکر، قرآن کریم میں، حدیث میں، سیرت میں، تاریخ میں، عصرِ حاضر میں، آدمی میں اور عصری علوم میں۔

دیوبندی نہ بریلوی، وہابی نہ شیعہ، پروفیسر صاحب مسلمان ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں: اللہ نے میرا نام مسلمان رکھا تو میں بریلوی یا دیوبندی کیوں بنوں؟...... اور اس نے آدمی کو ایسا روشن دماغ عطا کیا تو وہ تقلید کیوں کرے؟ حق ادا نہیں ہو سکتا۔ ہزار پندرہ سو الفاظ میں، اس شخص پر لکھنے کا حق ادا نہیں ہو سکتا جو قرآن میں غوطہ زن ہو اور عصری علوم میں بھی۔ خود جس کی اپنی زندگی ایک معجزہ ہے۔ ایک چراغ کہ جس سے چراغ جلتے چلے گئے۔ ایک پوری کتاب لکھنی چاہیے مگر کیسے لکھوں۔ اذن عطا ہو تو ابتدا کروں، اللہ کو منظور ہو تو ابتدا کروں۔ کون جانتا ہے کہ آنے والا کل کیا لائے گا اور کون سا خواب متشکل ہو پائے گا۔ آدمی مگر دعا کے ہاتھ تو اٹھا سکتا ہے...... آیئے عرض گزاریں ہم بھی۔

سیرتِ رسول ﷺ (چند انوکھے پہلو)

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

یہ موضوع بہت اہم ہے۔ شانِ رسالت ﷺ کے بارے میں گفتگو کرنے کا شاید ہی کوئی اہل ہو۔ ایک وہ مقام ہے جو اللہ کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ جس کے بارے میں غالب بے بسی سے یہ کہتا ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

(اے غالب میں نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف اللہ پر چھوڑ دی ہے۔

ہم نہیں وہ ذات پاک ہی محمد ﷺ کے مرتبہ کو جانتی ہے۔)

جب ہم عقیدت و محبت کے حصار سے گزر جائیں تو جیسا ابھی آپ نے اسرار کسانہ سے "سو عظیم آدمی" کا وہ ٹائیٹل سنا جو رسول ﷺ کے بارے میں لکھا گیا تھا...... مجھے یہ یقین نہیں کہ کوئی غیر مسلم بھی ایسی بات لکھ سکتا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ جب انسانوں کا قتال ہو رہا ہوتا ہے تو اللہ اس ذہن پر یہ جبر رکھتا ہے کہ تم نے میرے ہی محبوب کو بلند و بالا رکھنا ہے اور یہ جو پروردگار عالم نے کہا: "ما من دآبة الا هو اخذ' بنا صيتها" (ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے جس کی پیشانی اس کے ہاتھ میں نہ ہو) اور جدید نفسیات آپ کو یہ بات بتاتی ہے کہ اس ماتھے کے پیچھے thinking lobe ہوتی ہے یا فیصلہ کرنے والا دماغ ہوتا ہے۔ یعنی اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ دنیا میں کوئی انسان، کوئی شے، کوئی مخلوق جس کے بارے میں میں ارادہ کر لوں کہ اس نے یہ کام کرنا ہے تو وہ ایسا کر کے رہتا ہے کیونکہ اس کا remote control میرے ہاتھ میں ہوتا ہے اور اس کے بغیر وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

ہم نے پیغمبروں کو عقیدت کے حصار میں لپیٹ لیا ہے۔ ہم ان کی طرف منہ بھی نہیں کرتے، آنکھ بھی نہیں اٹھاتے۔ ہم نے مختصراً یہ کہہ کر کہ وہ اللہ کے رسول اور نبی ہیں ان کو ایک بہت بڑی علیحدہ صف قرار دے دیا ہے مگر آپ کا کیا خیال ہے کہ اللہ ضرور ان لوگوں کو پیغمبر چنے گا، جو مراسب خیال میں کسی سے کم ہوں گے۔ اللہ ایسا نہیں کرتا۔ اس نے کتاب حکیم میں فرمایا ہے کہ میں خوب اچھی طرح دیکھ لیتا ہوں کہ علم کہاں رکھنا ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک بہت بڑی testing ground چل رہی ہوتی ہے۔ اللہ کے نزدیک بھی مدارج علم طے ہو رہے ہوتے ہیں، وہاں بھی ایک معیار تخلیق لگا ہوتا ہے اور علم و عقل اور دانش میں جو بہترین تخلیق ہو آخر اسی کو یہ منصب مل سکتا ہے اور جب وہ قرآن میں کہتا ہے: "نرفع درجت من نشآء وفوق كل ذی علم علیم" تو آپ کیسے یہ اندازہ کر سکتے ہو کہ ایک نبی کا مرتبہ علم زمانے میں کسی سے کم ہو سکتا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ موسیٰ اپنے ہم چشموں میں علم کی وجہ سے رسوا ہو جائے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے

کہ عیسیٰ ان متکبر اور مجتہد یہودیوں (Philistines) سے علمی مغالطہ پر شرمسار ہو جائیں اور پھر جس نبی کے بعد کسی نبی نے آنا ہی نہ ہو، جو سارے زمانوں کا نبی ہو، قیامت تک جس کا اختیار اور سکۂ رسالت چلتا ہو تو پھر بھلا کون سا اگلا زمانہ اور کون سا اگلا آنے والا دانشور (intellectual) اس نبی سے بڑا ہوگا، ان سے بہتر سوچتا ہوگا، ان کی فراست سے بڑی کس کی فراست ہوگی؟ اس علم و حکمت کے مقام سے بڑا کس کا مقام ہوگا؟ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ کوئی مغرب کا بہت بڑا مفکر نبی ﷺ کو چیلنج دے گا-----؟ کوئی رسل، کوئی برگساں، کوئی نٹشے، کوئی سیاست دان-----؟ یہ اس قسم کے اقرار آپ کو اس لئے ملتے ہیں کہ جب بھی دنیا میں اجتہادِ فکر کی بنیاد ہوگی، جب تک معیارِ عقل و نظر تکتے رہیں گے محمد رسول اللہ ﷺ کی خاکِ پا تک بھی کوئی ذہانت نہیں پہنچ سکے گی۔ میں آپ کو اس کی ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں-----حیران ہوں کہ آپ کو مثال دوں یا کیا کروں-----؟ جب تک آپ بہت پڑھے لکھے نہ ہوں آپ وہ مثال نہیں سمجھ سکتے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک آپ بہت پڑھے لکھے نہ ہوں، جب تک علمِ ہیئت کے مدارجِ اعلیٰ پر آپ کا دماغ فائز نہ ہو اس وقت تک شاید آپ بھی نہ سمجھ سکو-----cosmology کا ایک رائج الوقت چھوٹا سا مفکر کہتا ہے کہ ایک بات پر ہم سب شاید متفق ہیں کہ Big Bang کے فوراً بعد جبکہ ابھی کائنات نہیں بنی تھی، ابھی ستارے وجود میں نہیں آئے تھے، ابھی سیاروں کا نام و نشان بھی نہیں تھا، ابھی زمین و آسمان میں عظیم الشان کہکشاؤں (galaxies) نے کوئی رنگ نہ پکڑا تھا، ابھی سورج تخلیق نہ ہوا تھا۔ زمین معرضِ وجود میں تھی مگر ابھی آباد نہ ہوئی تھی تو اس سے بہت پہلے جب یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کائنات میں صرف بادل تھے، بہت بڑے بڑے بادل-----اتنے بڑے بڑے بادل کہ ان میں سوائے مختلف گیسوں کے غبار اور radiations کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ وہ بادل کتنے بڑے ہوں گے جن سے یہ ساری کائنات وجود میں آئی-----پھر وہ بادل بکھرے، ان کے ٹکڑے جمے، جم کر ٹھنڈے ہوئے، ٹھنڈے ہونے کے بعد بڑی بڑی کہکشائیں وجود میں آئیں، ستارے وجود میں آئے، زمین وجود میں آئی، آسمانِ زمین

وجود میں آیا۔ یہ سب سائنس دانوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔ حضرتِ ابورزین عقیلیؓ نے حضورِ گرامی مرتبت سے ایک سوال کیا: ہمارا رب تخلیق کائنات سے پہلے کیا کر رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کان فی عمآءٍ ما تحته هوآء کما فوقه هوآء" (وہ بادلوں میں تھا۔ اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور اس کے نیچے بھی ہوا تھی) آپ یہ بات نظرانداز نہ کیجئے گا کہ تین ہزار سال کی عقلی اور ذہنی جدوجہد کے بعد، بہترین لیبارٹریوں کے بعد، ہبل کے بعد جملہ سائنس دان صرف اس بات پر agree کر رہے ہیں کہ Big Bang کے فوراً بعد بڑے بڑے بادل تھے اور کچھ نہ تھا اور پندرہ سو برس پہلے جب رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کائنات بنانے سے پہلے ربّ العزت کیا کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بادلوں میں تھا۔ یہ اتفاق تو نہیں ہوسکتا۔ لگتا یہ ہے کہ فکرِ انسان ایک چیز کو دریافت کر رہی تھی اور ایک شاہدِ تخلیق کائنات تھا۔ ایک وہ تھا جسے اللہ نے اپنے حضور سے تعلیم دی تھی کہ جب کچھ بھی نہیں تھا تو میں یہ کر رہا تھا اور پندرہ سو برس پہلے اعلیٰ ترین جدتِ علم اور تحقیق بالآخر اسی نقطے کو explain کر رہی تھی کہ کائنات سے پہلے صرف بادلوں کا اجتماعِ عظیم تھا۔

یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے متبعین ہو کر ہم اپنے پیغمبر کے اعلیٰ ترین ظرفِ عقل سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ ہم محبت و عقیدت کی چند نظموں اور نعتوں کے بعد ان کو اپنی زندگی سے خارج کر دیتے ہیں۔ ہمیں کبھی خیال نہیں آیا کہ ہم جو کتابوں میں مختلف زریں اقوال پڑھتے ہیں کیوں نہ تھوڑی سی کوشش کر کے کسی حدیث کی کتاب سے کوئی ایسا قول پڑھیں جو رسول اکرم ﷺ کی زبانِ مبارک سے ارشاد ہوا ہو۔ کیوں نہ ہم اس نقطۂ علم سے آگہی پائیں اور کیوں نہ ہم اپنی ہدایت کیلئے اپنے آقا و رسول ﷺ کے نقشِ پا پر چلیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم اپنے پیغمبر کے بارے میں متضاد اور مجموعی طور پر ان کی صفاتِ عالیہ کے بارے میں شبہات کی گفتگو کرتے ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ جو تعلیم وہ مبارک ہستی ہمیں دے گئے ہیں، جو اعلیٰ ترین علمی استدلال وہ ہمیں دے گئے ہیں اس کے بجائے ہم صرف تعریف و توصیف پر اپنا کام نکالیں۔

بڑی مشہور بات ہے کہ جگہ جگہ گلی کوچہ میں مشہور ہے کہ خدا کو بے دلیل مانو۔ آپ کو معلوم ہے نا کہ جب خدا کو بے دلیل ماننے کی بات کی جائے تو لوگ بڑی دور سے دلیل لاتے ہیں ۔ بے دلیل ماننے کیلئے بھی لوگ بڑی دور سے دلیل لاتے ہیں۔ کسی مسجد میں چلے جاؤ، کسی حجرۂ کریم میں چلے جاؤ لوگ ایک بات کہتے ہیں کہ اللہ میاں کے بارے میں گفتگو نہیں ہو سکتی کیونکہ پہلے "رازی" یہ کر بیٹھا ہے۔ امام فخر الدین رازی کی مثال دی جاتی ہے کہ انہوں نے اللہ پر سو دلائل اکٹھے کئے تھے اور پھر بھی شبے میں تھے۔ جب موت آئی تو شیطان نے کہا کہ اب کدھر گئیں تیری دلیلیں...... ابھی تک تو اپنے آپ کو convince نہیں کر پایا پھر تصور میں ان کے مرشد کریم ان کے قریب آئے اور کہا: "اے رازی کیا حماقت کر رہا ہے کہ خدا پر دلیل لا رہا ہے۔ تم شیطان سے کہو کہ میں نے اللہ کو بے دلیل مانا۔ اس کے بعد تیری جان آسانی سے نکلے گی"۔ رازی نے ایسا ہی کیا اور سنا ہے کہ آرام سے مر گیا۔ آپ کو ان باتوں میں تو بڑی سچائی لگتی ہے مگر آپ کو قرآن کی بات سچی نہیں لگتی۔ قرآن کہہ رہا ہے:- "ان الشر الدوآب عند الله الصم البکم اللذین لا یعقلون" (بدترین جانور میرے نزدیک وہ ہے جو علم و عقل سے کام نہیں لیتا، فہم و ادراک سے کام نہیں لیتا، سوچتا نہیں ہے، اندھوں اور بہروں کی طرح میری آیات پر گرتا ہے اور تقلید کے سوا اس کے خیال میں اور کچھ نہیں ہوتا۔) پھر وہ کہتا ہے:- "لیھلک من ھلک عن بینة" (جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا) "ویحیٰ من حی عن بینة" (جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا) بھلا اس بیچارے رازی کو کیا نہیں پتا تھا کہ اللہ دلیل سے ہی ملتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ پھر بھی شبہ میں رہو اس لئے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ضرور سناؤں گا اور دیکھوں گا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ بھی ہمیں ہر بات بے عقلی اور بے دلیلی سے کرنے کو کہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا تو فرمایا: "کھڑی ہو۔ وہ کھڑی ہو گئی۔ (عقل ہی وہ واحد ایسی چیز ہے جو اللہ کی تابعدار ہوتی ہے۔ ہمارا جبلی وجود تو اس کا تابعدار نہیں ہوتا۔ ہمارے اندر بیٹھا ہوا ہمارا جبلی وجود اللہ کا قائل نہیں ہوتا۔ یہ تو

عقل ہے جو اللہ کی قائل ہوتی ہے۔ جب عقل کو اپنے سامنے حسنِ پروردگار نظر آیا ہوگا تو اس عاشقِ بیچارہ نے جو حکم سنا تھا اس پر عمل کرتا تھا) اللہ نے کہا کہ اے عقل کھڑی ہو جا۔ عقل کھڑی ہو گئی۔ اللہ نے کہا کہ گھوم، وہ گھوم گئی۔ اللہ نے پھر کہا پھر میرے سامنے منہ کر۔ اس نے منہ سامنے کیا۔ اللہ نے کہا کہ بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گئی اور اس نے اپنا مقام پکڑا۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ میں نے کوئی مخلوق بھی تجھ سے بہتر، افضل اور خوبصورت پیدا نہیں کی۔" اس حدیث سے دو باتیں صاف ظاہر ہوتی ہیں کہ عقل مخلوق ہے، soft ware ہے۔ یہ بڑا special soft ware تھا جسے اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ تھوڑا سا ملائکہ کو بھی یہ دیا۔ اس میں artificial intelligence نہاں تھی۔ اس میں اعمال و برکات اور سوچنے کی صلاحیت موجود تھی۔ جب وہ اسے بنا بیٹھا تو اس نے کہا کہ میں نے تجھ سے زیادہ بہتر، خوبصورت اور افضل کوئی مخلوق پیدا نہیں کی۔ میں تیرے سبب لوں گا۔ جو بندوں سے وصول کروں گا وہ تیرے سبب وصول کروں گا، تجھے معیار بنا کر وصول کروں گا۔ میں یہ دیکھوں گا کہ لوگوں نے کتنی عقل استعمال کی ہے اور کتنی نہیں کی۔ انہوں نے عقل سے کتنا سوچا ہے اور کتنا نہیں۔ اپنے معاملات میں انہوں نے کتنا تجھے استعمال کیا اور کتنا نہیں۔ میں تیرے سبب لوں گا اور تیرے سبب ہی دوں گا۔ میں جو اپنی عنایات کروں گا۔ میں جو اپنے فضل و کرم سے افراد اور قوموں کو نوازوں گا تو تیری وجہ سے نوازوں گا۔ میں یہ دیکھنا چاہوں گا کہ میں نے جو سب سے نرالی چیز پیدا کی اور حضرتِ انسان کو بطورِ امانت دی اسے لوگوں نے کیسا استعمال کیا ہے۔ میں تیرے سبب دوں گا، تیرے طفیل لوں گا۔ جیسے لوگوں نے تجھے استعمال کیا میں ویسے ہی لوں گا۔ میں تیرے سبب پہچانا جاؤں گا۔ عبادات کے عوض نہیں، روزوں کے عوض نہیں بلکہ اے عقل میں تیری وجہ سے پہچانا جاؤں گا۔ "کنت کنزاً مخفیاً ......" (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو پھر میں نے تعارف کیلئے مخلوق پیدا کی) شناسائی پیدا کی اور اس آلۂ شناسائی کو میں نے عقل کہا اس لیے اے عقل میں تجھ سے ہی پہچانا جاؤں گا۔ ایک جاہل اور ایک عالم کی تعریف میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ ایک بڑا اچھا شعر اگر آپ کسی بد ذوق کے

سامنے سناؤ تو وہ تو گانے کا چارہ نکلے گا مگر جو با ذوق ہے، جو حسنِ ذوق رکھتا ہے، جو حسنِ ادب کی فراست رکھتا ہے وہی اس شعر کو appriciate کرے گا۔ خداوند کریم اپنی appriciation جہالت سے نہیں مانگ رہا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے عقل میں تجھ سے پہچانا جاؤں گا۔ تیرے سبب ناراض ہوں گا، جب تو میری ذات، میری کیفیات کو بیان نہ کر سکے گی، مجھے پہچان نہ سکے گی، جب تُو میرے بارے میں شبہ کرے گی، میری ذات کو مشکوک کرے گی تو میں تیری وجہ سے ناراض ہوں گا۔ تیرے سبب سے انسانوں کو ثواب ہوگا اور یہ یاد رکھنا اے عقل! کہ اگر تو نے اپنا کام نہ کیا تو تیری وجہ سے تجھ پر عذاب ہوگا۔ خواتین و حضرات! کیا اس کے بعد کوئی گنجائش رہ جاتی ہے اس faith کی یا اس اعتبار کی جو سکۂ رائج الوقت ہے۔ وہ Blind faith جس کے چرچے ہر گھر میں ہیں۔ وہ بے دلیل ماننا جس کی کہانیاں اور دلائل آپ فخر الدین رازی سے نکالتے ہو یا اس قسم کے کسی اور فلاسفر سے نکالتے ہو۔ یہ عجزِ عقل اللہ کو منظور نہیں ہے اس لئے کوشش کریں کہ اگر عقل سیکھنی ہو تو عقل کوئی دور نہیں ہے۔ یہ آپ کے دل میں ہے، آپ کے دماغ میں ہے اور سب سے زیادہ علم و عقل کی اگر کوئی معرفت رکھتا ہے تو وہ آپ کے سرکار، ہمارے رسول ﷺ ہیں۔ ان سے دوری علم و عقل و اعتدال سے دوری ہے اور ان کا قرب علم و عقل و اعتدال ہے اور یہی علم کی معراج ہے۔

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ میں نے ایک شخص سے نہیں ملنا تھا۔ آپ یقین جانیئے کہ میرا اس سے ملنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ آخر انسان اتنا تو choice رکھتا ہی ہے کہ کسی سے ملے اور کسی سے نہ ملے۔ دو چار اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ میں نے کوشش کی کہ یہ دروازے سے ادھر اُدھر ہو جائیں۔ میں یہ سوچ کر کہ شاید وہ چلے گئے ہوں باہر نکلا تو وہ بالکل دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ مجھے دل میں بڑا صدمہ ہوا تو آپ یقین جانیئے کہ اس وقت مجھے ایک حدیث رسول ﷺ بہت یاد آئی۔ رسول ﷺ نے فرمایا کہ "جب کسی کے گھر جاؤ تو تین مرتبہ دستک دو اور دروازے کے سامنے مت کھڑے ہو" ...... مجھے پہلی دفعہ یہ نفسیاتی (psychological

(فقط مجھ میں آیا کہ اگر وہ دروازے کے سامنے کھڑے ہوں گے اور آپ بھی سامنے ہوں گے تو پھر مفر ہے ہی نہیں۔ وہاں تو پھر آپ بچ ہی نہیں سکتے ہو۔ آپ بھی سامنے، وہ بھی سامنے۔ چاہو، نہ چاہو، چار و ناچار آپ کو اس سے ملنا ہی پڑے گا۔ یہ جو اللہ کے رسول ﷺ نے دروازے سے ایک طرف بتایا کہ ایک طرف ہو کر اس کو آواز دو تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اگلے کو یہ choice دو شاید وہ آپ سے ملنا نہ چاہتا ہو، شاید اس کی شرم رہ جائے اور اگر آپ آمنے سامنے آ گئے تو دونوں شرمندہ ہو جاؤ گے۔ اس حدیث پر ایک صحابی رسول ﷺ نے جو remark دیا میں اس کو بڑا appriciate کرتا ہوں۔ ایک صحابی نے کہا: "میں ساری زندگی لوگوں کے گھروں پر جاتا رہا اور تین دفعہ دستک دے کر انتظار کرتا رہا کہ مجھے جواب نہ آئے اور میں اسی طرح گھر واپس آ جاؤں کم از کم مجھے سنتِ رسول ﷺ پر عمل کرنے کا موقع تو ملے۔" یہ جو بہت سے تبلیغ والے آتے ہیں یہ شاید اسی طرح واپس چلے جاتے ہوں گے۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ وہ نازک ترین مقامات سے بھی لوگوں کو کھینچ کر باہر لے آتے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ کے بارے میں رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ باقی انبیاء کو سات مگر مجھے چودہ مشیر و دوست دیئے گئے ہیں جن میں سے ایک ابوذرؓ بھی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے ابوذرؓ تدبیر جیسی کوئی عقل نہیں ہے۔" یعنی جو انسان سوچتا ہے، کرتا ہے، پڑھتا ہے اور اس بنا پر وہ جو اپنا اندازہ قائم کرتا ہے...... دیکھئے ایک طرف آپ کا مذہب رائج ہے جو تمام دنیا کے علوم کو دنیا کے علوم قرار دیتا ہے۔ بھئی کون سا دنیا کا علم......؟ مجھے بتایئے کون سا دنیا کا علم؟ کیا کسی انسان کی فلاح و بہبود کیلئے بجلی بنا لینا اور فیول بنا لینے میں کوئی زیادہ فرق آ گیا ہے؟ اگر اس وقت گھر گھر چکیاں لگی ہوتیں تو آج آپ مہاجرین سوات کو کچھ نہ دے سکتے۔ ظاہر ہے کہ technology کی ایک چھوٹی سی limit بڑھ کر بہت بڑی ہو جائے تو اس سے یہ مراد تو نہیں ہوتا کہ انسان کا وہ کام مذہبی نہیں رہا۔ نسلِ انسان کی فلاح و بہبود و بقا کیلئے اگر سائنس نے کوئی کام کئے ہیں اور آپ کے اور ہمارے کام آ رہے ہیں تو ہم ان کو غیر مذہبی کام نہیں کہہ سکتے۔ یا تو

مذہب نے تمام تر دنیا کو جھوٹ کہا ہو فراڈ کہا ہو۔۔۔۔۔ اللہ نے دنیا کو ایسا نہیں کہا، آزمائش ضرور کہا ہے مگر جھوٹ نہیں کہا۔ "وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلاً"(27:38)(اور ہم نے زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔) اس کو اللہ نے جھوٹ نہیں کہا۔ آپ جنگل میں چلے جاؤ، تبت کے لاماؤں کی طرح پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جاؤ۔۔۔۔۔ جہاں test نہیں ہے وہاں result نہیں ہے چاہے آپ ہزار برس بھی کسی جنگل میں اکیلے جا کر بیٹھے رہو۔ جہاں آپ کا کوئی معیار ہی نہیں، کوئی امتحان ہی نہیں وہاں آپ کا نتیجہ کیا نکلنا ہے۔ نتیجہ تب نکلے گا جب آپ مخلوق میں آؤ گے، اس میں بیٹھو گے۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔

پچاس برس کی برج عجمی کی ریاضت کے بعد سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کو کہا گیا کہ اے میرے بندے اب مخلوق میں جا۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا کہ میں تو نہیں جانے کا۔۔۔۔۔ وہ صاف مکر گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر خبر آئی کہ اے عبدالقادر مخلوق میں جا۔۔۔۔۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں جانے کا۔۔۔۔۔ پھر بیٹھ رہے۔ کچھ عرصے کے بعد اللہ نے پھر کہا کہ اے عبدالقادر ہم چاہتے ہیں کہ آپ مخلوق میں رہو۔ اب اُن کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا۔ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر تیسری بار کوئی چیز سامنے آ جائے تو اسے اللہ کی طرف سے سمجھنا۔ اب چونکہ یہ تیسری بار تھا اس لئے سمجھ گئے کہ مفر نہیں ہے، جانا ہی پڑے گا۔۔۔۔۔ عبدالقادر جیلانیؒ نے کہا کہ اے پروردگار مجھ پر ایک مہربانی کرو، مجھ سے ایک وعدہ فرما دو تو میں مخلوق میں چلا جاؤں گا۔ اللہ نے پوچھا: "اے عبدالقادر تُو کیا چاہتا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "اے اللہ مجھے مخلوق سے آزمانا نہیں"۔۔۔۔۔ اللہ نے کہا: "جا! ہم نے تجھے ہر مخلوق کی آزمائش سے بے نیاز کیا"۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ جب آپ ان کی بڑی بڑی باتیں اور بڑے بڑے کارنامے سنتے ہو تو وہ پہلے سے یہ عہد لے کر آئے تھے اس لئے ذرا محفوظ تھے۔ ہم اور آپ وہ دعوے نہیں کر سکتے۔ ذرا ہوش سے رہنا۔۔۔۔۔!

بعض باتیں بہت natural ہوتی ہیں اور آپ کے رسول ﷺ کی اتنی گہری نظر ہے کہ وہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں آپ کیلئے اصول متعین کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ

روائت کرتے ہیں، رسول ﷺ نے فرمایا: "خرچ میں میانہ روی نصفِ معیشت ہے"۔ آپ بھی بجٹ بناتے ہو۔ سب بناتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ نے یہ کوئی نیا اصولِ بجٹ دیا ہے۔ یہ کیا کہ آپ نے ساری عمر کنجوسی کی مگر شو شا پر لاکھوں روپے لگا دیئے۔ شادیوں پر اندھوں کی طرح بہا دیئے۔ آدھی economy اس وقت ٹھیک ہو جاتی ہے جب آپ خرچ میں اعتدال برتتے ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں سے محبت کرنا نصفِ عقل ہے"...... مگر ہم تو صبح و شام لوگوں کی غیبت پر ہوتے ہیں۔ ہم نے محبت خاک کرنی ہے۔ ایک انگریزی کتاب میں ایک کہانی تھی: "A House on Fire" اس کے مصنف نے اس میں لکھا: میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسی طرح مکانوں کو آگ لگی رہے اور میں یہ تماشا دیکھتا رہوں۔ اس کو ان لوگوں پر ترس نہیں آ رہا تھا جو مر رہے تھے۔ وہ لکھتا ہے کہ جب میں نے وہ آگ میں جلتا ہوا مکان دیکھا اور چیختے چلاتے لوگ دیکھے تو بجائے اس کے کہ میرے دل میں کوئی رحم آتا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ یہ تماشا لگا رہے اور میں اسے دیکھتا رہوں۔ خواتین و حضرات! تماشا نہیں دیکھنا چاہیئے۔ جب آپ بندگانِ خدا سے محبت رکھتے ہو تو آپ میں آدھی عقل آ جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے علم کا ایک اصول یہ بتایا کہ اچھا سوال کرنا نصفِ علم ہے۔ یہ حدیث خصوصاً طالب علموں اور دانشوروں کیلئے ہے کہ اگر آپ نے confuse نہیں رہنا تو سب سے پہلے سوال کرنے والے کو اپنا سوال سمیٹنا چاہیئے۔ اس کو پتہ ہونا چاہیئے کہ میں کیا جاننا چاہتا ہوں۔ اگر آپ پورا ایک بالشت بھر کا سوال نکال کے لاؤ اور آخر میں یہ بھی پتہ نہ چلے کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہو اور کیا نہیں پوچھنا چاہتے تو اس سے علم نہیں بڑھے گا۔ کوشش کرو کہ اچھا سوال کرو اور سوچ سمجھ کر کرو جس کے جواب میں جو کچھ آپ کو ملے گا وہ آپ کے علم کی افزائش اور بہتری کا سبب ہوگا۔ یہ نصفِ علم ہے۔ ایسے اصول میں نے کسی اور سے نہیں پڑھے یہ تمام اچھی باتیں میرے آقا و رسول ﷺ نے بتائی ہیں۔ جب آپ موازنہ کرو گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ پچاس ساٹھ سال بعد تو ایک بدترین شاعر بھی کوئی اچھا شعر کہہ لیتا ہے۔ یہ میں آپ کو حقیقت بتا رہا ہوں۔ میں نے ایک شاعر کی ایک کتاب پڑھی ادھر اُدھر بوریت سے

پڑھتا رہا، دیکھتا رہا مگر مجھے کوئی شعر پسند نہیں آیا۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ اس شاعر سے یہ کہوں کہ یا راللہ کا واسطہ اب لکھنا چھوڑ دے مگر اچانک مجھے اس میں سے ایک شعر نظر آ گیا۔ میں نے سوچا کہ یہ کہاں سے نکل آیا ہے۔ یہ انہوں نے کیسے لکھ لیا۔۔۔۔۔ جب میر جرأت نے یہ شعر لکھا:

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

نقادوں نے اس شعر پر کہا کہ ایک اچھا شعر وہ ہوتا ہے جس کا کوئی لفظ کوئی بدل نہ سکے۔ اچھی بات وہ ہوتی ہے جس کو کوئی بندہ بدل نہ سکے۔ Ernest Hemingway نے ناول لکھا: "The old man and the sea" اس کو نوبل انعام ملا۔ اس کے بارے میں جملہ نقادوں نے یہ تعریف کی کہ یہ اتنی چھوٹی سی کتاب ہے مگر اس کا ایک لفظ بھی ہم نہیں بدل سکتے۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ میں نے جب وہ شاعری کی پوری کتاب پڑھ لی تو میں نے سوچا کہ یہ شعر کہاں سے اس میں نکل آیا۔ وہ شعر یہ تھا:

وہ بے نقاب چمن سے گزر گیا ہو گا
ہر ایک پھول کا چہرہ اتر گیا ہو گا

میں نے بڑی کوشش کی کہ اس میں سے کوئی لفظ بدل کے دیکھوں تو شاید شعر بدل جائے مگر ایسا نہ ہو سکا۔ یہ تو ہوتا ہے کہ بہت ساری فضول کوششوں کے بعد آپ کسی نہ کسی ایک آدھ بہتر چیز کو نکال ہی لیتے ہو۔ کوئی نہ کوئی بہتر چیز بن ہی جاتی ہے مگر ایسا تو بہت کم دیکھا گیا کہ جو زبانِ مبارک ﷺ سے نکلے وہ "جوامع الکلم" ہو۔ جو بھی قولِ زریں آپ ﷺ کی زبان مبارک سے انسانوں کی فلاح و بہبود کیلئے نکلا وہ مینارہ نور ہو گیا۔ حضور ﷺ دعا مانگتے تھے: "یا اللہ میری نظر میں نور دے، میری زبان میں نور دے، میرے کان میں نور دے، میری سماعت میں نور دے، میرے دائیں نور دے، میرے بائیں نور دے، میرے آگے نور دے، میرے پیچھے نور دے، اے اللہ میرے نور کو زیادہ کر دے"۔ حقیقت یہ ہے کہ آج بھی تمام تر نور ہمیں ان کے کلام میں نظر آتا

ہے۔ آج بھی ایک ایک جملے میں ایسی ضوفشانی ہے کہ کوئی سخت دل ہی انکارِ نبوت کر سکتا ہے اور اگرچہ یہ ساری چیزیں ان پر بھی روشن ہیں جو رسول اللہ ﷺ کو نہیں مانتے مگر ان کا دل آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف نہ کرنے سے ڈرتا ہے اسی لئے وہ کسی نہ کسی کتاب میں چاہے وہ ڈاکٹر کیرن آرمسٹرانگ ہو یا وہ کارلائل ہو جس نے Heroes میں اپنے پیغمبر کو چھوڑ کر محمد رسول اللہ ﷺ کو ہیرو چنا، یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ اعتراف ان کی بنیادی عقل سے نکلتا ہے۔ جانے والا جانتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی افضل البشر ہیں۔

جہاں زندگی میں بہت سے بحران آتے ہیں اور کئی باتوں سے انسان خوفزدہ بھی ہوتا ہے وہاں میں آپ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی زبان سے ایک خوشخبری بھی سنا دوں۔ حضرت ابو موسیٰ ؓ سے روایت ہے کہ ”میری امت رحم فرمائی گئی امت ہے۔“ یہ رحمت انہی کے سبب سے ہے۔ یہ ہمارے کسی عمل کے سبب نہیں ہے۔ ہماری حرکات تو آپ کو پتہ ہی ہیں۔ ہم نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اپنے پیغمبر کے دائرہء رحمت سے نکل جائیں مگر ان کا دائرہء رحمت بڑا وسیع ہے۔ ہم نے ہر ممکن اور ہر فاسقانہ کوشش کی ہے، ہر فاجرانہ جرأت کی ہے۔ اس کے باوجود ان کے دائرہء رحمت میں کمی نہیں آئی۔ ہم پر ان کا سایہء کرم موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت رحم فرمائی گئی امت ہے“۔ باقی قوموں پر رحم نہیں ہوا بلکہ مسخ ہوا، وہ خنازیر بنائے گئے، زمین سے نیست و نابود ہو گئے۔ بڑے کنویں اجڑے، بڑی بستیاں الٹی پڑی ہیں۔ موہنجوداڑو ہو، ہڑپہ ہو، عاد و ثمود ہوں، بڑی بستیاں ایسی ہیں جو اب بھی خدا کے قہر کی نذر ہوئی نظر آتی ہیں مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری امت رحم فرمائی گئی امت ہے اسے آخرت میں عذاب نہیں ہوگا“۔ یہ ابی داؤد کی صحاح ستہ میں تیسرے درجے کی ایک بڑی حدیث سمجھی جاتی ہے۔ بخاری اور مسلم کے بعد سب سے معتبر ابی داؤد کی حدیث مانی جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی امت کو آخرت میں عذاب نہیں ہوگا۔ یہ ہے کہ چلتے چلتے جہنم کا نظارہ تو کروایا جائے گا...... اور اسی میں بہت سے لوگ سزا پا جائیں گے۔ ویسے بھی ہم کافی کم دل ہو چکے ہیں۔ خوف سے مرے جاتے ہیں۔ ڈرون کا خوف...... امریکہ کا

خوف ----- تو رابورا کا خوف ----- میرا خیال ہے کہ اللہ میاں ہمیں صرف جہنم کا خوف دکھائے گا اور ہم سزا پا جائیں گے کیونکہ اب ہم practical نہیں بلکہ اعصابی خوف سے مر رہے ہیں۔

اب جو میں آپ سے حدیث بیان کرنے والا ہوں یہ ہے تو بہت بڑی خوش خبری مگر آپ کو سوچنا پڑے گا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ یہ بہت بڑی حدیث ہے۔ یقین کرو کہ اس حدیث کو پڑھ کر سینہ باغ باغ ہو جاتا ہے۔ آدمی اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔ جنت اور جہنم سرے سے تصور سے نکل جاتے ہیں مگر اس حدیث پر تھوڑا غور ضرور کرنا۔ یہ حدیث کسی عام صحابی سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روائت کردہ ہے۔ ابن ماجہ اور صحیحین میں یہ حدیث موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی بندہ مومن ایسا نہیں ہے جس کی آنکھوں سے اللہ کے ڈر کے باعث آنسو نکلے خواہ وہ مکھی کے سر کے برابر ہو اور ڈھل کر اس کے گالوں تک آ جائے مگر اللہ اسے آگ پر حرام کر دیتا ہے“ یہ رسول اللہ ﷺ نے بہت photogenic مثال دی ہے۔ اگر آپ غور کرو تو ایسا کوئی بندہ نہیں ہوگا کہ جس کی آنکھ سے ایک اتنا آنسو نکلے جتنا مکھی کا سر ہو اور نکل کر اس کے گالوں تک آ جائے اور اس کے چہرے کی سطح پر بہہ جائے۔ گھر جا کر یہ سوچئے گا کہ کبھی کوئی ایسا آنسو اللہ کیلئے نکلا تھا جو ضروریات و حادثات کے تحت نہیں صرف خدا کی محبت کے تحت آپ کی آنکھ سے نکلا ہو اور آپ کے گالوں تک بہہ گیا ہو تو آپ یقین کریں کہ آپ کو دوزخ کی کوئی فکر نہیں ہونا چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لوگ ان سو اونٹوں کی طرح ہیں جن میں ایک بھی سواری کے قابل نہیں ہے“۔ یعنی اللہ کے نزدیک لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ یہ جو لوگ بڑے بڑے زاہد بنتے ہیں، پھٹے کپڑے، چہرے بگاڑے ہوئے، بڑے بڑے دعوے دار، ہم یہ کرتے ہیں، ہم وہ کرتے ہیں، آپ ان سے دھوکہ نہ کھانا، آپ کے رسول ﷺ معیار مقرر کر گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”زہد جھوٹا موٹا کھانے، میلے کپڑے پہننے اور اپنے آپ کو بخل کی زد میں رکھنے میں نہیں ہے۔ زہد یہ ہے کہ اپنی امید کو مختصر رکھو۔ لمبے خواب نہ پالو“۔ حضورِ گرامی مرتبت نے تین لائنیں کھینچیں۔ ایک لائن لمبی، دوسری اس کے قریب اور تیسری اس کے ساتھ اور فرمایا کہ

"جو لکیر ادھر ہے وہ انسان ہے اور لمبی لائن اس کی امید کی ہے اور بیچ کی لکیر اس کی موت ہے۔ اس سے پیشتر کہ انسان اپنی امید تک پہنچے موت اسے آلیتی ہے"۔ امید کی طوالت عقل کے ضائع کرنے کے برابر ہے۔ میں اکثر دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بچہ لے کر آتا ہے کہ میں اسے ڈاکٹر بناؤں گا۔ ابھی وہ پانچویں کلاس میں بھی نہیں پہنچا مگر باپ کی خواہشات دیکھو کہ وہ اس کا اچھے سے اچھا سکول چنتا ہے، پھر کہتا ہے کہ میں اسے لندن بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں: "او یار! ابھی تو یہ پانچویں میں پڑھتا ہے اور تمہارے خواب و خیال اتنی دور تک جا رہے ہیں۔ اس کا چھٹی میں چڑھنا بھی ابھی مشکوک ہے اور تم اسے انگلینڈ بھیج کر وہاں اس کی گوری سے شادی کروا کر اسے واپس بھی لے آئے ہو"...... یہ طولِ عمل ہے۔ ہم اپنی خواہشات desires اور خواب اتنے لمبے نہیں بُن سکتے۔ اس طرح ہماری آنکھیں بے عمل ہو جاتی ہیں۔ ہم خواب بنتے بنتے عمل سے گزر جاتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی اس حدیث کے مطابق اگر تم اچھے ہو تو زہد اور عبادت اور اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی امید کو مختصر رکھو۔ اتنی لمبی امیدیں مت باندھا کرو۔

میں بھی یہ احادیث آپ کے ساتھ ہی پڑھ رہا ہوں۔ مجھے بھی ان سے وہی سبق حاصل ہو رہا ہے جو میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ سیکھیں۔ اگرچہ یہ مسجد نہیں ہے مگر یہاں آپ زیادہ آسانی سے پڑھ اور سیکھ سکتے ہیں۔ مسجدوں میں ملا کا خوف ہی نہیں چھوٹتا تو پڑھیں گے کیا...... اب وہ معیار دیکھئے گا کہ اللہ کے نزدیک احادیث رسول ﷺ میں کیا معیار پیش کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن شدادؓ نے فرمایا کہ بنی عزرا کے تین افراد رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان مہمانوں کا بندوبست کون کرے گا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ ہم کریں گے۔ انہوں نے ان کو مہمان ٹھہرایا۔ پھر نبی کریم ﷺ کے ساتھ لشکر میں پہلے ایک صاحب گئے اور وہ شہید ہو گئے۔ تھوڑے عرصے کے بعد پھر ایک لشکر گیا تو دوسرے بھی اس میں شہید ہو گئے۔ تیسرے گھر پر رہے اور بستر پر مر گئے۔ حضرت طلحہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ بستر پر مرنے والا دونوں سے مرتبے میں بڑا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں کھٹک پڑ گئی کہ

یہ کیا...... ہم نے تو شہید کا بڑا مقام سنا تھا، جو اللہ کے راستے میں جنگ میں گیا اس کا بڑا مقام سنا تھا، مگر یہ بستر والا کیسے معزز ہو گیا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا مسئلہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھیں کیا چیز ناپسند آئی ہے۔ اگر وہ بستر پر پڑا پڑا ان دو شہداء سے آگے نکل گیا ہے تو تمھیں کیا بات ناپسند آئی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے افضل کوئی نہیں۔ جس کو اسلام میں زیادہ عمر دی جائے اور اس کی تکبیر، تسبیح و تہلیل کے باعث اس کا ثواب ان شہداء سے بھی زیادہ بڑھ جائے ...... یعنی جس کو زیادہ عمر ملے اور وہ زیادہ عمر خدا کی تکبیر و تسبیح و تہلیل میں بسر کرے تو اس کا مقام ان سے بھی بڑھ گیا جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ فرض کریں کہ اگر آپ جنگ و جدل نہیں سہار سکتے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی تسبیح و تہلیل آپ کو اس مرتبے تک پہنچا سکتی ہے۔

ایک اور بڑی اہم بات رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ جب کوئی کام یا واقعہ ہو جائے تو یہ مت کہا کرو کہ اگر ایسا ہوتا تو ایسا ہو جاتا۔ اللہ کی تقدیر نہیں بدلنی تھی۔ جیسے ہوا تھا ویسے ہی ہوا مگر جب تم 'اگر مگر' کرتے ہو تو شیطان کا کارخانہ کھول دیتے ہو۔ یہ 'اگر مگر' خدا کے ہاں جائز نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ویسا ہو جاتا۔ اگر وہ یہ کر لیتا تو بچ جاتا۔ جب آپ ایسا کہتے ہو تو آپ خدا کو چیلنج دے رہے ہوتے ہو۔ خدا کے ہاں کوئی 'اگر مگر' نہیں ہے۔ ہر چیز اپنے مقامِ تقدیر تک پہنچتی ہے۔ اگر آپ منہ سے "اگر مگر" نکالو گے تو شیطان ایک ایسا کارخانہ کھول دے گا جو بالآخر خدا کے انکار پر مشتمل ہو گا۔ احتیاط کرو اور کبھی ایسے نہ کہنا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے جتنا زندگی اور انسانی تعلقات کے بارے میں بتایا ہے اتنا شاید کسی اور چیز کے بارے میں نہیں بتایا۔ جب اللہ نے اپنے بندے کی تعریف کی اور جب رسول اللہ ﷺ کی تعریف فرمائی تو وہ لفظ استعمال کئے کہ یہ میرا بندہ اپنی امت کی فلاح و بہبود کا بے حد "حریص" ہے۔ "حریص علیکم" ...... یہاں لفظ "حریص" استعمال کیا گیا جو ایک منفی (negative) لفظ ہے کہ جس کو شاید ہم 'لالچ' کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں یعنی جب

کوئی خواہش آسیب بن جائے، جب کوئی خواہش obsession بن جائے۔ obsession جو ہر وقت ذہن پر سوار رہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ حرص ہے۔ یہاں ایک عجیب سا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے ایک negative لفظ اپنے رسول کیلئے کیوں استعمال کیا۔ اگر میں یہ کہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کی فلاح و بہبود کیلئے بہت مشتاق تھے یا یہ کہ بہت زیادہ آرزومند تھے تو ان میں سے کوئی لفظ بھی وہ شدت (intensity) ظاہر نہیں کرتا وہ طاقت (strength) ظاہر نہیں کرتا اور اللہ کو بھی اچھی طرح پتہ تھا کہ کسی زبان کا کوئی نارمل لفظ بھی اللہ کے رسول ﷺ کی اس آرزو کو پورا نہیں کرتا جو وہ اپنی امت کیلئے رکھتے تھے۔ اسلئے ایک ایسا لفظ استعمال فرمایا جو اگرچہ منفی تھا مگر وہ انتہائی مثبت معنوں میں استعمال فرمایا کہ رسول ﷺ اپنی امت کی فلاح کے اتنے حریص ہیں کہ اس کے net result میں اللہ نے انہیں اپنے دو ٹائیٹل انسانی سطح پر بخش دیئے یعنی وہ "رؤف ورحیم" ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے دل میں اپنی امت کی بخشش کی اتنی زیادہ خواہش ہے، ان کی آسانی اور ان پر نوازشاتِ الٰہیہ کیلئے وہ اتنی آرزو رکھتے ہیں کہ اتنی کوئی نارمل انسان نہیں رکھتا۔ یہ ایک abnormal desire ہے جو اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کیلئے رکھتے ہیں اس لئے اللہ نے اس کو ایک منفی لفظ سے explain کیا کہ وہ اپنی امت کی فلاح کیلئے حرص کی حد تک بڑھے ہوئے ہیں۔

اللہ نے اپنے رسول ﷺ کے بارے میں کہا کہ یہ "رؤف" ہیں اور "رحیم" ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ یہ 'عبدالرؤف یا عبدالرحیم' ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ایک لفظ کئی سطح پر لاگو ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک باپ اپنی اولاد کیلئے 'رؤف ورحیم' ہو۔ ہو سکتا ہے کہ ایک پرنسپل اپنے کالج کیلئے رؤف ورحیم ہو اور رحمت اللعالمین ﷺ زمین پر ہر چیز سے بڑھ کر اہل زمین کیلئے "رؤف ورحیم" ہیں اور اپنی امت کیلئے تو اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر "رؤف ورحیم" ہیں مگر جب ہم زمین کا دائرہ پھیلا دیں گے اور یہی لفظ اگر ساتوں زمینوں اور ساتوں کائناتوں پر چلا جائے گا تو جو چیز اللہ نے تخلیق کی ہے، جس جس چیز کو وہ رزق دیتا ہے، جو جو چیز زندہ ہے، جس جس چیز کے بارے میں

اللہ نے کہا ہے کہ "الحمد للہ ربّ العالمین" اُس اُس چیز کو اللہ کے رسول ﷺ کی رحیمیت اور رؤوفیت پہنچی ہے اسی لئے اللہ نے فرمایا:- "وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین" جہاں جہاں 'الحمد للہ رب العالمین' ہے وہاں وہاں 'رحمۃ اللعالمین' ہے۔ اگر آپ دونوں الفاظ کی ساخت پر غور کریں تو دونوں لفظ ایک area کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ area ہے عالمین کا اور مقامات کا۔ یہ صرف دنیا کا area نہیں ہے، یہ پوری کائنات بلکہ کائناتیں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ سورج کو بھی اللہ کے رسول ﷺ کی رحمت پہنچی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ چاند کو بھی اللہ کے رسول ﷺ کی رحمت پہنچی ہو۔ جن کو آپ بے جان کہتے ہو ان کو بھی اللہ کے رسول ﷺ نے وحی کے ذریعے خطاب کیا ہوا ہے۔ سورج کو بھی خطاب کیا ہوا ہے، زمین کو بھی خطاب کیا ہوا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو تو اپنی مرضی سے آؤ ورنہ پھر جبراً آنا ہوگا تو انہوں نے عرض کی کہ اے پروردگار ہم تو اپنی مرضی سے آئیں گے اور تیری اطاعت کریں گے۔ جہاں جہاں اطاعت و ربوبیت پروردگار کا نشان ہے وہیں وہیں عَلَمِ رحمت للعالمین کا بھی نشان ہے اللہ کے نزدیک اس کا پیغمبر ﷺ "رؤف و رحیم" ہے۔ اب اے اہلِ حدیث! اے اہلِ ایمان! اے اہلِ علم، اے اہلِ عقل غور تو کرو کہ اگر کوئی ساری حدیثِ رسول ﷺ پڑھ لے تو اس پر کس چیز کا اثر ہونا چاہئے؟ جس شخص نے بھی اپنے رسول ﷺ کے ساتھ اپنے آپ کو identify کیا ہے اور وہ حدیث پڑھے تو پھر اس کے بعد اس پر کیا اثر ہونا چاہئے؟ مثلاً میں چاہتا ہوں کہ مجھے خصائل رسول ﷺ کی متابعت نصیب ہو جائے، میں اس وجہِ کمال کی ایک غلط ذہنی روش نہیں پال سکتا۔ میں صرف یہ آرزو کرسکتا ہوں کہ اے پروردگارِ عالم مجھے اپنے رسول ﷺ کی چند ایک یا صرف ایک عادت یا خصائل کی تقلید بخش دے۔ اس رؤف و رحیم کی ایک عادتِ کریم بخش دے تو اس کا ایک قدرتی نتیجہ یہ ہوگا ...... کہ وہ آدمی نرم اخلاق والا ہو جائے گا۔ اس سے تلخی نکل جائے گی۔ وہ اپنے ماحول کیلئے "رؤف و رحیم" ہو جائے گا۔ وہ متابعتِ پیغمبر میں حسنِ اخلاق سے نوازا جائے گا مگر یہ کیسا واقعہ اور حادثہ ہے کہ جوں جوں آپ حدیث کو زیادہ پڑھتے جاتے ہو آپ اتنے ہی زیادہ سخت دل ہوتے چلے جاتے ہو۔ مجھے اس راز کی سمجھ نہیں آتی۔

میں یہ تو گمان کر سکتا ہوں کہ آپ "ہٹلر" کی کتاب پڑھ کر جنگجو اور سخت گیر ہو جاؤ یا آپ مسولینی کا مطالعہ کرنے کے بعد ہتھیار بند اور خوفناک ہو جاؤ مگر یہ گمان نہیں کر سکتا کہ کوئی رسولِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مطالعے کے بعد بھی سخت گیر رہ جائے۔ اگر اس حیاتِ طیبہ کے مطالعے کے بعد بھی آپ کے مزاج سے سخت گیری نہیں گئی تو یہ آپ کا جنون ہے، آپ معتدل نہیں ہو، آپ اعتدال پسند انسان نہیں ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ نرمی کرنے والا ہے۔ نرمی کو پسند کرتا ہے۔ نرمی پر دیتا ہے، سختی پر نہیں دیتا۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ تو ایک طرف ہیں اور ہمارے جنگجو دوسری طرف ہیں۔ یہ کیا تقسیم اور کیا بٹوارہ ہے کہ خدا اور رسول تو نرمی پر لیتے دیتے ہیں اور ہمارے ارد گرد مذہب زیادہ سخت گیر ہوتا چلا جاتا ہے۔ کیا اس سے یہ شک نہیں پڑتا کہ They have not understood the religion کیا یہ شک نہیں پڑتا کہ These religious people do not know the temper of their Prophet. They have not understood the mood of God. کیا ان کے اس شک وشبہ کی وجہ سے ہم رسوائے عالم نہیں ہیں؟ کیا ہماری ان حماقتوں اور سخت گیریوں کی وجہ سے مسلمان جنگجو قوم تصور نہیں ہوتی؟ کیا یہ فتنہ وفساد کی مخلوق نہیں سمجھی جاتی؟ کیا ہمیں غیر شرمندہ کرتا ہے یا ہمارے اپنے لوگ شرمندہ کرتے ہیں؟ وہ اللہ جو نرم ہے وہ رسول جو نرم ہے اور جس کے اخلاق و کردار کو خود خدا کہتا ہے کہ یہ رؤف ورحیم ہے اور جس کے ماننے والوں کو اگر اپنے پیغمبر کے نقشِ قدم پر چلنا ہے تو اس نے اصولاً رؤف ورحیم ہی ہونا ہے مگر کیا بدقسمتی کی بات ہے کہ ہم غیر متوازن، جھگڑالو، بد طینت، بدفطرت لوگ ہیں جو کسی قیمت پر بھی قتل وغارت اور حرج سے باز نہیں آتے، رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نرمی کو پسند کرتا ہے، نرمی کرنے والا ہے۔ سختی پر نہیں دیتا، نرمی پر دیتا ہے اور نہ ہی نرمی کے علاوہ کسی اور بات پر دیتا ہے۔ یعنی خدا نے مخصوص کیا کہ Kindness is the tone of God. وہ "رحمان ورحیم وکریم" ہے۔ اس کا پیغمبر تو "رؤف ورحیم" ہے مگر آپ کس چکر میں ہتھیار بند ہو کر پھرتے ہو؟ آپ کیوں قتل وغارت پر آمادہ پھرتے ہو؟ ہمارے پاس کوئی

اور طاقت ہوگی نا جس سے ہم نے دنیا کو قائل کیا تھا، متبعینِ رسول ﷺ میں کوئی جان تو ہوگی نا۔ آج تک کس مظلوم نے ظالم کا مذہب قبول کیا ہے؟ آج تک کس محکوم نے حاکم کا مذہب قبول کیا ہے؟ وہ قومِ بنی اسرائیل جو تین سو سال سے فراعنہء مصر کی اسیر تھی وہ ان کے مذہب پر کیوں نہ چلی گئی۔ وہ بنو اسرائیل کے خدا کو چھوڑ کر خدا اجید "رع" کی پرستش کرنے والی کیوں نہ ہوگئی۔ آج تک تاریخ میں کوئی ریکارڈ نہیں ہے کہ کوئی محکوم حاکم کے مذہب پر دلی خوشی سے چلا جائے۔ مگر یہ کیا ہوا کہ جدھر جدھر سے غلامانِ محمد ﷺ کے قدم گزرے وہیں وہیں اسلام ابھی تک قائم و دائم ہے۔ یہ کیا ہوا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت میں اسلام کا ایک فوجی بھی نہیں اترا۔ کیا کوئی ایسی تاریخ بتا سکتا ہے کہ انڈونیشیا میں کوئی اسلامی لشکر اترا ہو، ماریشس میں کوئی اترا ہو مگر چند تاجر جو اخلاقِ رسول ﷺ سے مزین تھے "اطیعو اللہ و اطیعو الرسول" کی "مے" پیتے ہوئے جدھر سے گزرتے گئے ملکوں کے ملک مسلمان ہوتے گئے۔ اخلاق و عمل سب سے بڑی فتح و کارسازی ہے۔ یہ نہیں کہ مسلمانوں نے ہتھیار نہیں اٹھائے مگر مسلمانوں نے اس طرح کی قتل و غارت نہیں کی۔ یہ تصور سے بعید ہے۔ ایک صحابی رسول اکرم ﷺ کے پاس اس لئے آتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے غلام کو برا بھلا کہا ہے۔ اگر یہ میرے پاس رہا تو میرے اعمال کھا جائے گا۔ میں آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں کہ مجھے اس کو آزاد کرنے کی اجازت دیجئے۔ یہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے متبعین تھے، قیصر و کسریٰ کے نہیں تھے کہ جب حمص کی جنگ میں یرموک جانے کا وقت آیا تو ابوعبیدہ بن الجراح نے کہا کہ اے لوگو باہر آؤ جن کو ہم نے فتح کیا ہے۔ یہ جو ہم نے تم سے تمہاری protection کے پیسے لئے تھے اب ہم تمہیں مزید protect نہیں کر سکتے اپنے پیسے واپس لے لو کہ ہم واپس جا رہے ہیں اور ان عیسائیوں نے آسمان کے روبرو کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی کہ یا اللہ ہمارے ہم قوم ہم پر حکمران نہ ہوں، اے اللہ ان حاکموں کو دوبارہ لوٹا۔ اتنے مہربان اور اتنے کریم النفس حاکم ہمیں کہاں سے ملیں گے...... اس نبی کا متبع ہونے کے ناطے سے جو نرمی اور اخلاق کی تعلیم ہمیں رسول اللہ ﷺ سے ملتی ہے وہ ہمیں ہمارے علماء سے کیوں نہیں ملتی؟

کیوں ہم جنگ و جدل میں مبتلا ہیں؟ ہم اپنے چھوٹے چھوٹے گروہوں کی حفاظت کیلئے دوسروں کو مسلنے اور کچلنے کا اتنا اختیار کیوں رکھتے ہیں۔ Why don't we spread a tolerance and a sense of acceptance between us. یہ ایک بڑا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے اس وقت اسلام ایک مختصر ترین اور محدود تعریف میں ایک localize مذہب رہ جاتا ہے مگر یہ مذہب رسول اللہ ﷺ کا نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ کا مذہب کائناتی ہے۔ یہ بین الاقوامی نہیں بلکہ بین الکائناتی ہے۔ جدھر جدھر اللہ کی ربوبیت ہے ادھر ادھر رحمت اللعالمین کی بھی عمومیت ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کس concept کو follow کریں۔ قرآن اور رسول ﷺ کے دیئے ہوئے concept کو follow کریں یا ہم اپنے چند ایک گروہوں کے بنے ہوئے اصولوں کو follow کریں۔ This is not a battle between the schools. آج اگر بنتا ہے تو مسلمان بنو۔ خدا اور رسول کیلئے اوپر اٹھ کر دیکھو۔

ایک بار ایک شخص نے حضرتِ عمرؓ سے کہا کہ میں نے فلاں عالم سے یہ سنا ہے------ حضرتِ عمرؓ نے کوڑا اٹھا کر اسے دے مارا اور کہا کہ اے بد بخت! میں تجھے خدا اور رسول ﷺ کی بات بتاتا ہوں اور تُو آگے سے اپنے عالم کی بات سنا رہا ہے------ Who are they? ہمارے لئے کون سا طرزِ عمل ہمارے رسول ﷺ نے نہیں چھوڑا۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سا آدمی افضل ہے (کسی مکتب کا نہیں، کسی سکول یا جماعت کا نہیں generally پوچھا گیا) آپ ﷺ نے فرمایا: ہر وہ آدمی جو صاف دل اور سچی زبان والا ہو۔ لوگ عرض گزار ہوئے کہ سچی زبان والے کو تو ہم جان جاتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولے گا مگر یہ مخموم القلب کو کیسے پہچانیں گے یعنی جس کا دل اچھا ہو کیونکہ دل تو چھپا ہوا ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "پاکیزہ دل اور پاکیزہ سیرت والا جو جو گناہ، ظلم، خیانت اور حسد نہیں کرتا"۔ ان میں سے اگر کوئی ایک چیز بھی آپ میں نہ ہو تو سمجھیں کہ آپ کا دل پاکیزہ ہے۔ اگر ایک چیز کو بھی روک دیا

جائے تو آپ کا دل پاکیزہ ہے اور حضورﷺ نے چار چیزیں گنوائی ہیں۔ گناہ وہ نہیں جن کو آپ گناہ سمجھتے ہو، جو دل کو خراب کرنے والے گناہ ہیں وہ ظلم، خیانت اور حسد ہیں۔ جو یہ نہیں کرتا وہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا بزرگ ہے۔

مجھ سے لوگ اکثر سوال کرتے ہیں کہ تسبیحات کی کیا گنجائش نکلتی ہے۔ کیا تسبیح کارِ خیر میں شامل ہے یا اعمالِ خیر میں شامل ہے۔ یہ کیا آپ لوگ دانے گنتے رہتے ہو۔ کوئی کہتا ہے کہ بغیر گنے تسبیح پڑھو۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ گنتا ہی فضول ہے۔ اس پر میں آپ کو حضرت احمد بن حنبلؒ کی روایت کردہ ایک حدیث رسولﷺ سناتا ہوں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ فقہ اور اعمال کی مطابقت کے لحاظ سے حنابلہ سب سے سخت ہیں۔ وہ یہ حدیث لائے ہیں جو حضرتِ ابوذرؓ سے روایت ہے: "میرے خلیل آقا نے مجھے سات باتوں کا حکم فرمایا۔ مجھے مسکینوں سے محبت کرنے اور ان کے قریب رہنے کا حکم فرمایا"...... جب آپ غریبوں کے قریب نہیں رہو گے تو آپ غریبوں کو پسند کرنے سے بھی گزر جاؤ گے۔ وہ آپ کو بوجھ لگیں گے۔ آپ ان کے دکھ درد کو نہیں سمجھ سکو گے...... الحمدللہ! آج واپڈا نے ہم سب کو غریب کر دیا ہے کیونکہ ہم ایک دوسرے کا دکھ تو سمجھنے لگے ہیں۔ یہ کیسی اچھی بات ہے کہ ہمیں بھی پتا ہے کہ دوسرے گھروں میں کیا ہوتا ہے۔ لوگ پسینوں میں ڈوبے ہوتے ہیں ان پنکھوں نے اتنا کرم کیا کہ ہمیں ایک جیسا بنا دیا...... آپﷺ نے فرمایا کہ "کم حیثیت والے کی طرف دیکھوں۔ اپنے سے اوپر والے کی حیثیت نہ دیکھوں" کم حیثیت والے کو دیکھ کر غرور نہ کروں اور بڑی حیثیت والے کو دیکھ کر میں اپنے اندر احساسِ کمتری نہ پالوں اس لئے بین بین رہنے کا حکم ہوا ہے۔ جب آپ اپنے سے نیچے والوں کو دیکھو تو شکر کرو کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو اتنا پست نہیں رکھا اور ان کیلئے بھی دعا کرو کہ اللہ انکی زندگیاں بھی بہتر بنا دے۔ "میں صلہ رحمی کروں" رشتہ داروں اور عزیزوں کا خیال کروں۔ اپنے قرب وجوار میں بسنے والوں سے نیکی برتوں۔ ان کے ساتھ اچھائی کروں۔ ان کے ساتھ مخاصمت نہ برتوں۔ میں ان کے ساتھ اپنے آپ کو challenges میں نہ ڈال دوں۔ میں کوشش کروں

کہ اگر میرا بھلا ہوا ہے تو ان کا بھی بھلا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میں سچی بات کروں اگر چہ وہ کڑوی ہو اور اللہ کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۔" پھر آخری بات جس کا ابوذرؓ نے ذکر کیا وہ بڑی دلچسپ ہے کہ "لاحول ولاقوۃ الاباللہ کی کثرت سے تلاوت کروں کیونکہ یہ کلمات مجھے عرش کے خزانے سے ملے ہیں" اس کا مطلب ہے کہ نہ میری قوت، نہ میرا کوئی ارادہ، جو کچھ ہے میرے اللہ کا ہے۔ آپ حیران تو ہوں گے کہ جب میں یہ کہوں گا کہ نہ میری کوئی قوت، نہ میرا کوئی ارادہ، جو کچھ ہے میرے اللہ کا ہے تو یہ کہنے کے بعد میری کوئی خطا نہیں رہ جاتی۔ جب میں اپنا سارے کا سارا اختیار خود اللہ کو سونپ دوں اور کہوں کہ اے اللہ میں اپنے آپ سے باز آیا، میں نے اپنے نفس اور جان سے ہاتھ اٹھا لئے ----- آپ جانو اور آپ کا بندہ جانے ----- میں تو نفس سے گیا ----- میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں نے کوئی ارادہ نہیں کرنا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے اے اللہ کہ مجھ میں کوئی قوت نہیں ہے۔ آپ غور کریں کہ یہ آیت جو آپ ہر روز پڑھتے ہو، یہ کتنی بڑی آیت ہے۔ اگر اللہ اسے قبول کر لے اور اللہ ہر حال میں تسبیح قبول کرتا ہے تو پھر آپ کا کیا نقصان -----؟ پھر آپ پر ذمہ داری کون سی رہی؟! اگر کوئی غلطی ہوئی تو آپ نے نفس کا سے کہہ دینا ہے کہ اے اللہ یہ تو نے مجھ سے کیا کروا لیا ہے۔ دیکھو -----! عقل دے کر اس نے میری کورٹ میں گیند پھینک دیا تھا کہ جاؤ میں نے اس سے مانگنا ہے اور آپ نے بڑی عقل مندی سے کام لیا کہ اپنے اختیارات کی نفی کر کے وہ سب اللہ کو دے دیئے۔ اب اللہ جانے اور جو اس نے پیدا کیا ----- خواتین و حضرات! اگر اتنے آسان نسخے ہوں تو کیا آپ "لاحول ولاقوۃ الاباللہ" کی تسبیح نہیں پڑھیں گے؟ دن میں کم از کم سو مرتبہ تو اسے کہو کہ اے میرے مالک! میرا کوئی اختیار نہیں ہے ----- کر! جو تُو نے میرے ساتھ کرنا ہے ----- اور پھر وہ کبھی آپ کے ساتھ غلط نہیں کر سکتا ----- وہ کبھی آپ کا برا نہیں چاہ سکتا ----- اگر بات اس "عالی ظرف" پر چلی گئی تو آپ کی بہتری ہی بہتری ہے ----- مَا یفعل اللہ بعذا بکم" (مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں) اگر آپ اسکو اختیار دو گے اور اسے "لاحول ولاقوۃ الاباللہ" کی تسبیح سے یاد کرو گے تو وہ پہلے ہی سے کہہ رہا ہے کہ مجھے کیا

پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دوں "ان شکرتم و امنتم" اگر تم شکر کرنے والے ہو، میری تسبیح کرنے والے ہو، مجھے یاد کرنے والے ہو اور بحیثیت اپنے پروردگار کے مجھ پر ایمان رکھتے ہو تو مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں۔ اگر آپ کو قرآن کی اس ایک آیت کا مطلب ہی پتہ چل جائے تو آپ کبھی عذاب میں پڑ ہی نہیں سکتے۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا...... بھئی خدا تو کہہ رہا ہے کہ اگر تم ایمان والے ہو اور شکر والے ہو یعنی مجھے یاد کرنے والے ہو تو مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں۔ جاؤ! عیش کرو......! تمہارا کام بس یہ ہے کہ مجھ پر اچھا ایمان رکھنا اور پھر مجھے یاد کرتے رہنا۔ اس لئے اللہ کو اس کی پوری اہمیت اور حیثیت بخشنا اور کسی نہ کسی انداز سے اسے یاد کرنا...... اسی سے مسلمان بنتا ہے اور یہی اسلام ہے۔

ایک بات ہم لوگوں میں بڑی common ہے کہ ہم ہمیشہ دوسروں کو دیکھ کر بڑا جلتے ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ کچھ تخریب کار لوگ، کچھ بے ایمان لوگ، کچھ جھوٹے لوگ بڑے امیر بھی ہوتے ہیں۔ ہم جب ان کی مثال دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو جی! ہم نمازیں پڑھ پڑھ کے تھک گئے ہیں اور ان کو دیکھو کہ یہ نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ روزے رکھتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے عیش کر رہے ہیں، کھلا کھا رہے ہیں مگر اس وقت ذرا اپنے پیغمبر کی نصیحت سن لینا۔ اگر تمہارے دلوں میں اس قسم کا حسد آئے، اس قسم کا خیال آئے تو اپنے رسول ﷺ کی advice سن لو......! کہ جب تم دیکھو کہ اللہ اپنے کسی گناہ گار بندے کو وہ چیزیں دے رہا ہے جو اسے پسند ہیں تو یہ "استدراج" ہے۔ یہ دھوکہ ہے۔ اس کو اصل نہ سمجھنا۔ اگر تم دیکھو کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے کسی گناہ گار بندے کو بہت پھل مل رہا ہے تو اس کو "استدراج" سمجھنا۔ "استدراج" کا مطلب ہے: "اچھی جگہ پر کسی غلط چیز کا اسی درجہ میں آ جانا"...... جھوٹ کا آ جانا، سچائی کا نہ ہونا...... مثلاً آج کل کلوننگ ہو رہی ہے۔ کسی نے مجھ سے ایک سوال پوچھا تھا کہ جب آدمی clone ہو گا یا دوبارہ آئے گا تو کیا اس میں وہی روح ہوگی۔ اگر رسول اکرم ﷺ نے ہمیں پہلے سے بتا نہ دیا ہوتا، ایک حدیث موجود نہ ہوتی تو آج ہم یہ بات سمجھ نہ پاتے...... کتنی حیرانی کی بات ہے کہ کب کا

سوال ...... اور اس کا جواب کب آ رہا ہے...... سوال اس حدیث میں موجود تھا کہ ایک شخص دجال کے پاس آئے گا اور پوچھے گا کہ کیا تو میرے بھائی کو میرے لئے زندہ کر سکتا ہے۔ وہ کہے گا۔ ہاں! کر سکتا ہوں۔ اصحاب نے ایک سوال پوچھا کہ کیا یہ وہی شخص ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کی مثال ہوگا۔ (یہ کلوننگ ہے) یعنی شکل و صورت میں اس سے ملتا جلتا ہوگا۔ حضورِ گرامی مرتبت نے کتنا عرصہ پہلے دجال کی تخلیقات کے ایک امکان کو ظاہر کیا اور پھر جب کسی نے پوچھا کہ کیا یہ وہی روح ہوگی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نہیں، یہ استدراج ہوگا...... یعنی جب یہ بنائے جائیں گے تو شیاطین اس روح کی مماثلت بن کر اس کے اندر وجود رکھیں گے یعنی کلوننگ وہ بندہ نہیں ہوگا بلکہ اسکی مثال ہوگا۔ یہ تو ہوئی کلوننگ...... ! اگلا سوال تھا کہ کیا اس میں روح وہی ہوگی۔ روح تو مرنے کے بعد دوبارہ واپس نہیں آ سکتی تو دراصل اس وقت بھی استدراج ہوگا یعنی اس روح کی جگہ کسی نہ کسی جن یا کسی بھی ایسی صورت میں اس کو داخل کیا جائے گا جو دجال کو بتائے گا یا خیال دے گا کہ میں نے وہی بندہ زندہ کر دیا ہے مگر وہی بندہ زندہ نہیں ہوگا۔ یہ ہے کلوننگ اور استدراج کی تفصیل...... اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "یہ استدراج ہے کہ کسی ایسے (گناہگار) بندے پر جب تم خدا کا فضل دیکھو اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی کہ کیا تم نے یہ پڑھا نہیں کہ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب دیئے گئے پر خوش ہو گئے تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور وہ آس ٹوٹی ہوئی رہ گئے"۔ کیونکہ آپ انجام تو نہیں دیکھ رہے ہوتے آپ تو ایک دو سال دیکھ رہے ہوتے ہو۔ کسی بھی ایسے case پر آپ کی نظر مجموعی طور پر نہیں پڑ رہی ہوتی۔ آپ تو چھوٹے چھوٹے cases دیکھ رہے ہوتے ہو۔ آپ ان کو ایک سال کیلئے یا پانچ سال کیلئے دیکھتے ہو۔ آپ ان کے انجام تک نہیں پہنچے ہوتے۔ وہ دنیا میں بھی خاسر و خائب ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی خاسر و خائب ہوتے ہیں مگر آپ کا علم ان کے بارے میں محدود ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آج عمل ہے حساب نہیں ہے۔ کل عمل نہیں، حساب ہوگا" یہ یاد رکھئے گا کہ بڑے خوبصورت انداز میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یاد دلایا ہے کہ دنیا میں ہو تو عمل ہے،

حساب نہیں ہے مگر کل حساب ہوگا عمل نہیں ہوگا اسلئے احتیاط برتو اور کچھ نہ کچھ اپنے ساتھ لے لو۔ جب آپ مرتے ہو تو ملائکہ پوچھتے ہیں کہ آگے کیلئے کیا بھیجا ہے اور اولاد کہتی ہے کہ پیچھے کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ attitudes مختلف ہیں۔ جو آگے بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آگے کیلئے کچھ بھیجا ہے تو بتاؤ اور جو پیچھے رہ گئے ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ پیچھے کیلئے کیا چھوڑ کر گئے ہو۔ دونوں مختلف دنیائیں ہیں۔ دونوں میں approaches مختلف ہیں۔ آپ یہ نہیں سوچ سکتے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو آپ کی مجبوریوں کا علم نہیں۔ حافظ کا ایک بڑا پرانا شعر ہے:

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندی کردہ ئیم
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

(مجھے بیچوں بیچ دریا کے ایک تختے پر مجھے لٹا کر پھر بھی یہ کہتا ہے کہ میں پانی سے گیلا نہ ہوں)

یعنی اے مالک و کریم اگر آپ نے ہمیں اس دنیا میں بھیج ہی دیا ہے اور اس سیلابِ فنا میں پھینک ہی دیا ہے تو پھر کہیں نہ کہیں تو دامن ضرور آلودہ ہوگا۔۔۔۔۔اس لئے رسول ﷺ نے فرمایا: ”کیا کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ وہ پانی پر چلے اور اس کے قدم تر نہ ہوں۔ (میرا خیال ہے کہ آپ بھی وہی کہیں گے جو اس وقت کے لوگوں نے کہا) اصحاب نے کہا: ”نہیں“۔۔۔۔۔آپ ﷺ نے فرمایا: ”اسی طرح دنیا دار گناہوں سے نہیں بچ سکتا“۔۔۔۔۔سو اگر نہیں بچ سکتا تو اپنی مغفرت کی آرزو رکھیں، اپنے رسول ﷺ سے محبت رکھیں، ایمان رکھیں اور بخشنے والے کو اپنے ذہن میں رکھیں،

”قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ“

اپنے گناہ کو اللہ کی رحمت سے بڑا نہ سمجھ بیٹھنا۔ اس سے تعلق توڑ نہ لینا۔ اتنے اداس نہ ہونا کہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جاؤ۔ ”ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا“ بے شک اللہ تعالیٰ ہر گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ یہ اس کی مغفرت اور رحمت کا اصول ہے کیونکہ وہ کہتا ہے: ”ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا“ علماء کی میں میخ سے بچنے کیلئے اس نے لفظ ہی دوسرا استعمال کیا: ”جمیعا“ (total) اللہ نے کوئی شبہ نہیں چھوڑا۔ totality کے بعد کسی کو گمان نہ رہے۔ میری کتنی

عمر ہوگی-----میرے کتنے گناہ ہوں گے-----میں بڑا پھنے خان ہوں گناہوں کا-----مگر میرا خیال یہ ہے کہ اس ارب ہا ارب، کھرب ہا کھرب سالوں کی وسعتِ رحمت پر میرے ساٹھ ستر سال کے گناہ غالب آجائیں گے۔ مجھے شرم آنی چاہیے، میں اس دامنِ کریم کی رحمت کے کسی ایک گوشے کو بھی نہیں چھو سکتا مگر کیا میرا دعوی، گناہ اتنا بڑا ہو گیا ہے کہ میں یہ کہوں کہ اللہ مجھے بخش نہیں سکتا۔ اگر میں ایسا سوچوں تو یہ اصل گناہ ہے۔ ''بلا شبہ تمہارا رب وہ ہے جو undoubtedly, verily forgives all sins اسی لئے تو وہ غفور الرحیم ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہو کہ یہ چھوٹے سے نام ہیں؟! انہی ناموں کے تحت یہ ساری بخشش اور کرم ہے۔

کچھ خوبصورت سی باتیں ہیں، کچھ advices ہیں جو میں آپ کو quote کروں گا۔ رات زیادہ بھیگ رہی ہے اور انسان کھانا کھانے والا ہے۔ ویسے بھی آپ کو پتہ ہے کہ نماز کھڑی ہو تو اللہ نے کہا ہے کہ کھانا پہلے کھاؤ اور میں تو آپ کے کھانے میں بالکل نہیں حائل ہونے والا-----اصل میں آج میں آپ کے پاس اس لئے آیا تھا کہ آپ کے ساتھ مل کر حدیث پڑھوں تا کہ اللہ کے رسول ﷺ کی باتوں سے وہ enjoyment محسوس کروں جو کبھی انسان کی پوری زندگی بدل دیتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ربّ نے مجھے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے: ''چھپے اور اعلانیہ اللہ سے ڈرنا''-----یہ نہیں کہ مسجدوں و محرابوں میں جا کر اللہ سے ڈرنا زیارت گاہوں میں اللہ سے ڈرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل میں بھی ڈرنا چاہیے اور ظاہر میں بھی ڈرنا چاہیے۔ اگلی بات ذرا غور سے سنیئے گا۔ آپ کو یہ بہت دلچسپ ہوتی ہے: ''ناراضگی اور رضامندی دونوں میں انصاف کی بات کہنا''۔ انصاف کی بات میں ناراضگی اور رضامندی نہیں دیکھنا چاہیے۔ کسی کی خوشی کی خاطر انصاف نہیں چھوڑا جا سکتا اور اگر صرف یہی ایک کوالٹی ہم لوگوں میں آجائے تو بخدا ربِّ کعبہ کی قسم! آپ کو اس عادت کے انعام کے طور پر جو چیز دی جائے گی اس کے بارے میں میں ضرور آپ کو ایک حدیث سناؤں گا ''تنگدستی اور امیری میں میانہ روی اختیار کر''-----اس سے بھی صلہ رحمی کر جو تجھ سے رشتہ توڑے، اس سے بنائے رکھ

انتقام نہ لے۔ اسے بھی دے جو تجھے محروم رکھے، اسے معاف کر دے جو ظلم کرے۔ میری خاموشی فکر ہو، میرا بولنا ذکر ہو، میرا دیکھنا عبرت ہو اور میرا بولنا نیکی کا حکم دینا ہو"۔ ایک ہی سہی ......اگر آپ مصروف ہو تو ان میں سے کوئی ایک ہی عادت اپنالو، کوئی ایک آدھا قانون اپنالو......

ایک چیز سے بہت بری طرح بچنا ہے۔ اس پر بڑی سختی ہے۔ بعض چیزوں پر بڑی سختی ہے یہ ایک فہمائش ہے۔ اس سے ضرور بچنا چاہیے جو اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں۔ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے: "جس نے دکھانے کیلئے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھانے کیلئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا۔ جس نے دکھانے کیلئے صدقہ دیا اس نے شرک کیا"۔ شرک سے بچنا، نماز اللہ کیلئے پڑھنا اور روزہ بھی اللہ کیلئے رکھنا۔ یہاں میں صدقے کے بارے میں اس حدیث کو واضح کر دوں کہ ارشادِ ربانی ہے: "الذین ینفقون اموا لھم بالالیل والنھار سرا و علانیۃ فلھم اجر ھم عند ربھم ۚ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون" (274:2) اگر تم اللہ کی راہ میں دکھا کر یا چھپا کر خرچ کرو دن کو یا رات کو تو تمہیں پھر بھی اللہ کی طرف سے اجر دیا جائے گا اور تمہارا خوف اور حزن لے لیا جائے گا، تم پر سے اداسیاں ہٹا دی جائیں گی، تمہاری طبیعتوں سے ملال نکل جائے گا مگر یہ جو اللہ کے رسول ﷺ نے کہا کہ دکھانے کیلئے جس نے صدقہ دیا اس نے شرک کیا، اس کا مطلب اس دکھانے کے معنی میں نہیں ہے۔ آیت قرآن کے مطابق دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ میں اسے اللہ کے لیے دوں چاہے میں اسے روشن کر کے دوں۔ حدیث کے مطابق دکھانے کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کیلئے نہیں بلکہ لوگوں پر رعب ڈالنے کیلئے دے رہا ہوں۔ یہ جو دکھانے کے معنی میں تھوڑا سا فرق ہے اس کو ذہن میں رکھیں۔ صدقہ open کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں میں جا کر اور دکھا کر دیا جا سکتا ہے، اس پر ناز کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ آپ اللہ کیلئے دے رہے ہو مگر جو صدقہ صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے دیا جائے وہ حدیث کے بقول شرک ہے۔ یہ کیا ہوا کہ ایک رئیس ویسے تو غریب آدمی کو صدقہ نہیں دیتا مگر بادشاہِ وقت کو دکھانے کیلئے پانچ کروڑ روپیہ دے دیتا ہے۔ ایسا صدقہ شرک ہے۔

اگر اپنا چہرہ پسند آئے تو یہ دعا ضرور مانگ لیا کرو: "اللھم انت حسنت خلقی فحسن خلقی" اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے تو میری سیرت بھی اچھی کر دے کہ میری یہ صورت میرے لئے عذاب کا باعث نہ بن جائے۔

کسی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے اچھے لوگ کون سے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "جن کی عمریں لمبی اور جن کے اخلاق اچھے ہیں"۔ اللہ آپ سب کو عمرِ دراز بخشے اور اس کے ساتھ اچھے اخلاق بھی بخشے۔ حضرتِ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حضرت موسیٰ بن عمرانؑ نے اللہ سے پوچھا اے میرے ربّ! تیرے بندوں میں تیرے نزدیک سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ اللہ نے کہا کہ "جو قدرت رکھتے ہوئے بھی معاف کر دے"۔ اس بات کو بھولنا نہیں۔ ویسے میں نے اس ملک میں ایک الٹی روایت دیکھی ہے کہ جس کے پاس ثمہ برابر بھی قدرت ہو وہ جب تک لوگوں کو رُلا نہ لے باز نہیں آتا۔ جس کے پاس ایک ذرا سا بھی حکومتی یا کوئی اور اختیار ہو، وہ اللہ کے بندوں پر ترس کھانے والا نہیں ہوتا۔ خواتین و حضرات! اللہ آپ کو قدرت دے اور اس قدرت کو آپ اس طرح استعمال کریں کہ آپ زمین پر اللہ کے سب سے معزز لوگ ہوں۔ آپ غریب پر رحم فرمائیں، ان پر ترس کریں۔ ان کو بخشنے میں جتنی لذت ہو اتنی آپ کو انتقام میں لذت نہ ملے۔ اگر آپ ایسے ہو تو اللہ نے اپنی اطاعت کرنے والے بندوں سے ایک وعدہ کیا ہے۔ یہ بڑی خوبصورت سی بات ہے جو اللہ نے کہی ہے۔ اگر آپ تھوڑا غور کرو گے تو سمجھ جاؤ گے۔

جب بادل بہت تیز گرجتے ہیں تو ہم بچوں کو اندر لے جاتے ہیں، خود بھی ڈر کر اندر چلے جاتے ہیں۔ بارش تو اپنی جگہ بہت حسین ہے۔ آج کل تو اس آرزو میں ہمارے ہاں برسات ہی گزر گئی۔ سارے برسات کے اچھے شعر بھول گئے۔ بارش ہوئی ہی نہیں تو کیا کرتے۔ سارا رومانس غارت ہوا، آم کھانے کا بھی مزا نہیں آیا مگر جو اللہ چاہے سو کرے۔ اللہ اپنے بندوں سے یہ وعدہ فرماتا ہے: (کاش ہم اس کے بندے ہوتے اور اس وعدے کو پہنچتے۔) "اگر میرے

بندے میری اطاعت کریں تو میں رات کو ان پر بارش برساؤں اور دن میں ان پر سورج طلوع کرتا رہوں اور انہیں گرج کی آواز نہ آئے"۔ (بجلی، گرج، چمک بھی ڈرانے والی چیزیں ہیں نا) اللہ کہتا ہے کہ میں بندوں پر اتنی حسین بارش برساؤں کہ رات بھر بارش برسے اور ان کی صبح سورج سے معطر ہو...... اس قسم کی زندگی کی آرزو لئے میں چراپونجی جانا چاہتا تھا۔ دنیا میں سب سے زیادہ بارش چراپونجی میں ہوتی ہے۔ اس لئے میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی کہ میں کسی ایسی جگہ جاؤں جہاں رات بارش ہوتی ہو اور صبح سورج نکلے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ کچھ مناجات میں زور لگتا کہ اللہ یہاں ہی ایسی بارشیں لگا دے کہ جن میں گرج نہ ہو، خوف نہ ہو، وہ ڈرانے والی بارشیں نہ ہوں، وہ نرمی، محبت اور کرم والی بارشیں ہوں۔

اب ایک بہت مزے کی بات سنیئے! آپ لوگ بہت محنت کرتے ہو۔ وہ لوگ، وہ نوجوان جو ابھی کم عمری میں ہیں اور رزق کے لئے بہت پریشان رہتے ہیں۔ بعض اوقات ماں باپ بھی بہت زیادتی کرتے ہیں۔ ابھی بچے پڑھائی سے فارغ ہوئے نہیں کہ ان کے سر پر سوار ہو جاتے ہیں، جاؤ کوئی کام کرو...... گھر میں پڑے رہتے ہو اور بچہ کہتا ہے کہ خدا کا واسطہ ہے کوئی سانس لینے دو۔ apply کر رہے ہیں، جب کام ملے گا تو آپ کی خدمت کریں گے۔ وہ نوجوان اتنا اپنی پڑھائی کے دوران depress نہیں ہوتا جتنا وہ ڈگری لے کر depress ہوتا ہے اس لئے میں آپ کو والدین ہونے کے طور پر advice کر رہا ہوں کہ خدا پر یقین رکھا کرو۔ بچے یہ نہیں چاہتے کہ وہ بیکار بیٹھیں، انہیں تھوڑا سانس لینے دو۔ اگر بیس، اکیس برس پالا ہے تو چھ مہینے اور سہی...... ان کے اعصاب پر سوار نہ ہوا کرو۔ میرے پاس بہت سے نوجوان آ کر یہی گلہ کرتے ہیں کہ ہم تو پوری کوشش کرتے ہیں مگر ہمارے ماں باپ ہمیں چین نہیں لینے دیتے۔ ایسے ماں باپ کیلئے ہی خاص طور پر یہ حدیث ہے: "رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے اسے موت تلاش کرتی ہے"۔ اس لئے اعتماد رکھا کرو کہ آپ کے بچوں کو ان کا رزق ڈھونڈ لے گا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے کہ جو نیکی کا کام کرے

اوراس کے باعث لوگ اس کی تعریف کریں اوراس سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ مومن کو جلد ملنے والی خوشخبری ہے“۔ یعنی مدحتِ خلق کو خدا کا انعام سمجھو۔ اگر آپ واقعی لوگوں کی فلاح چاہو، اچھی بات کرو اور لوگ اس بنا پر آپ کی تعریف کریں اور آپ سے محبت کریں تو یہ جنت سے پہلے ملنے والی خوش خبری ہے۔

اب میں آپ کو کچھ دلچسپ باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ میں ایک حدیث دیکھ رہا تھا کہ ”زمانہء آخر میں دجال اُحد پہاڑ کے پیچھے سے آئے گا اور اس وقت مدینہ کے سات دروازے ہوں گے“۔ ابھی تو شاید مدینہ میں ایک بھی دروازہ نہیں ہے۔ کوئی ایسا گمان بھی نہیں تھا کہ سات دروازے ہوں گے۔ احد پہاڑ کے پیچھے تو اس وقت کچھ بھی نہیں ہے مگر یوں لگتا ہے کہ اللہ نے بھی قسم کھائی ہے کہ اپنے حبیب کی ہر بات کو پورا کر کے رہے گا ----- اب دیکھئے کہ عین اُحد پہاڑ کے پیچھے سول کم آرمی کا ایک بہت بڑا airport بن رہا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ جب بھی دشمن حملہ کرتا ہے تو سب سے پہلے ائرپورٹ پر حملہ کرتا ہے۔ اس حدیث کے تناظر میں یوں لگتا ہے کہ دجال اُس ایئرپورٹ کو قبضہ میں لے گا اور حیران کن بات یہ ہے کہ عین اسی مقام پر اُحد سے آگے سات سڑکیں جاتی ہیں۔ کل جب میں نے اس علاقے کا نقشہ دیکھا تو ان سات سڑکوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں نے ان متعلقہ لوگوں سے پوچھا کہ یہ راستے کہاں کہاں سے جاتے ہیں تو انہوں نے مجھے ساری تفصیل بتائی کہ پورے سات راستے وہاں سے جاتے ہیں۔ جب اس نے مجھے یہ بات بتائی تو میں نے اسے کہا کہ آہستہ بول! کہیں دجال سن نہ لے اور حدیث کو غلط ثابت کرنے کی خاطر وہ آٹھواں رستہ بھی کھول دے گا مگر یہ حیران کن بات ہے کہ کتنی جزئیات میں جا کر حدیث پوری ہوتی ہے۔ سات دروازوں کا مطلب آج کل کے حوالے سے سات gate ways ہوں گے۔ اس ایک central place (اُحد) سے سات مختلف رستے نکلتے ہیں اور یہ آج کی خبر ہے کہ ----- اُحد پہاڑ کے پیچھے ایئرپورٹ بن رہا ہے -----

یہ کافی عرصے کی بات ہے کہ مقامِ ”لُد“ پر حضرتِ عیسیٰؑ دجال کو قتل کریں گے ----- تو

"لُد" ہی نہیں مل رہا تھا، حدیث کیا ملتی ...... میں نے جب اس پر تحقیق کی اور سارا نقشہ دیکھا تو "Lod" کے نام سے ایک جگہ ہے جہاں اِس وقت سب سے بڑا فوجی اور سول ایئر پورٹ ہے۔ اب اگر آسمان سے بھی کوئی ہیلی کاپٹر اترے گا تو اسے بھی کوئی air base چاہیئے نا ...... مقامِ "لُد" پر عیسیٰؑ کے اترنے والی ساری بات یہ ہے کہ یہ اسرائیل کا سب سے بڑا فوجی اور سول ایئر پورٹ ہے اور اس پر مجاہدین نے بیسیوں حملے کیے ہیں مگر یہ اتنا محفوظ ہے کہ کوئی اسے cross نہیں کر سکا۔ یہ اسرائیل کا نمائندہ ایئر پورٹ ہے اور بہت بڑا اور محفوظ ہے۔ حدیث کے مطابق اس مقام پر حضرت عیسیٰؑ دجال کو قتل کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ایئر پورٹ سے اڑنے والے جتنے فوجی ساز و سامان ہیں وہ حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں غرق ہوں گے، یہیں پر اس کو support کرنے کیلئے امریکہ اترے گا۔ امریکہ کو ملک کے طور پر بڑا نہ سمجھو۔ وہ لوگ بھی اتنے ہی بیوقوف ہیں جتنے کہ ہم لوگ ہیں۔ اصل میں جب کوئی قوت اپنے بس اور اختیار سے آگے نکل جاتی ہے، جب وہ خدائی کو چیلنج کرنا شروع کر دیتی ہے۔ حاکمیتِ الٰہیہ کے علاوہ اپنے آپ کو اس حاکمیت کا سزاوار سمجھتی ہے تو پھر شاید اللہ میاں بخشنے والے نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "کبریائی میری چادر ہے جو اس چادر کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کرتا ہے اس کے خلاف میں خود جنگ کرتا ہوں"۔ (حدیث قدسی) رسول ﷺ نے فرمایا کہ "رائی برابر کبر بھی جس مسلمان کے سینے میں ہوگا وہ کبھی جنت میں نہیں جائے گا"۔ حضرت عمر فاروقؓ جب فتح بیت المقدس کو گئے (اب غور کیجئے کہ حدیث کیا تھی اور سمجھی کیا گئی) اصحاب تشریف لائے اور خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ بہت بڑی قوم ہے۔ ہم آپ کو گھوڑا پیش کرتے ہیں۔ آپ اونٹ سے اتر کر ازراہِ کرم گھوڑے پر سواری کر لیں تو حضرت عمرؓ اونٹ سے اتر کر گھوڑے پر تشریف فرما ہو گئے۔ چونکہ سوقِ عکاظ میں حضرت عمرؓ نے ہر مرتبہ گھڑ سواری کے مقابلے جیتے ہوئے تھے جب وہ اس گھوڑے پر چڑھے اور گھوڑے کو بھی پتہ تھا کہ مجھ پر کون شہسوار ہے۔ گھوڑے کو ہاتھ کی گرفت سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ کیسا مالک آ کر بیٹھا ہے۔ اس گھوڑے نے اٹکھیلیاں کیں، ناز و انداز

دکھائے، اترایا تو حضرت عمرؓ فوراً گھوڑے سے اتر پڑے۔ "استغفار" پڑھی اور فرمایا: "لاؤ میرا اونٹ کدھر ہے"۔ اصحاب نے بڑا اصرار کیا کہ یا امیر المومنین کیا ہوا، کیا ہوا ------ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کسی کے سینے میں رائی برابر بھی کبر پیدا ہوا تو وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا۔ جب میں اس گھوڑے پر بیٹھا، جب میں نے اسے تھاما تو مجھ میں زمانہ جاہلیت کا وہی ناز و غرور آ گیا تھا۔ اس لئے اب میں مزید اس پر نہیں بیٹھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مکمل نہیں، تھوڑا نہیں، کم از کم اخلاقِ رسول ﷺ کی متابعت کی استطاعت بخشے اور خدا ہمیں اس قابل کر دے کہ جب ہم قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ کے حضور حاضر ہوں تو ہم پر اقبالؒ والی کیفیت نہ آئے۔ کیا آپ نے اس کا یہ شعر سنا؟ بہت بڑا شاعر تھا، بہت بڑی بات کہہ گیا:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روزِ محشر عذر ہائے من پذیر

(اے اللہ تو غنی ہے دو عالم سے اور میں تو فقیر ہوں۔ محشر کے دن میرا ایک عذر قبول کر لینا۔ بس ایک رعائت مانگتا ہوں تجھ سے ------) یہ شعر اقبال کے خوبصورت ترین اعترافاتِ ذات میں سے ہے۔ جیسے حافظ شیراز نے یہ کہہ کر اپنے سر سے اتار دیا:

؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اسی طرح اقبال نے بھی انسانوں کی آرزو کی آخری بات کہہ دی کہ اے پروردگار مجھے حشر کے دن ایک گنجائش دے دینا، ایک عذر قبول کر لینا:

گر حسابم را تو بینی نا گزیر

(اگر میرا احساب لازم ہی ہو جائے)

از نگاہِ مصطفےٰ پنہاں بگیر

(تو میرے رسول کی نظر سے اوجھل میرا احساب لینا) کیونکہ میں اتنا خطا کار و گناہ گار ہوں کہ مجھے

میرے رسول ﷺ سے بڑا حجاب آئے گا۔ مجھے ان کے حضور جاتے ہوئے حجاب آئے گا۔ کون ایسا باپ ملے گا جس نے زندگی اور آخرِ زمانہ تک محبتوں کے معیار قائم کئے، خلوص کے معیار قائم کئے، رحمت و کرم کے معیار قائم کئے اور ہم اس کا صلہ آج کے دنوں میں کیا دے رہے ہیں۔ اقبالؒ کو پتہ تھا کہ We are not worthy sons of our Prophet. ہم اس معزز باپ کے اتنے محترم بیٹے نہیں ہیں۔ شرم آتی ہے ہمیں اپنے وجود سے...... اللہ تعالیٰ تو اللہ ہے ہمارا پروٹوکول تو دنیا پر ہے۔ ہم تو توہینِ مراتب سے گزرتے ہیں اس نگاہِ کرم کے توسط سے جس سے ہم نے نجات حاصل کرنی ہے۔ ہم تو ان کی رسوائی کا باعث ہیں اس لئے اقبال نے کہا کہ اے اللہ اگر ضروری ہی حساب لینا ہو تو آقا و رسول ﷺ کی نظروں سے اوجھل حساب لے لینا۔ ان سے نظر بہت شرمندہ ہو گی۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ارشاداتِ گرامی کو اپنے سامنے رکھیں، کوشش کریں کہ کسی نہ کسی حد تک اس اخلاقِ عظیم کی ایک جھلک یا کوئی ایک ہی بات ہم میں آ جائے۔

سوال و جواب

متابعتِ رسول ﷺ کے لیے عقل یا دل

سوال: حضور اکرم ﷺ کی ذات کو ماننے اور ان سے رونما ہونے والے واقعات کو سمجھنے کیلئے عقل سے کام لینا ہوگا یا دل سے......

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ اگر عقل سے کام نہ لیا جائے تو کوئی بات ہی نہیں ملے گی۔ پھر بات صرف اُن کے زلف و رخسار تک ہی رہ جائے گی، پھر کتنی دیر تک آپ زلف و رخسار کے افسانے کہتے رہو گے اور رسول اللہ ﷺ بہت حسین تھے مگر آپ کو پھر اس حُسن سے کیا لینا۔ آپ کو تو اس چیز سے لینا ہے جو وہ آپ کے لئے چھوڑ گئے۔ آپ کو تو وہ طریقِ فکر، وہ طریقِ کار، وہ محبتیں، وہ اخلاق، وہ رسم و رواج لینا ہے۔ آپ کو تو ان سے قرآن لینا ہے۔ آپ کو تو اپنے رسول ﷺ سے اللہ لینا ہے۔ ٹھیک ہے کہ یہ بھی ثواب کا باعث ہے اور بڑی برکت کا باعث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدح مبارک اور تعریف ہو وہ خواہ حسان بن ثابت ہوں یا آج کا کوئی شاعر ہو، تعریفِ رسول ﷺ پر تو سب کا حق بنتا ہے مگر ہم نے زندگی میں جو کارکردگی دکھانی ہے وہ اقوالِ رسول ﷺ سے دکھانی ہے۔ احادیثِ رسول ﷺ سے دکھانی ہے۔ قرآن و حدیث کے اعمال سے ہم نے اپنے آپ کو استوار کرنا ہے۔

خوفِ الٰہی

سوال: اللہ کے خوف سے کیا مراد ہے؟

جواب: میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اللہ سے تو ڈرا ہی نہیں جا سکتا۔ اللہ کے خوف سے بڑا ایک تھانیدار کا خوف ہوتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے گھر میں کوئی خبر بھی آ جائے تا کہ پولیس والے آپ کو بلا رہے ہیں تو آپ کو اللہ کی نسبت زیادہ خوف ہوتا ہے مگر ہم اس کو خوف نہیں مانتے۔ اللہ سے ڈرا نہیں جا سکتا کیونکہ یہ sizes ہمارے نہیں ہیں۔ وہ parameter نہیں بنتا۔ اتنے

بڑے کا اتنے چھوٹے کے ساتھ parameter نہیں بنتا۔ یہ تو اب آپ کی گستاخی ہے ناکہ آپ اٹھ کر کہو کہ اے اللہ میاں! مجھے ڈرا لے جیسے کفار مکہ کہا کرتے تھے۔ خوف کا کوئی وزن ہوتا ہے، اس کا کوئی گریڈ ہوتا ہے۔ اتنے بڑے اللہ میاں کے ساتھ ہمارا کوئی گریڈ نہیں بنتا۔ میرا کیا اور آپ کا کیا...... اس پوری دنیا کے انسان بھی اگر اکٹھے ہو جائیں تو اللہ کے ساتھ وہ کوئی مخاصمت نہیں لے سکتے لڑ نہیں سکتے۔ جھگڑ نہیں سکتے اور نہ ہی اسکے ڈر سے وہ زندہ رہ سکتے ہیں۔ دراصل خدا کے خوف کا مطلب یہ ہے کہ اس فاصلے سے ڈرو جو تمہاری فضول حرکات کی وجہ سے تمہارے اور اللہ کے بیچ میں پڑ جائے۔ خوف یہ ہے کہ تم خدا کی محبت سے دور نہ ہو جاؤ۔

؎ ابھی ہے دل کو مقامِ سپردگی سے گریز
چلو اک اور سہی زلفِ عنبریں میں شکن

”فاذکرو اللہ کذکرکم اباءکم او اشدّ ذکرا“

جب کوئی خدا سے محبت کر رہا ہو تو اس محبت سے دوری کا خوف ہی اصلی خوف ہوتا ہے۔ وہ اس بات سے ڈرتا ہے کہ میں ایسی حرکت نہ کر بیٹھوں جو مجھے اپنے محبوب سے دور کر دے۔ یہی خوفِ الٰہی ہے۔

موسیٰ اور خضرؑ کا علمی تقابل

سوال: پیغمبر اپنے زمانے کا سب سے بڑا intellectual ہوتا ہے تو پھر موسیٰ خضرؑ سے علم لینے کیوں گئے؟

جواب: جہاں تک پیغمبر کی limit جاتی تھی اس وقت زمین پر موسیٰ ہی پیغمبر تھے۔ وہ اللہ کے محبوب ترین بندے تھے۔ انہوں نے غلط گمان نہیں کیا تھا۔ وہ مفروضہ نہیں بلکہ declared پیغمبر تھے اور اس وقت ساری دنیا سے زیادہ معزز ترین شخص تھے۔ اللہ نے ان کو اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تختی عطا کی تھی۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرتِ موسیٰ نے کسی تکبر کے تحت یہ کہا ہو کہ اے اللہ میں ہی سب سے زیادہ پڑھا لکھا ہو سکتا ہوں۔ اللہ نے خضرؑ کی صورت میں ان کی تعلیم مکمل کی کہ اے موسیٰ

میرے علم کو نہ جانا۔۔۔۔۔ اگر دو پیغمبروں کا تقابل کریں تو ایک پیغمبر (موسیٰ) نے یہ کہا کہ اے اللہ میں گمان کرتا ہوں کہ میں ہی دنیا کا سب سے بڑا عالم ہوں اور دوسرے پیغمبر (رسالتمآب ﷺ) سے جب ان کے علم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ساری دنیا اگر سمندر ہو جائے اور تم اس میں اپنی انگلی ڈبو دو تو جو پانی تمہاری انگلی کو لگے گا، اللہ کے مقابلے میں تمہارا علم اس سے بھی کم ہے۔ یعنی ایک طرف انکسارِ علم کا یہ عالم ہے۔ دوسری طرف موسیٰ نے حقائق پر نظر رکھتے ہوئے کہا کہ شاید میں ہی بڑا عالم ہوں کیونکہ میں ہی پیغمبر ہوں۔ اس پر خدا نے ان کو ڈانٹ پھٹکار نہیں کی اور کہا کہ موسیٰ میرا علم بہت بڑا ہے اور میں تجھے علم کی ایک اور dimension سکھانا چاہتا ہوں جو کہ پہلے تجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔ اور اگر آپ اس آیت کو پڑھیں تو موسیٰ کی بے صبری کی وجہ اللہ یہ بیان کر رہا ہے:

"کیف تصبر علی مالم تحط بہ خبراً"

(جس چیز کی تجھے پوری خبر نہیں اس پر تو کیسے صبر کر سکتا ہے)

جب حضرتِ خضر واپس پلٹ گئے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ پیغمبر کے علم میں وہ دوسری dimension نہیں آئی۔۔۔۔۔؟ جب وہ واقعہ ختم ہو گیا تو جو علم کی دوسری dimension تھی وہ بھی موسیٰ کے علم میں آ گئی اور اب خضر یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ میں آپ سے زیادہ جانتا ہوں۔ اللہ نے واقعتاً موسیٰ کے دعوے کو واقعہ خضر سے مکمل کیا۔ قرآن ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک موسیٰ کو کسی چیز کا علم نہیں بھی تھا تو اللہ نے حضرتِ خضرؑ کے واقعے سے وہ علم بھی موسیٰ کو عطا فرمایا اور یقیناً اس وقت وہ سب سے بڑے عالم تھے۔

پاکستان کے سیاسی حالات میں تبدیلی

سوال: پاکستان کے سیاسی حالات آنے والے دنوں میں کس حد تک تبدیل ہوں گے؟

جواب: جب ترکی کی جنگ ہو رہی تھی اور ترکی مردِ بیمار تھا اور ہر طرف سے اس پر افواج چڑھی ہوئی تھیں تو جنرل Van Sandars ترکی کی افواج کا جنرل تھا۔ اس نے کہا کہ I can no longer defend Turkey. میں ترکی کی مزید حفاظت نہیں کرسکتا، میں جا رہا ہوں۔ خلیفہ عبدالحمید نے کہا کہ تُو تو جا رہا ہے مگر میں پیچھے سے کس کو قیادت دوں تو اس نے کہا کہ مصطفیٰ کمال کو لے آؤ شاید وہ ترکی کو بچا لے۔ وہ اسے لے آیا اور اس نے اس وقت کے فاتحین عالم کو بری طرح شکستیں دیں، مگر اس کے بعد جو کچھ اس نے ترکی کے ساتھ کیا وہ کوئی قابلِ عزت کام نہیں تھا۔ اس نے اس عزت کے بدلے ترکی کا رخ بدلا، اسے محکوم و مجبور قوم بنا دیا۔ اس سے اس کی دینی روایات چھیننے کی کوشش کی، اسے ایک فضول قسم کے سیکولر ماحول میں لے گیا۔ بات یہ ہے کہ قوموں کو شعور ہونا چاہیئے کہ انہیں کب لیڈر بدلنا ہے۔ جنگِ عظیم شروع ہوئی اور انگلینڈ کے وزیراعظم کو یہ سمجھ کر کہ یہ نرم دل ہے، جنگ کے حالات کیلئے موزوں نہیں رہے گا ہٹا کر چرچل کو وزیراعظم بنا دیا گیا اور چرچل نے وہ جنگ جیت لی ------ آپ ان کو کیوں الزام دیتے ہو جو اوپر بیٹھے ہیں؟ آپ اپنے آپ کو الزام کیوں نہیں دیتے۔ ایک مجموعی ملی فراست کھو گئی ہے۔ ہماری ذہانتیں مردہ پڑی ہیں۔ ہم میں عقل نہیں رہی۔ جب ہم میں ہی عقل نہیں رہی، ہمارے چناؤ ہی غلط ہو گئے ہیں، جب ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے انتخاب کی اہلیتیں تبدیل نہیں کرتے، اپنی شعوری اہلیتیں تبدیل نہیں کرتے۔ ہم اگر اپنی برادریوں کی خاطر جان بوجھ کر ظالموں کا ساتھ دیتے ہیں تو پھر ملک کا یہی حال ہو گا اس لیے اصولاً پاکستانیوں کو فکر نہیں کرنا چاہیئے۔

داڑھی اور سنتِ رسول ﷺ

سوال: آپ اتنے اچھے مقرر ہیں۔ سیرتِ رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے آپ داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟

جواب: ------ پھر شاید میں اتنا اچھا مقرر نہ رہتا۔ پھر پتہ نہیں میرے گلے میں کتنی خراشیں پڑتیں، کتنے چمچ چینی کے کھانے پڑتے اور پھر میں پتہ نہیں کتنی مرتبہ اسے کھجلاتا ------ بات یہ ہے کہ داڑھی اب دین کی علامت نہیں رہی۔ بہت سی سنتیں اس وقت بھی زندہ تھیں اب بھی زندہ ہیں۔ کیا آپ سوچتے ہو کہ اس وقت جو لباس عرب میں تھا وہ پہن کر اس زمانے میں بھی آپ گھوم سکتے ہو۔

معیشت ترقی کرتی ہے، معاشرت ترقی کرتی ہے تو چیزیں بدلتی ہیں۔ اگر میرے پاس یہ choice ہو کہ میں قولِ رسول ﷺ کی اخلاقی متابعت کروں یا میرے پاس choice ہو کہ میں ان کی physical متابعت کروں تو میں صرف ایک ہی سنت کی متابعت کیوں کروں؟ کیا رسول اللہ ﷺ کی کوئی اور سنتِ ظاہرہ نہیں ہے کہ جس کی متابعت مجھ پر فرض ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے سنت ترک کی ہے تو مجھے آپ دنیا میں کوئی ایسا بندہ بتا دیں جو اس وقت ساری سنتوں پر عمل کرتا ہو۔ میں اندرونی سنتوں کی بھی بات نہیں کرتا۔ میں صرف ظاہرہ سنتوں کی بات کرتا ہوں۔ جیسے رسولِ اکرم ﷺ کے لباس میں گریباں کے پاس تین گھنڈیاں پڑی ہوتی تھیں اور ان کا گریبان اوپر سے کھلا ہوتا تھا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس وقت علمائے ظاہر وہی لباس پہنے پھرتے ہیں؟ کیا وہ جوتے جو اُس وقت رسولِ اکرم ﷺ پہنتے تھے ہمارے علمائے اسلام آج وہی پہنے پھرتے ہیں؟ کیا وہ وہی چادریں پہن رہے ہیں جو رسول ﷺ پہنتے تھے؟ اس سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ میں داڑھی نہ رکھنے کے حق میں دلیل دے رہا ہوں۔ یہ ایک اتفاق ہے۔ اتفاق یہ ہوا کہ جب میں جوان تھا تو مجھے داڑھی کا بہت شوق تھا۔ میں نے داڑھی رکھنے کی کوشش کی۔ مگر میرے دو چار بال اگتے تھے اور باقی کے نکلتے ہی نہیں تھے۔ دو چار ادھر نکل آئے، دو چار ادھر نکل آئے۔ میں ہر روز ان کو بلیڈ سے shave کرتا تا کہ سارے بال اکٹھے نکل آئیں مگر پھر بھی بیچ میں خلا رہ جاتا۔ پھر بدقسمتی سے میں نے کوشش ہی چھوڑ دی کہ: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ"

حدیثِ عقل کی سند

سوال: آپ نے جو عقل اور "کنت کنزاً مخفیاً" والی حدیث سنائی ہے اس کا حوالہ بتایئے کہ کیا یہ صحیح سند سے ثابت ہیں؟

جواب: عقل کی تخلیق والی حدیث ابنِ ماجہ اور نسائی میں quoted ہے۔ یہ ابو رزین عقیلیؓ کی حدیث ہے اور "کنت کنزاً مخفیاً" کے بارے میں تھوڑا سا شبہ ضرور ہے مگر محدثین کا قول ہے کہ جب کوئی بات بہت قرینِ قیاس لگے اور بہت صحیح لگے تو پھر اس کو احادیث سے نکالتے نہیں ہیں۔

"کنت کنزاً......" والی حدیث میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو ہم فسق و فجور کہیں بلکہ یہ وہ واحد حدیث ہے جو قرآن کے مطابق ہے کیونکہ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ نے عقل و معرفت اور علم کا ایک سبب اور وجہ یہ بتائی کہ:

"انا هدینه السبیل اما شاکرا واما کفورًا"

(تمام عقل و شعور میں نے تمہیں اس لئے دیا کہ تم مجھے پہچانو یا میرا انکار کردو۔) اس لئے اس روایت کو اگر آپ حدیث نہ بھی سمجھیں تو تب بھی یہ اسی قولِ قرآن کے مطابق ہے۔ "کنت کنزاً مخفیاً ما احیبت عن عرف فخلقت الخلق لیعرفون" (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ آشکار ہو جاؤں تو میں نے اپنے تعارف کیلئے مخلوق کو پیدا کیا۔) میرے خیال میں اس روائت میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ یہ قول خلافِ شرع ہے خلافِ حدیث ہے یا خلافِ اسلام ہے۔

اسلام ایک تبلیغی مذہب اور توہینِ رسالت

سوال: امریکہ میں ایک یہودی سکالر ہیں جن کا نام Daniel Piers ہے۔ انہوں نے اکثر اسلام کے خلاف لکھا ہے اور اسلام پر انکا جو بنیادی criticism ہے اس میں وہ یہ کہتے ہیں کہ Islam is too missionizing while Judism is not. (اسلام بہت زیادہ تبلیغی مذہب ہے جبکہ یہودیت نہیں ہے۔) اس اعتراض کو ہم کس طرح defend کر سکتے ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ گوجرہ کے واقعہ کے حوالے سے بتائیے کہ کیا اس طرح توہینِ رسالت ہو جاتی ہے؟

جواب: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کسی عیسائی سے مخالفت پڑ جائے تو بعض مفسد پسند لوگ توہینِ رسالت کو مسلمان کو بھڑکانے کیلئے سب سے آسان ترین عذر سمجھتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ کوئی شخص حضور اکرم ﷺ کی شان میں اتنی blatant توہین کرتا ہو۔ توہینِ رسالت کے جو واقعات ہم لوگ دیکھتے ہیں یہ ایک plotting ہے۔ ہمارا ملک چونکہ ہمیشہ کسی نہ کسی فتنہ و

فساد کی زد میں رہتا ہے اور بہت سارے "جو فروش" گندم نما لوگ اس معاشرے میں ایسے موجود ہیں جو ہر وقت اس ملک کیلئے کسی نہ کسی فتنے کی تلاش میں رہتے ہیں اس لئے عموماً جو sabotage (شرانگیز) یا fifth columnist طبقہ ہے وہ قوم کا سب سے کمزور پہلو ڈھونڈتا ہے اور ہماری قوم یعنی مسلمانوں کا weakest پہلو "محمد رسول اللہ ﷺ" ہیں اور ہمیں اس کمزوری پر فخر ہے...... مگر ہمیں اس کمزوری کی وجہ سے فتنہ و فساد کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ ہم توہین رسالت کے ضمن میں اللہ اور رسول ﷺ کے دوسرے قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے گوجرہ کے واقعہ کے حوالے سے react کیا کیونکہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ افواہ پر مت جاؤ بلکہ پہلے تصدیق کرو اور یہ کب اللہ نے کہا ہے کہ اگر ایک شخص ملزم ہے تو تم پورے خاندان کو تباہ کر دو یا پورے ایک گاؤں کو تباہ کر دو۔ میرے نزدیک یہ کسی سیانے، سمجھدار اور اچھے مسلمان کا کام نہیں ہے۔ یہ وہی Fifth columnist agent ہیں جنہوں نے ہماری کمزوری کا ایک مرتبہ پھر فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسلام کو missionizing وہ عیسائی کہہ رہا ہے جو ہمیشہ اسلام پر کسی نہ کسی حوالے سے تنقید کرتا رہتا ہے۔ آج تک تاریخ اسلام میں باقاعدگی سے سوائے آج کے دنوں کے کسی غیر ملک میں کوئی اسلامی مشن نہیں بھیجا گیا۔ جزیرہ نمائے عرب کے باہر کوئی تبلیغی مشن نہیں بھیجا گیا۔ ہمارے تبلیغی بھائیوں کو تو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے دور میں مشن بھیجے گئے اور اہلِ عرب نے ان حفاظ کو شہید کرنا شروع کر دیا تو پھر یہ طریقہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ترک کر دیا گیا اور رسولِ پاک ﷺ نے حفاظ کرام کا دوسرے علاقوں میں جانا منع کر دیا اور اس کی جگہ نیا طریقہ ڈھونڈا گیا اور وہ نیا طریقہ یہ تھا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس قبیلے کو اسلام کی ضرورت ہو وہ اپنے دس لوگ بھیجے جو central capital- یعنی مدینہ میں آ کر اسلام کی تعلیم حاصل کریں اور پھر وہ اپنی قوم کو پلٹ جائیں...... یہ ان دنوں جو مہاجرت شروع ہوئی ہے اس کا تو کوئی جواز مجھے نظر نہیں آتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسلام نے missionary (تبلیغی جماعتیں) کہیں نہیں بھیجیں۔ عیسائی مشن جہاں بھی جاتے تھے افریقہ میں یا کہیں اور......

They have never come across the muslim missionaries. البتہ یہ جتنا اسلام پھیلا ہے یہ مشنری جذبے سے پھیلا ہے مشن سے نہیں پھیلا یعنی اولیاء اللہ تعالیٰ العزیز خدا کے وہ بندے جو خدا کی محبت میں سرخرو ہوئے جیسے "اصحابک النجوم" (میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں) وہ اصحابؓ جہاں جہاں بھی گئے انہوں نے وہاں روشنی پھیلائی اسی طرح اللہ کے ولی جدھر بھی گئے وہاں انہوں نے روشنی پھیلائی۔ اب آپ انڈیا میں کیا calculate کریں گے کہ وہاں مشنری کہاں سے آئے؟ کیا وہاں اسلام missionaries کی وجہ سے پھیلا؟ وہ علی بن عثمان ہجویری غزنی کے محلے سے چلا ہوا درویش جو صرف ایک اکیلا آدمی تھا وہ مشن ضرور تھا مگر مشنری نہیں تھا۔ وہ اپنی ذات میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ جو عہد کر کے چلے اسے انہوں نے نبھایا۔ وہ ایک انسان تھا...... خواجہ معین الدین چشتیؒ ایک آدمی تھا...... خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ صرف ایک آدمی تھا...... خواجہ نظامؒ ایک آدمی تھا...... خواجہ چراغ دہلیؒ صرف ایک آدمی تھا...... اور کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ خواجہ مہر علی صرف ایک آدمی تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے حضور سے یہ آگہی پائی اور یہ اکیلے مختلف جگہوں پر گئے مگر انہوں نے بھی کسی کو زبردستی اپنی طرف نہیں بلایا۔ اصل میں اسلام میں missionary دوسری قسم کی ہے۔ اللہ نے تمام انسانوں کے ساتھ ایک وعدہ کیا تھا کہ میں کسی قوم کو تباہ نہیں کروں گا جب تک ان کے پاس رسول نہ بھیج لوں: "الا بلسان قومہ" (مگر اسی قوم کی زبان میں) اب رسول تو دنیا سے چلے گئے، رسالت تو اب آنی ہی نہیں۔ اب ان کی جگہ اللہ نے یہ کام اولیاء اللہ سے لیا کہ اس کو جن علاقوں کی فلاح و بہتری منظور تھی وہاں اس نے اپنے بندے بھیجے اور انہوں نے کسی کو گھسیٹا نہیں، چھاپہ نہیں مارا، کسی کو رات کو جگایا نہیں۔ بس وہاں جا کر بیٹھے اور خدا نے ان کے نور کو پھیلایا پھر دیکھتے ہی دیکھتے برصغیر کے کروڑوں لوگ مسلمان ہو گئے۔ مگر ایسا ہم نے علماء سے نہیں سنا۔ اگر آپ برصغیر کی پوری تاریخ دیکھ لیں تو کم از کم میرے علم میں علماء کی کوئی ایسی اجتماعی کوشش موجود نہیں ہے جن کے ہاتھوں پر کوئی شہری مسلمان ہو گیا ہو۔ ہاں جدھر دیکھو گے وہاں آپ کو ایک ولی

اللہ ضرور ملے گا۔ کہیں یوسف سلیم چشتی بیٹھا ہوا ہے، کہیں اجمیر کا ولی بیٹھا ہوا ہے۔ اصل میں اس وقت کے علماء اس مشکل میں پڑ گئے کہ کتابیں تو ہمارے پاس ہیں اور لوگ متابعت ان (اولیاء) کی کر رہے ہیں تو انہوں نے اس جھگڑے میں آ کر ولیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ لوگ نذر و نیاز ان کے پاس لے جاتے تھے۔ آپ کو یہ پتہ ہے نا کہ اگر مولوی سے نذر و نیاز چھن جائے تو کیا ہوتا ہے؟ یہ بعد میں اولیاء اللہ کے خلاف جتنا پروپیگنڈہ چلا حقیقتاً یہ اسی وجہ سے تھا۔ یہ سچ ہے کہ علم ٹرانسفر نہیں ہوتا۔ پیروں کی اولادوں کے پاس ان پیروں کی دعا ضرور ہے مگر علم نہیں ہے۔ "وہ تعلیم اکتساب ہے، دعا عطا ہے"۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ شیخ عبدالقادر کا بیٹا بھی شیخ عبدالقادر ہو۔ خواجہ علی بن عثمان ہجویریؒ کا تو کوئی مرید نکلا ہی نہیں۔ اس اہلبیت کا کوئی ولی ہی نہیں نکل سکا۔ اہلِ چشت کا کچھ سلسلہ اگے اچھے اور رقاس شاگردوں کی وجہ سے چلتا رہا مگر لوگ علماء کے ہاتھوں پر مسلمان نہیں ہوئے۔ لوگ اولیاء اللہ کے ہاتھ پر ان کی محبتوں اور ان کے اخلاق کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ لوگوں نے ان کو دیکھ کر کہا کہ "اگر یہ اللہ کے بندے ہیں تو پھر ہم بھی اس اللہ کو مانتے ہیں"۔ انہوں نے اپنے پروہت دیکھے۔ بڑے بڑے جابرانِ وقت دیکھے۔ وہ مندروں میں گئے۔ مگر انہیں اللہ کے ایسے بندے کہیں نہ ملے۔ There were two appeals of Islam in sub-continent, the person and the message. ایک تو یہ کہ اسلام بہت خوبصورت اور سیدھا سادا سا مذہب تھا، اور پھر جنہوں نے اپنایا ہوا تھا وہ بڑے خوبصورت لوگ تھے۔ اس وجہ سے اسلام پھیلا۔ ایسا کوئی خنجری ہے ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی یہودی یہ اعتراض کرے کہ اسلام خنجری ہے تو میں یہی کہوں گا کہ He has no authority on the historical movements of religions.

نماز اور عشقِ رسول ﷺ

سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ میں عاشقِ رسول ﷺ ہوں اور میرا یہ عشق مجھے بخشوا دے گا مگر وہ نماز نہیں پڑھتا تو کیا ایسا کرنا درست ہے؟

جواب: ایک چیز تعلیم اور academics ہوتی ہے۔ آپ اگر مجھ سے کہو کہ نماز نہ پڑھنا درست ہے تو میں کہوں گا کہ نہیں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ یہ درست نہیں مگر میں کسی انسان کی finality پر رائے دینے کے قائل نہیں ہوتا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس آدمی کا انجام یہ ہوتا ہے اور اس آدمی کا انجام یہ ہوتا ہے۔ اس نے جنت میں جانا ہے اور اس نے نہیں جانا۔ ہاں! آپ افعال کے بارے میں رائے لے سکتے ہو کہ ایک انسان اگر کھانا نہیں کھاتا تو میں کہوں کہ نہیں اسے کھانا چاہیئے، اگر ایک انسان نماز نہیں پڑھتا تو میں کہوں کہ اُسے پڑھنا چاہیئے، یہ روزے نہیں رکھتا تو میں کہوں کہ یار رکھ لو۔ ہم بہت slight اور moderate لہجے میں اسے advice کر سکتے ہیں کہ بھئی یہ کام ٹھیک نہیں ہے ایسے نہ کرو یہ غلط ہے، نماز پڑھا کرو لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو میں اس پر یہ رائے نہیں دے سکتا کہ یہ کافر ہو گیا ہے یا یہ جہنمی ہو گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ قولِ رسول ﷺ میرے راستے میں حائل ہے: "ایک آدمی ساری عمر غلط کام کرتا ہے اور آخر میں وہ کوئی ایسی نیکی کر جاتا ہے کہ اس کا مقام جنت ہوتا ہے اور ایک شخص ساری عمر نیک کام کرتا ہے اور آخر میں ایسا کام کرتا ہے جو اسے جہنم کا سزاوار بنا دیتا ہے۔" یہ صحاح ستہ کی حدیث ہے۔ ایک اور حدیث بھی سن لیجئے جس کی وجہ سے مجھے یہ جرأت نہیں ہوتی کہ میں ایسی بات کروں: رسولِ اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ قیامت کب آئے گی تو حضور ﷺ نے پوچھا کہ تُو نے اس کیلئے کیا تیاری کی ہے۔ اس نے کہا: "کوئی خاص نہیں کی"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا نمازیں بہت پڑھی ہیں؟" اس نے کہا: "اتنی تو نہیں پڑھیں"۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "کیا صدقات بہت دیئے ہیں؟" اس نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ اتنا تو میرے پاس تھا ہی نہیں کہ میں دیتا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کس برتے پر تُو قیامت کو پوچھتا ہے۔ اس نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ سے محبت بہت ہے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگ قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے وہ محبت کرتے ہیں"۔ اب اس حدیث کے بعد آپ بتاؤ کہ میں اس مسئلے کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں جو آپ پوچھ رہے ہو۔ اس زبانِ مبارک سے کچھ اور نکل

رہا ہے ادھر سے کچھ اور نکل رہا ہے۔ اسی سے متعلق ایک اور بات سن لیجئے کہ امام ابنِ تیمیہؒ نے جو بہت سخت گیر تھے امام ابوالحسن شاذلیؒ کو خط لکھا کہ تو بڑا محبتوں پر زور دیتا پھرتا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا تو جیسے میں نے باقی علماء کی کھال کھنچوائی ہے، تیری بھی کھنچوادوں گا۔ امام شاذلیؒ نے اسے لکھا کہ اے امام اہلِ حدیث میں تیری طرف ایک متفق علیہ حدیث بھیج رہا ہوں اگر یہ غلط ہے تو جواب وہی کر لینا اور اگر غلط نہیں ہے تو خاموش ہو جانا۔ پھر اس کے بعد امام نے ان سے کبھی نہیں پوچھا۔ امام شاذلیؒ ولی تھے اور ابنِ تیمیہؒ امامِ اہل تقویٰ تھے۔ اس کے بعد امام ابن تیمیہؒ نے کبھی امام ابوالحسن شاذلیؒ کو نہیں پوچھا۔ جو حدیث انہوں نے بھیجی تھی وہ یہی تھی کہ لوگ قیامت کے دن اس کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے انہیں محبت ہوگی ۔۔۔۔۔۔ اعتراض کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ جس کے ساتھ محبت ہو اس کے خصائل بھی اپنانے چاہئیں ۔۔۔۔۔۔ مگر یہ تو ہم کہتے ہیں۔

دنیا کی بھلائی

سوال: قرآن میں دعا ہے کہ اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اس دعا میں دنیا کی بھلائی سے کیا مراد ہے؟

جواب: میرا خیال ہے کہ اتنے بڑے احکامات کو اللہ نے ایک جملے میں سمیٹا ہے۔ بھلائی وہ سارے کام ہیں جو قرآن بتاتا ہے اور خرابی وہ ساری خرابیاں ہیں جن سے قرآن منع کرتا ہے۔ اس میں اوامر و نہی دونوں ہیں۔ قرآن کیا ہے ۔۔۔۔۔؟ یہ کتاب فیصلہ ہے۔ اچھے اور برے میں فیصلہ دیتی ہے کہ یہ کام اچھے ہیں اور یہ کام برے ہیں تو میرا خیال یہ ہے کہ قرآن پڑھنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اللہ کو کون سے کام پسند ہیں اور کون سے نہیں۔

پاکستان کا مستقبل

سوال: پاکستان کا مستقبل کیا ہے؟

جواب: یہ سوال تو آخری ہے مگر پاکستان کا مستقبل آخری نہیں ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ بھی وہم اور وسوسہ کی ایک مسلسل campaign ہے جو ہر پاکستانی کے ذہن کو دی جاتی ہے۔ آج کیا ہو

گا؟ کل کیا ہوگا؟ پرسوں کیا ہوگا؟ ہائے پاکستان------! ہائے پاکستان------! میں کہتا ہوں کہ کیا ہوا ہے پاکستان کو------؟ اٹھائیس سال تک سری لنکا جو ایک چھوٹا سا ملک ہے تامل ٹائیگر باغیوں کے ساتھ لڑتا رہا۔ میں آپ سے سوال پوچھتا ہوں کہ کیا اٹھائیس سال میں سری لنکا ٹوٹ گیا۔ کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ باغیوں نے سری لنکا پر قبضہ کر لیا تھا؟ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ سری لنکا نے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے یا وہ تقسیم ہو گیا تھا------؟ ایسا بالکل نہیں ہوا تھا۔ اب آپ مجھے ایک دوسری بات کا جواب دیجئے کہ طالبان کو غلبہ حاصل تھا، ان کے پاس حکومت تھی، سازوسامان تھا، سب کچھ تھا پھر ان پر امریکہ نے حملہ کر دیا یا "شمالی اتحاد" جو ایک کمزور اور بزدل سی جماعت تھی انہوں نے حملہ کر دیا اور طالبان کو پسپا کر دیا اور وہ پہاڑوں میں جا گھسے۔ جو طالبان ایک چھوٹے سے گروہ کی وجہ سے اپنے ملک کا غلبہ چھوڑ گئے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ دنیا کی Top professional آرمی کے سامنے کھڑے ہو کر انہوں نے پاکستان پر قبضہ کر لینا ہے؟ میرا خیال ہے کہ یہ خواب تو کوئی ملا ہی دیکھ سکتا ہے۔ ایک sensible آدمی یہ خواب نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو مار دیا، مجھے مار دیا، دس بچے مار دیئے، مخلوق کو وحشت زدہ کر دیا مگر کسی ملک پر ایسے گروہوں کا قبضہ کر لینا ناممکن ہے۔ اگر ہم لوگ تنگ ہیں تو اپنے ہاتھوں سے تنگ ہیں۔ ہمیشہ ہماری محبتیں ہماری رسوائیوں کا باعث بنتی ہیں۔ اب اگر آپ نے یہ حکومت بٹھائی ہے تو اس کا باعث آپ خود ہیں۔ کل جس کو بٹھاؤ گے اس کا باعث بھی آپ ہو گے۔ جس دن آپ نے فیصلہ کر لیا کہ ہم نے حسب نسب سے ہٹ کر اپنا سردار ایک ایماندار آدمی کو چننا ہے تو بس اسی دن پاکستان بدل جائے گا اور پاکستانیوں کا نصیب بھی بدل جائے گا۔

آپ نے کبھی مہدی کی تعریف سنی جو بخاری میں درج ہے۔ مہدی کے خواب دیکھ دیکھ کر صبح وشام آپ لوگ پاگل ہوئے رہتے ہو مگر آپ نے کیا مہدی کی تعریف سنی ہے جو بخاری میں درج ہے کہ زمانہ آخر میں مسلمانوں کے گروہ کا سردار ایک نیک مسلمان ہو گا۔ اسکے علاوہ اور کچھ نہیں------ زمانہ آخر تو اب شروع ہو چکا ہے۔ جس دن آپ کو پاکستان میں ایک نیک حکمران

مل گیا اسی دن سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ کوشش کرو، سوچو، یہ آپ کی ذمہ داری ہے مگر آپ کو تو جمہوریت (democracy) سے محبت ہے۔ آپ نے تو اللہ پر چھوڑا ہی کچھ نہیں ہے۔ اگر اللہ پر چھوڑتے تو کہیں نہ کہیں سے آپ کو نیک مسلمان نکال ہی دیتا۔ آپ تو democracy پر تکیہ کر رہے ہو تو پھر چنو ......! نکالو اپنے بیچ میں سے کسی مسلمان کو......! پاکستان کو کچھ نہیں ہوا مگر یہ کہ آپ کا انتخاب مجبور ہے۔

مذہب: ماضی، حال اور مستقبل

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۝

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

آج کا موضوع دلچسپ، غور وفکر والا اور فیصلہ کن ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا اللہ نے انسان کو پیدا کیا یا انسان نے اللہ کو پیدا کیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا خدا ایک مفروضہء حیات ہے اور انسان کیا ایک حادثے کی پیداوار ہے؟ کیا کائنات میں کوئی ایسا تضاد موجود ہے جو خدا کے ثبوت میں ہمیں تسلی بخش سکتا ہے؟ کیا کائنات، انسان اور خدا کی اس تکون میں ایک خدا ہی ایسا مجبورِ محض ہے جس کے حق میں کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں اور کیا وہ تمام دلائل جو فلاسفہء شرق و غرب دیتے آئے ہیں۔ کبھی ان میں اشراقیا تھے، کبھی رواقیا تھے، کبھی sceptics (فلسفہء تشکیک)

والے لا تھے اور کبھی seculars تھے۔ Greek فلسفیوں سے لے کر آج تک خدا پر ظن و گمان تو بہت ہوا، اتفاقات کی باتیں تو بہت ہوئیں مگر جب بھی کبھی ایمان آزمائش میں آیا تو یہ بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا کہ کیا خدا کا کوئی حتمی ثبوت موجود ہے یا ہم برسوں سے ایک روایت خیال کی پرستش کرتے چلے آرہے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہماری پرستش ہمارے اپنے ذہن کے کسی آسیب کی طرح تو نہیں ہے۔ آج کا موضوع اس لحاظ سے پہلے کبھی زیر بحث نہیں آیا۔ آج میں اس پر صرف مذہبی نقطۂ نظر سے ہی بات نہیں کروں گا۔

دو بڑے علوم anthropology اور cosmology کی شاخیں مسلسل اللہ پر غور و فکر کر رہی ہیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ Everybody is looking for a theory of every thing. طبیعات دان ایسی theory یا ایسا نقطۂ نظر ڈھونڈ رہے ہیں جو تمام مسائل کو حل کر دے ایسی theory جو پورے کائناتی اسرار کو حل کر دے۔ ایسا خیال جو کم و بیش ہم جدھر لے کر جائیں، جس موضوع پر رکھیں، جس situation پر اس کو عمل درآمد میں لائیں تمام کے تمام مسائل حقیقت فاش ہو جائیں اور ہم بڑی تسلی سے کہہ سکیں کہ This is a theory if applied to everything, solves everything. مگر بدقسمتی سے ایسا نہیں ہوا۔ ریاضی دان ایسا نہیں کر سکے، طبیعات دان ایسا نہیں کر سکے، فلاسفر ایسا نہیں کر سکے مگر بحث مسلسل جاری ہے۔ آیئے آج آپ کو میں تھوڑا سا یہ بتانے کی کوشش کروں گا کہ Do we have a theory of everything? یا کوئی ایسا خلاقِ عالم ہے جو ان ساری چیزوں کو جانتے ہوئے جب کوئی بات کرتا ہے تو وہ کسی بھی زمانے کی ہو، کسی بھی حال کی ہو، کسی بھی situation کی ہو وہ بات پھر ایک مطلق حقیقت اور سچائی ہوتی ہے اور اسے کسی بھی قیمت پر رد نہیں کیا جا سکتا۔

مذہب اور سائنسز میں ایک تضاد مسلسل موجود رہا اگر آپ کو ایک مزے کی بات بتاؤں کہ سائنس مسلسل غلطیاں کرتی ہے اور مسلسل غلطیاں کرتی رہی۔ سائنس آج بھی illusions

میں ہے سائنس اپنے بارے میں مشکوک ہے کہ ہمارا کوئی فیصلہ چاہے وہ relativity ہو، چاہے وہ نیوٹن کی Theory of gravity ہو، چاہے کائناتی حقیقت میں کوئی certainty یا uncertainity ہو، کیا وہ واقعی آخری حل ہے یا آخری بات ہے مگر وہ خود یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ نہیں۔ We are just exploring the possibility. ریاضی دان یہ سوچتا ہے کہ میں نے یہ جو فارمولا نکالا ہے یا سوچا ہے یہ پہلے سے کائنات میں موجود تھا یا میری سوچ کے مطابق کائنات میں اس قدر حل موجود ہیں کہ کوئی نہ کوئی حل آ کے میرے فارمولے سے جڑ جاتا ہے۔ There is uttered confusion about theory and reality جتنی بڑی سائنس اتنا بڑا ابحران، جتنا بڑا سائنس دان اتنا ہی زیادہ confused ----- مگر کچھ حقیقتیں ایسی ہیں، کچھ باتیں ایسی ہیں جن کے ساتھ ہمیں compromise کرنا ہے۔ اگر سائنسدان اور دانشور مذہب کے ساتھ compromise کرنا چاہیں، اگر اللہ کی دی ہوئی کسی کتاب کے ساتھ compromise کرنا چاہیں تو پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کیا حل نکلتا ہے۔

میری اس گفتگو کا تمام تر مرکز قرآن ہوگا۔ مگر قرآن ہی کیوں -----؟ انجیل کیوں نہیں؟ زبور کیوں نہیں؟ تالمود کیوں نہیں؟ غزل الغزلات نہیں؟ نغمہ سلیمان، نہیں -----؟ اس کی بڑی خاص وجہ ہے وہ یہ کہ جب ہم کسی total reality کو challenge کرتے ہیں، جب ہمیں خدائے مطلق کے بارے میں غور کرنا ہوتا ہے، جب ہم سائنسز کے اختلاف کے خلاف ایک مضبوط ترین دلیل پیش کرنے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو ہمیں دیکھنا ہوتا ہے کہ کیا چیز اللہ کو represent کرتی ہے؟ آپ کہہ سکتے ہو کہ تالمود اللہ کی کتاب ہے۔ آپ کہہ سکتے ہو کہ انجیل اللہ کی کتاب ہے۔ میں بھی یہی کہتا ہوں کہ ہاں وہ تھیں ----- مگر اللہ سے تو پوچھ لو جس کو ہم discuss کر رہے ہیں، جس کو ہم پوچھتے ہیں کہ اے پروردگار! (اے so called پروردگار) کیا تو چاہتا ہے کہ ہم ان کتابوں سے تیری تصدیق کریں تو وہ کہتا ہے کہ No, not at all ٹھیک ہے یہ میری کتابیں تھیں، میرے الفاظ تھے، یہ میری باتیں تھیں جو میں نے پیغمبروں

کے ذریعے اپنے بندوں تک پہنچائیں مگر اب میں ان کتابوں کو وہ سند نہیں دے رہا، اگر تم نے مجھے quote کرنا ہے میرے سام کے ساتھ اگر تم نے دلیل forward کرنی ہے تو اب دلیل انجیل سے نہیں جائے گی----- کیوں بھئی ایسا کیا پرابلم ہو گیا اب-----؟ کیونکہ وہ تسلسل جاری نہیں رہ سکا-----

ایک المیہ مذہب کے ساتھ ہوا، مگر وہ المیہ سائنس کیساتھ نہیں ہوا، بطلیموس (Ptolemy) غلط تھا یا صحیح، کاپرنیکس غلط تھا یا صحیح، گلیلیو غلط تھا یا صحیح مگر اسے رسل بھی مانتا ہے، اسے آج کا سائنس دان بھی اتنا ہی محترم مانتا ہے، اور اسے own کرتا ہے اس کی غلطیوں کو own کرتا ہے، اس کی progress کو own کرتا ہے اور اس کے نتائج پر اسی طرح قائم ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ وہ عظیم تر لوگ تھے کہ جنہوں نے سائنسز کا آغاز کیا۔ یہ ہمارے باپ دادا تھے We owned them مگر مذہب میں ایسا نہیں ہے۔ جب بنو اسرائیل پر خدا اترا تو انہوں نے اسے بنو اسرائیل سے باہر نہیں جانے دیا۔ انہوں نے مذہب کو کوئی progress نہیں ملا۔ انہوں نے اسے God family بنا لیا۔ اپنے خاندان کا فرد بنا لیا۔ جیواہا بنو اسرائیل سے باہر exist نہیں کرتا وہ ایک خاندان کا خدا ہے۔ ابراہیمؑ اور موسیٰ اور عیسیٰ کا خدا ہونے کے باوجود بنو اسرائیل کے تعصبات نے اسے ایک عالمی کائناتی مالک کی حیثیت کے بجائے ایک قبیلے کی ملکیت بنا دیا۔ بعد میں عیسائی آئے۔ Christians accepted the God of Israil but Jews never accepted the new prophet of God. یہ ایک بہت بڑا المیہ تھا۔ عیسائیوں نے موسیٰ پر اعتراضات نہیں کیے، ابراہیمؑ پر اعتراضات نہیں کیے مگر یہودیوں نے انہیں impostor اور out caste (ناکارہ) قرار دیا اور ایک ہی مذہب کی روایتی movement کو کاٹ دیا مگر شروع شروع کے عیسائی بھی یہودی تھے اس لئے انہوں نے خدا کو مزید باندھا اور لپیٹا۔ پہلے خدا قبیلے کا تھا اب ان کا خدا فیملی بن گیا۔ اس نے شادی کر لی اور اس کے بال بچے بھی ہو گئے۔ They did not allow God to function as a total power. کا کائناتی خلاقیت کی کوئی چیز اللہ میں نہ رہی ایسے لگا کہ وہ ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور اسی فیملی کی قدر و قیمت اس میں موجود ہے۔ اس کے بعد اسلام آیا۔ کیا انہوں نے اسلام کو مان لیا-----؟ نہیں----- Religion again retarded پچھلی کلیسائی (hierarchy) حکومت نے نئے religious revolution (مذہبی انقلاب) سے انکار کر دیا۔ اسلام سے انکار کر دیا۔ محمد ﷺ کو رسول ماننے سے انکار کر دیا اور اللہ کو خدا کا متقابل حرف سمجھا مگر اسے ایک totality میں پروردگارِ عالم ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ ایک المیہ تھا۔ The rift which did not come into sciences, it came into religion. مذہب میں چند گروہوں نے جیسے آج آپ کے مذہب کے اندر وہی گروہ اپنی اپنی تعبیرات کو مستقل کر کے دیواروں میں سمیٹ کے اسے حتمی (finalize) کر رہے ہیں اسی طرح جو آفاقیت اور اعلیٰ ترین مطالبِ مذہب تھے وہ اُس بدقسمتی میں کھو گئے۔

سائنس اور مذہب میں سب سے بڑا اختلاف genesis (تورات میں کتاب پیدائش) کی وجہ سے آیا کیونکہ نظریہ آدم کچھ اور تھا اور سائنسز نے بڑی عرق ریزی کے بعد نظریہ انسان قائم کیا۔ ڈارون (Darwin) سے لے کر Kipler تک نے لمبی تحقیقات کیں، ایک procedure مرتب کیا اور بڑے بڑے دانش وروں نے اس پر حکمت کے موتی برسائے۔ اگرچہ سائنس کا ہر یقین بعد میں تبدیل ہو جاتا ہے مگر سائنس دانوں نے بہت محنت اور جستجو کے بعد کائناتی تاریخ میں سے آدم کو ڈھونڈا۔ انہوں نے کہا کہ کوئی آدم نہیں تھا، کوئی انسان اچانک زمین پر نہیں اترا، کوئی خدا کی طرف سے نہیں اترا۔ خدا ہی نہیں تھا تو آدم کہاں سے اترتا۔ انہوں نے ماہرین حیاتیات، ماہرین عمرانیات اور فوسلز کے ماہرین ہونے کی حیثیت سے اپنا ایک پورے کا پورا رجسٹر مرتب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایک کروڑ سال پہلے کی مخلوقات میں سے انہیں ایک مخلوق میں آج کے انسان کی مشابہت نظر آئی ہے-----اگر آپ آج اس مخلوق کو خواب میں بھی دیکھ لو تو ڈر جاؤ۔ اُسے Homonides کہتے ہیں۔ ایک کروڑ سال پہلے کی یہ وہ ہستی تھی جو وہ

ٹانگوں پر کھڑی تھی اور جو انسان سے مشابہ تھی۔ سائنسدانوں کو دو ٹانگوں پر کھڑا ہوا یہ انسان افریقہ کے فوسلز میں ملا۔ دس لاکھ سے لیکر پندرہ لاکھ سال پہلے تک ہمیں اس کا وجود نظر آتا ہے اور اس کے دماغ کی مقدار چھ سو ساٹھ کیوبک سینٹی میٹر ہے۔ وہ ایک عجیب وغریب سی ہستی تھی جو ہماری طرح تو نہیں تھا مگر اتنا مشابہ تھا کہ ہم انسانوں نے اسے جدامجد سمجھا اور اس کا نام ہم نے Homo Habilis رکھا۔ جب ہم سائنسز کی نظر سے دیکھتے ہیں تو لفظ Homo انسان کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے آگے کی طرف بڑھتے ہوئے چودہ لاکھ سال پہلے ہمیں زمین پر ایک دوسرا انسان نظر آتا ہے۔ یہ انسان بیس ہزار سال سے لے کر دو لاکھ سال تک بھی نظر آیا یہ افریقہ، یوریشیا، جاوا، چین وغیرہ میں نظر آیا اور اس کے دماغ کا حجم پہلے انسان سے بڑھ گیا تھا۔ پہلے انسان کا دماغ چھ سو ساٹھ کیوبک سینٹی میٹر تھا مگر اس کا گیارہ سو کیوبک سینٹی میٹر تک بڑھ گیا۔ یہ کیسے بڑھ گیا......؟ نہ سائنسدان کو پتا چل سکا، نہ ہمیں پتہ ہے۔ صرف اللہ جانتا ہے۔ گیارہ سو کیوبک سینٹی میٹر دماغ والا یہ انسان کھڑا ہو کے چلتا تھا، کلہاڑے سے لڑتا تھا، جانور تھا مگر آدمی کی طرح تھا۔ آج ہم نے اُس انسان کا نام Homo erectus رکھا ہے۔ Erectus کا مطلب ہے کھڑا ہوا...... جب ہم اس سے آگے بڑھتے ہیں تو ہمیں ایک اور عجیب وغریب انسان نظر آتا ہے جو موجودہ انسان سے زیادہ مشابہہ ہے۔ اس کا سر بڑا، لمبوترا، کدو کی طرح اور آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی ہیں مگر لگتا انسان ہی ہے۔ اتفاقا آج بھی ہمارے ہاں کئی لوگ کدو کی طرح کے سر والے ہوتے ہیں۔ وہ کدو جیسے سر والے انسان چھوٹے قد کے تھے بونوں کی طرح...... ان کو Homo Neanderthal کہتے ہیں۔ ہمیں یہ سراغ نظر آیا کہ شاید یہ بھی ہمارے آباؤ اجداد میں سے ہے۔ مزید آگے بڑھتے ہوئے اب ہمیں ایک اور انسان نظر آرہا ہے اور یہ انسان آپ سے یعنی موجودہ انسان سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ یہ چار ملین سے لیکر تین ملین سال پہلے کے درمیان کے زمانے میں ہمیں نظر آتا ہے مگر ہم نے اس کا نام عجیب رکھ دیا ہے ہم نے اس کا نام sapien رکھ دیا، یعنی سوچنے والا انسان۔ اب جو انسان ہمیں نظر آتا ہے ہم اسے

Homo sapien کہتے ہیں۔ یہ ہم ہیں، یہ آپ ہیں۔ آج بھی technically ہمارا نام Homo sapien sapien ہے۔

سائنس کہہ رہی ہے کہ زمین پر چلتا ہوا انسان (Homo erectus) ارتقائی منازل طے کرتا ہوا Homo sapien (سوچنے والا انسان) بنا ہے تو مذہب آخر کیا چیز ہے؟ آدم کہاں سے آیا؟ کیا تنگ حق ہے کہ ہم اسے تسلیم کریں مگر آپ تھوڑا سا غور کریں کہ خدا کیا کہتا ہے۔ Father Smith William نے پوری نظریاتی حیات پر غور کرنے کے بعد ایک بڑی عجیب و غریب بات کی۔ اس نے کہا: "All human beings in the begining believe in one God." یعنی تمام حیاتیات کے منکرین اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ خون بہاتا ہوا جنگلی جانور نما انسان، وہ فاسق و فاجر انسان جو عقل سے معذور ہے وہ تقریباً آٹھ سو کیوبک سینٹی میٹر دماغ والا انسان اچانک Homo sapien بن جاتا ہے۔ اچانک اسکے ذہن کی مقدار پندرہ سو سے دو ہزار کیوبک سینٹی میٹر ہو جاتی ہے۔ آپ کسی سائنسدان سے پوچھ کر دیکھ لو کہ یہ کیسے ہوا؟ ایک دم سے ذہنی مقدار آٹھ سو یا نو سو سے بڑھ کر دو ہزار کیسے ہو گئی؟ یہ وہ بہت بڑا سوال ہے جس کا جواب آج تک نہیں دیا جا سکا اور امکان بھی موجود نہیں ہے کہ اس کا حل ملے کہ اچانک انسان کا دماغ کیسے بڑھ گیا اور وہ کیسے Homo sapien (سوچنے والا انسان) ہو گیا۔ جیسے Father Smith نے کہا کہ حیران کن بات یہ ہے کہ تمام شروع کے سوچنے والے انسان (Homo sapien) ایک "خدائے واحد" کی پرستش کرتے تھے بلکہ ڈاکٹر کیرن آرم سٹرانگ، نے بڑے چھوٹے سے خوبصورت فقرے میں ڈاکٹر سمتھ کی رائے کو دہرایا اور مکمل کیا کہ The most strange thing about Homo sapien is that he is Homo religious. یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ پہلا سوچنے والا انسان مذہبی انسان ہے۔ میں انگلینڈ میں ایک بار ڈاکٹر ای این ایڈگر سے اپنا thesis discuss کر رہا تھا تو میں نے اس سے کہا کہ انتھروپالوجی پر میرے ایک سوال کا

جواب دو------ بہت بھلا ہو گا------ میرا بھی اور آپ کا بھی۔ میں نے اس سے کہا: ”مجھے یہ بتاؤ کہ ایک جنگلی جانور، شکار کھاتا، حرام وحلال سے بے نیاز، قتل وغارت اور خون میں لپٹا ہوا یہ انسان سب سے پہلے مذہبی کیسے ہو گیا۔ مذہب تو بہت بعد کی بات ہے۔ بہت غور کرنے کی بات ہے۔ بہت سوچا جاتا ہے۔ ہماری آج کی نسلیں مذہبی نہیں ہوتیں۔ ہم کہتے ہیں، نوجوان ہے یار، چھوڑو اسے مذہب کا کیا پتا------ بچے کو مذہب کا کیا پتا------ لیکن یہ کیسے ہو گیا؟ کہ Homo sapien مذہبی ہو گیا؟ یہ کیسے ہوا------؟ وہ آسمانوں کی بلندی پر کسی خدا کی پرستش کرتے تھے اور اسے مانتے تھے۔ وہ جاہلانِ مطلق تھے، وحشی تھے، درندے تھے، تہذیب وتمدن سے عاری تھے، اخلاق و روایت سے عاری تھے مگر یہ کتنی حیران کن بات ہے کہ وہ خدا کو مانتے تھے------؟! اس نے جواب دیا: ”میں نہیں جانتا“------ میں نے اس سے کہا کہ تمام anthropology اپنی جگہ درست سہی مگر آپ ایک option زائد کیوں نہیں کر لیتے اور وہ یہ کہ ہو سکتا ہے کہ زمین پر کوئی Alien interference (بیرونی مداخلت) ہوئی ہو، ہو سکتا ہے کہ کسی نے انسان کو زمین پر کاشت کیا ہو، ہو سکتا ہے کہ کسی نے زمین پر انسان کی جین (gene) کو آگے بڑھایا (progress) ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نے مختلف مراحل سے گزار کر تدریجاً ایک انسانِ مکمل کی بنیاد رکھی ہو۔ اس نے کہا: "There could be an option but we are not very sure" (یہ ہو سکتا ہے مگر ابھی ہمیں مکمل یقین نہیں ہے) Biology (حیاتیات) کا یہ تصور مذہب کے خلاف پیش کیا گیا اور کہا گیا کہ مذہب کے نقطۂ نظر سے تو کوئی انسان زمین پر گرایا گیا مگر میں کہتا ہوں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ Homo sapien خدا کی عبادت کرنے لگا۔ اسے خدا نے اس طرح نہیں اتارا جس طرح مذہب پیش کرتا ہے۔ وہ تو Neanderthal سے لے کر ارتقاء پاتا ہوا Erectus بنا، Habilis بنا اور پھر وہ انسان بنا جیسا وہ آج ہے۔ یہ ایک حیاتیاتی ارتقاء (Biological progress) ہے۔ اس کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں مگر حیرانی کی بات ہے کہ ایک بار جب لارڈ رسل عیسائیت پر بڑے زبردست اعتراضات کر رہا تھا تو کسی نے اس

سے پوچھا کہ کیا اس نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے کہا: ''میں کیوں قرآن پڑھوں، وہ بھی تو باقی الہامی کتابوں کی طرح ہے''۔ اتنا بڑا فلاسفر اور اتنی بڑی علمی منافقت پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی کہ اس نے یہ کتاب نہیں پڑھی۔ وہ یہ کتاب پڑھنے پر یقین نہیں رکھتا اور کہتا ہے کہ: "All gospel truth is alike" مگر قرآن بائبل کی طرح نہیں ہے۔ قرآن تالمود کی طرح نہیں ہے۔ قرآن ان تمام کتابوں کی طرح نہیں ہے۔ آج جب ہم خدا کے حق میں دلیل دینے لگتے ہیں تو خدا سے پوچھتے ہیں کہ اگر ہم تیرا ثبوت چاہیں تو ہمیں کہاں سے ملے گا۔ تو وہ یہ کہتا ہے کہ جو کتابیں میرے نام سے منسوب ہیں وہ میرا کلام تھا جو لوگوں تک پیغمبروں کے ذریعے پہنچایا گیا تھا مگر اب میں ان کی تصدیق نہیں کرتا ------ کیوں نہیں کرتا ------؟ اللہ نے دو الزام لگائے ہیں ان لوگوں پر جنہوں نے اس کی کتابوں سے دور کیا ہے، وہ کہتا ہے "ثمّ یحرّفونهٗ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون " کہ (اچھی طرح جانتے بوجھتے کے باوجود انہوں نے میری آیات میں تحریف کی۔) اب میں اس آیت کو کیسے own کر سکتا ہوں جس کے مطالب بدل دیئے گئے، جس کی اغراض بدل دی گئیں، جس کو انہوں نے امراء کیلئے بیچ دیا۔ دوسرا الزام یہ ہے:- "ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب ویشترون به ثمناً قلیلا ------" (174:2) (انہوں نے میری کتاب کے معانی تھوڑے مال کیلئے بیچ دیئے۔) خدا کہتا ہے کہ صدیوں سے گزرتے ہوئے اس قافلہء انسان کو اب ہدایت آخری نصیب ہوگی۔ اب میں risk نہیں لے سکتا۔ اب میں بار بار پیامبر نہیں بھیج سکتا۔ پیغام ختم کر کے اب میں صرف ایک کتاب کا ذمہ لیتا ہوں اور وہ کتاب قرآن ہے۔ اگر میرا انکار کرنا ہے تو اس کتاب سے کرو۔ میرا اقرار کرنا ہے تو اس سے کرو۔ مجھ پر اعتراض کرنا ہے تو قرآن سے کرو۔ میری تصدیق کرنی ہے تو قرآن سے کرو کیونکہ "نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون" (یہ وہ کتاب ہے جسے میں نے نازل کیا ہے اور میں ابد تک اس کی حفاظت کروں گا۔) آج کے دور میں چاہے وہ anthropology ہو، چاہے وہ cosmology ہو اگر ہم نے صرف قرآن ہی کے reference لے لئے تو ہمیں اصل

حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ اگر ہم نے reference لیتے ہیں تو ہم قرآن سے reference لیں گے کہ کون درست ہے اور کون غلط، یہ جاننے کیلئے ہمیں قرآن کی طرف جانا پڑے گا کہ قرآن کیا کہتا ہے۔ پھر بڑے بڑے فلاسفر، سائنس دان اور مدبرین وقت قرآن کا مطالعہ اس لیول (level) پہ جا کر کریں گے جہاں آیات پر غور و فکر اور انتہائی مشقت سے سوچ کے فیصلہ کیا جائے گا کہ قرآن کی اس آیت اور سائنسدانوں کے ان نتائج میں کیا فرق ہے۔

ایک بڑا فرق یہ ہے کہ سائنسز صدیوں سے غلط بات کر رہی تھیں۔ بطلیموس (Ptolemy) غلط بات کہہ رہا تھا۔ کاپرنیکس (Coper Nicus) جب غلط تھا اور گلیلیو آدھی سچائی بیان کر رہا تھا۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ قرآن اس وقت کیا کہہ رہا تھا۔ میں آپ کو صرف biology (حیاتیات) کے ضمن میں اللہ تعالی کی کچھ آیات سناتا ہوں۔ پہلا نتیجہ ڈاکٹر سمتھ کے حوالے سے میں نے آپ کو سنایا کہ پہلا انسان خدا پرست تھا۔ اب دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے: "کان الناس امة واحدة" شروع میں سب مجھ پر یقین رکھتے تھے، ایک امت تھے، میرے ہی بندے تھے۔ ایک نسل، ایک ایمان اور ایک دین پر قائم تھے پھر میں نے انہیں کھلا چھوڑ دیا اور چناؤ کیلئے آزاد کر دیا اور انہوں نے اختلاف کیا۔ مگر یہ کیا......؟ خدا سے پوچھنا چاہیے کہ ماہرین حیاتیات (Biologians) کا دعویٰ تو کچھ اور کہتا ہے...... یہ بات یاد رکھئے کہ Biologians کا دعویٰ آج کے دور کی بات ہے اور قرآن پندرہ سو برس پہلے کسی بھی genetic اور نسلی discussion کے بغیر، کسی بھی قسم کی تحقیق کے بغیر ایک بڑی عجیب سی بات کرتا ہے کہ میں نے حضرت انسان کو زمین سے اگایا۔ "واللہ انبتکم من الارض نباتا" (17:71) (اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے اگایا) یعنی اس نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اسے زمین پر گرایا (آدم کے واقعے پر میں بعد میں بات کروں گا) ایک طرف وہ کہتا ہے کہ میں نے زمین سے انسان کو اسی طرح اگایا جیسے باقی چیزوں کو اگایا، باقی چیزوں اور نباتات کی طرح میں نے انسان کو بھی زمین سے پروان چڑھایا اور بڑھایا...... پھر یہ کیا ہوا؟ آدم کہاں سے آ گیا۔ اللہ اس سے بھی

پیچھے جاتا ہے۔ جہاں تک ابھی کوئی سائنس نہیں گئی وہاں تک اللہ جاتا ہے۔ وہ انسان کے پہلے جین تک جاتا ہے: "هل اتىٰ على الانسان حين من الدهر لم يكن شياء مذكورًا" (بلا شبہ انسان زمانے میں بہت عرصہ ایسے رہا کہ کوئی قابلِ ذکر شے نہ تھا۔) قرآن کی یہ آیت وضاحت کرتی ہے کہ یہ پہلی حالت کیا تھی: "انّ خلقنا الانسان من نطفة امشاج" (میں نے پھر انسان کو دہرے نطفے سے پیدا کرنا شروع کر دیا) صاف ظاہر ہے کہ یہ پہلی سٹیج تھی جس کا اللہ اس آیت میں ذکر کرتا ہے کہ وہ نا قابلِ ذکر شے تھا۔ وہ single cell کی حالت تھی۔ اگر قرآن کی ان آیات کو ملائیں اور scientific view سے پڑھیں تو خدا یہ کہہ رہا ہے کہ اے انسانو میں نے تمہیں ایک ایسے نفسِ واحدہ (single cell) سے ارتقا دیا جس کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں تھی، جس کی کوئی شناخت نہیں تھی، جس کا کوئی ذکر نہیں تھا، ہم نے اس حالت سے آپ کو اٹھایا۔ اٹھانے کے بعد ہم نے دہرے نطفے (double cell) سے تخلیق شروع کر دی۔ اب ہم نے نطفہ مخلوط کر دیا مگر یہاں بات ختم نہیں ہوتی۔ ابھی تو یہ انسان جنگلی اور وحشی ہے: "نبتليه" ہم نے چاہا کہ اس نسل کو آگے بڑھائیں اور دیکھیں کہ کیا یہ ہمارے مقاصد کو پورا کرتا ہے "فجعلنه سميعا بصيرا" پھر ہم نے اس انسان کو سماعت کا سسٹم دیا۔ سماعت کا سسٹم ترقی (develop) کرنے کے کچھ عرصے کے بعد ہم نے اس کو بصارت کا سسٹم دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا، ابھی انسان اس قابل نہیں تھا کہ اسے کچھ task دیا جاتا یا کوئی مقصدِ حیات دیا جاتا تو پروردگارِ عالم نے فرمایا کہ "انّ ھدینه السبیل اِمّا شاکرا وامّا کفورا" اب ہم نے اس کو عقل دی، شعور دیا، معرفت دی، ہدایت بخشی اور ایک کام دیا: "چاہو تو مجھے مانو چاہو تو میرا انکار کر دو۔" یہاں ہمیں ایک دوسرے قرآنی واقعہ (Quranic dramatic effect) سے واسطہ پڑتا ہے وہ یہ کہ ہمیں پتا ہے کہ آسمان پر آدم ہے، ہمیں پتا ہے کہ زمین پر بھی انسان ارتقاء کر رہا ہے۔ اللہ کے قول کے مطابق آسمان سے بھی کوئی اتر رہا ہے تو یہ کیا مسئلہ ہے؟ کیا اللہ کی دونوں آیات میں کوئی فرق آ گیا ہے؟ ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ اللہ نے چاہا: "قال اِنّیْ جاعل فی

الارض خــلـيــفة" میں چاہتا ہوں کہ کسی کو artificial intelligence دوں۔ میں نے بڑے Robos تخلیق کئے جن بھی Robos تھے، ملک بھی Robos تھے۔ اِدھر اُدھر میں نے ذاتی Robos create کئے ہوئے ہیں، بڑے بڑے نرالے، خوبصورت، مگر اب میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسا Robo تخلیق کروں جو سوچے سمجھے اور فیصلہ کرے کیونکہ میں نے اس سے یہ مقصد حاصل کرنا ہے:۔ "اِنّا ھدینہ السبیل اما شاکرا واما کفورا" میری نیت یہ ہے کہ میں ایک ایسی مخلوق بناؤں جسے بہت ساری artificial intelligence دے دوں۔ فیصلہ کرنے کی صلاحیت دے دوں۔ مگر آج کا سائنسدان یہ نہیں چاہتا اس کو فکر ہے کہ آج اگر وہ اپنے Robos کو Artificial intelligence دے دے اور فرض کریں کہ وہ کہے کہ ہر بے ایمان کو موت کی سزا دو تو اس نے ہاتھ مار کر سب سے پہلے مالک ہی کو ختم کر دینا ہے۔ وہ بیچارا تو مجبور ہے جو dictation اسے ملی ہوئی ہے اس نے تو اسی پر عمل کرنا ہے۔ ابھی آپ دیکھو کہ بے شمار انگریزی فلمیں اسی موضوع پر ہیں۔ Aliens آ رہے ہیں، Aliens جا رہے ہیں، Robos بڑے ہو گئے ہیں، وہ خطرناک ہو گئے ہیں، وہ خوفناک ہو گئے ہیں۔ کیوں ہو گئے ہیں-----؟ اس لئے کہ ان کو artificial intelligence مل گئی ہے۔ مگر خداوند کریم اس خوف میں مبتلا نہیں تھا اس نے چاہا کہ میں ایک مخلوق کو نرالا کر دوں، بڑا کر دوں، بہتر کر دوں، میں زمین سے آگے نکلتے ہوئے جو اپنی کائنات تخلیق کر رہا ہوں اس کیلئے میں ایک vice regent مقرر کر دوں تو اس کی نظر زمین پر چلتے پھرتے انسان پر پڑی اور اس نے کہا کہ اے نسلِ انسان میں تمہیں زمین سے اٹھاؤں گا مگر یہ جو زمین پر چل پھر رہا تھا یہ تو چھ سو کیوبک سینٹی میٹر کا تھا۔ آگے بڑھ کر گیارہ سو کیوبک سینٹی میٹر کا ہو گیا اور آج انسان کے بچے کے ذہن کی مقدار بھی 2000 کیوبک سینٹی میٹر ہے پھر یہ کیسے ممکن تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی چیز ڈھونڈنی ہے۔ کوئی clue (سراغ) گم ہو گیا ہے، سائنسز سے گم ہو گیا ہے، ہمارے مذہبی دانشوروں سے بھی گم ہو گیا ہے کہ آخر کیا واقعہ پیش آیا تھا-----اگر غور کریں تو آج بھی وہی واقعہ پیش آتا ہے، بدن زمین پر بنتا ہے

اور روح آسمان سے اترتی ہے۔ حدیث کے مطابق تین ماہ کے بعد آسمانوں سے اتر کر بچے میں روح پڑتی ہے۔ پہلے وہ ایک مادی وجود ہوتا ہے، Habilis اور Erectus ہوتا ہے۔ سائل Homo sapien نہیں ہوتا مگر جب اس میں روح پڑتی ہے تو وہ Homo sapien ہو جاتا ہے۔ پہلے بھی یہی ہوا کہ آسمانوں پر ایک وجودِ روح تخلیق ہوا۔ اس کا نام اللہ نے آدم رکھا مگر آسمانوں سے اترتے ہوئے آدم کو جگہ کہاں سے ملتی؟ کہتے ہیں کہ جنات (آتشی مخلوق) کو جب procreation کرنی ہوتی ہے تو ان کو وجود چاہیے ہوتا ہے کیونکہ ہوائیں ہواؤں سے مل کے تو procreation نہیں کرسکتیں اس لئے یہ وجود ڈھونڈتے ہیں اور یہ آتشی مخلوقات میں، یعنی چھپکلیوں میں، کبھی کسی بچھو میں، کبھی کسی سانپ کی صورت میں ڈھل آتے ہیں اور procreative process سے گزرتے ہیں اور یہ بچے نہیں دیتے، انڈے دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب یہ اعلان کیا تو فرشتوں نے ایک وضاحت چاہی (اعتراض نہیں کیا) انہوں نے اللہ سے ایک وضاحت چاہی۔ "قالو اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک" اے اللہ یہ انسان جسے ہم دیکھ رہے ہیں، یہ جسے آپ بنانا چاہ رہے ہیں، یہ جو پیچھے سے چلا آرہا ہے۔ جس کو آپ نے زمین سے اگایا ہے یہ تو بربادی کا مظہر ہے، یہ تو درندگی کا مظاہرہ کرتا ہے، یہ تو وحشی ہے، جنگلی ہے، خونخوار ہے، کیا آپ اس انسان کو خلافتِ ارضی دینا چاہو گے؟ اللہ نے فرمایا: انی اعلم مالا تعلمون میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔ وہ کیا چیز ہے جو فرشتے نہیں جانتے تھے؟ اس عالمِ کل نے، دانشِ کل نے، ربِّ کائنات نے فرشتوں کو وہ چیز زبردستی نہیں سمجھائی۔ اس نے کہا: میں تمہیں تمہاری حدودِ علم سمجھاتا ہوں۔ میں تمہیں آدم کی حدودِ علم بھی سمجھاتا ہوں۔ پھر اس نے چند اسماء آدم کو سکھائے "وعلّم ادم الاسمآءَ کلھا ثمّ عرضھم علی الملٰئکۃ" ملائکہ کو بھی وہی اسماء بتائے، ملائکہ اور آدم دونوں کی کلاسیں اکٹھی لگادیں اور کہا جاؤ تم بھی پڑھ کے آؤ اور آدم تم بھی پڑھ کر آؤ میں دونوں کو نمبر دوں گا۔ رزلٹ میں دوں گا جاؤ کوشش کر لو دس ہزار سال لے لو...... بیس ہزار سال

لے لو......اس کے بعد پھر آتا......

آپ کو ایک ایسی بات بتاتا ہوں جو شاید آپ کی گنجائش حیرت کو بڑھا دے کہ یہ انسان جب سے چلا آتا ہے جس کا جین مشترک ہے، ستر ہزار سال سے پہلے اس نسلِ انسان میں زبان (language) کا چپ (chip) نہیں تھا۔ اس جین (gene) کا نام Foks P2 ہے۔ سائنس دانوں نے حال ہی میں اسے دریافت کیا ہے۔ Foks P2 ستر ہزار سال سے پیچھے انسانوں میں نظر نہیں آتا۔ باوجود اس بات کے کہ ایک ارب سال سے انسان زمین پر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے مگر گفتگو اور عقل والا یہ جین (gene) ستر ہزار سال سے پیچھے نہیں جاتا......

میں آدم اور ملائکہ کے ٹیسٹ کی بات کر رہا تھا۔ آپ غور کیجئے کہ ملائکہ اور Robos میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ ملائکہ نے اُس کلاس کے اختتام پر اللہ کو جو جواب دیا اس سے آدم اور ملائکہ کے فرق کا پتا چلتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: "قالو اسبحنک" (اے اللہ تو پاک ہے) "لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم" (اے پروردگار عالم ہمیں صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو ہمیں بتاتا ہے۔) انہوں نے کتنا سادہ سا جواب دیا کہ اے مالک و کریم ہمیں صرف اتنی ہی معلومات ہیں جتنی تو ہمیں بتائے، اس سے زیادہ نہ ہمارے پاس علم ہے، نہ عقل ہے، نہ دانش ہے۔ پھر خدا نے کہا کہ بھئی آدم تو ذرا بتا کہ تم نے کیا یاد کیا ہوا ہے۔ "قال یا آدم انبئھم باسمائھم فلما انباھم باسمائھم" حضرت شروع ہو گئے......اول و آخر، ایک سے دس نام، دس سے بیس یعنی ہر کائناتی شے پر عقل و معرفت سے تصرف فرمایا کیونکہ اب اس میں Artificial intelligence آ چکی تھی اور cosmic intelligence آ چکی تھی۔ پھر آدمؑ نے خطا کی اور وہ جنت میں رہنے کے قابل نہ رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کیا بات تھی جس کی وجہ سے وہ جنت میں رہنے کے قابل نہیں رہے تھے کیونکہ وجودِ خاک جنت میں نہیں رہ سکتا اسے کچھ نئے پیٹرن چاہئیں تھے، نیا وجود چاہئے تھا اس لئے روحِ آدم کا نزول لازم تھا: "وقلنا اھبطو بعضکم بعضٍ عدوّ" (ہم نے کہا نیچے اترو تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے) جب حکم ہوا کہ نیچے

اتر وتو بیچارا نیچے کہاں اترتا، کہاں جاتا۔ وہ بھی تو جن کی طرح کی مخلوق تھا جیسے باقی ارواحی مخلوقات تھیں حضرتِ آدمؑ بھی اسی طرح کی مخلوق تھے پھر وہ جنت سے نکل کر کہاں جاتے اس لئے نیچے ان کا Body factor تیار ہو رہا تھا۔ یہ Homo sapien ہے۔ یہ وہ Homo sapien تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ چوتھی Ice age کے بعد ہمیں صرف ایک انسان نظر آتا ہے۔ یہ سوچتا ہوا سمجھدار، well guided اور مذہبی انسان ہے اور یہ Homo sapien آدمؑ ہے۔

اگر حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ کے توسط سے دیکھیں تو آدمؑ کا وقت اوسطاً چالیس ہزار سال سے ستر ہزار سال تک بنتا ہے۔ اس سے پیچھے کے زمانے میں آدمؑ کا سراغ نہیں ملتا۔ چونکہ حضرت آدمؑ باتیں کرتے تھے اور تحقیق کے مطابق language کا چپ (chip) ستر ہزار سال تک جاتا ہے۔ اس لئے ستر ہزار سال تک آتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرتِ آدمؑ کا بعینہٖ وہی وقت بنتا ہے جس کو Biologians (ماہرین حیاتیات) Neolithic age یا New stone age (حجری زمانہ) کہتے ہیں۔ اس وقت سے پیچھے کا آدم ہمیں عجیب و غریب نظر آتا ہے۔ آخر انسان میں یک دم یہ تبدیلی کیسے آ گئی؟ Will Durant کہتا ہے کہ ice age (برفانی دور) سے نکلنے کے بعد یہ انسان Dormant condition میں تھا یا مرا پڑا تھا۔ ایک وجودِ ساکت تھا جو برفانی دور سے نکلا تھا اور بالکل ایسے تھا جیسے اس میں کوئی حقیقت نہیں تھی پھر آسمانوں سے ایک بہت بڑا شعلہ ءزندگی آیا اور وہ اس کے ماتھے پر گرا اور اچانک انسان کا دماغ بڑھ گیا۔ یہ سات سو کیوبک سینٹی میٹر سے دو ہزار کیوبک سینٹی میٹر تک چلا گیا۔ آیئے دیکھئے! شیخ محی الدین عربی صاحب کیا کہتے ہیں محی الدین عربی سائنس دان نہیں تھے وہ کہتے ہیں کہ مدتوں انسان زمین پر پڑا رہا۔ ice age کے دوران انسان زمین پر چالیس ہزار سال تک ساکت و صامت پڑا رہا۔ اللہ اس پر چالیس ہزار سال غور کرتا رہا پھر ناگہاں اس پر تجلی فرمائی اور یہ سوچتا ہوا انسان ہو گیا اور یہ سوچتا ہوا انسان اور آدمؑ تھے۔ آپ کو سائنسدان اور صوفی کے بیان میں زیادہ فرق نظر

نہیں آئے گا کہ ادھر ابن عربی بات کر رہا ہے اُدھر Will Duran بات کر رہا ہے مگر نتائج ایک ہیں۔ یہ ہوا Biological setup یا زمین پر انسان کے وجود کا حیاتیاتی مظاہرہ۔ آیئے اب دوسری طرف cosmological setup کی طرف چلتے ہیں۔ آخر یہ کاسمولوجی والے خدا کو کیا سمجھتے ہیں؟ ان کو بہت شبہ رہتا ہے۔ ان میں بہت سے یہ سمجھتے ہیں کہ کائنات از خود وجود میں آ گئی مگر جوں جوں وہ اس کے اندر گھستے ہیں تو کہتے ہیں کہ زمانہ ابدیت رکھتا ہے، زمانہ ابد ہے، ابد زمانہ ہے----- تمام بڑے بڑے فلاسفر، دانشور، physicist اور خدا کو نہ ماننے والے ایک قول پر ضرور متفق ہیں کہ زمانہ ابدی ہے اور زمانے کے اندر ہی کائنات کا مادہ (material) مختلف شکلیں بناتا ہے۔ ستارے ٹوٹتے اور بنتے ہیں اور حادثتاً اس میں انسان کا بھی ایک جین پیدا ہوتا ہے مگر قرآن کا خالق کچھ اور کہتا ہے۔ پندرہ سو برس پہلے وہ کہتا ہے کہ دیکھو یہ تمام نطشے، فشے، وائٹ ہیڈ اور برگساں (ایسا لگتا ہے کہ پندرہ سو برس پہلے خدا ان کے منہ اور اذہان کی باتیں guess کر رہا ہے) کہتے ہیں کہ "ہم زمانے میں پیدا ہوئے اور زمانہ ہمیں مارے گا۔ بھلا مرنے کے بعد بوسیدہ ہڈیوں میں بھی جان پڑ سکتی ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" یعنی خدا قرآن میں pre-guess کرتا ہے Pre-understand کرتا ہے، اپنے بندوں کے بارے میں پہلے ہی سے اندازہ کر کے کہتا ہے کہ دیکھو لوگ ایسی باتیں کریں گے۔

پتا نہیں لوگوں کی کیا رائے ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ مغرب (west) مزدور ہے۔ وہ ایک اعلیٰ ترین meta physical سوچ کا حامل نہیں ہو سکتا۔ انسان کے دماغ کے دو hemispheres ہیں۔ ایک hemisphere خیالاتی و تصوراتی ہے اور دوسرا hemisphere موجوداتی اور ایجاداتی ہے اور بڑی ریسرچ کے بعد خود ہی انہوں نے اعلان کیا کہ مشرق والوں کا تصوراتی، وجدانی اور الہیاتی hemisphere بہت طاقتور ہے اور مغرب والوں کے مخفی چیزیں (creative things) بنانے والے سیل بہت اچھے ہیں۔ ٹیکنالوجی اور تحقیق و جستجو اسی hemisphere کی activity ہے۔ ایک شخص جو ایک instrument

تخلیق کر رہا ہے یا جو بیچارہ کوئی مزدوری کر رہا ہے یا ایک جہاز کی کیلیں بنا رہا ہے کیا آپ اس کو یہ حق دیتے ہو کہ وہ خدا پر گفتارِ عام کہہ دے------ہاں اگر اس کی باقی تعلیم بھی اس مقام سے آگے نکل جائے تو الگ بات ہے------ مجموعی طور پر تمام مغرب بلکہ تمام Western Hemisphere خلاقیت کا نہیں بلکہ ٹیکنالوجی کا hemisphere (کرہ) ہے۔ اس میں حقیقتاً وہ آپ کے سست الوجود تصور پرست شرقیوں سے بہت آگے ہے۔ یہ شرق اور مغرب میں بنیادی فرق ہے۔

ایک بڑا سوال کائنات یہ پیدا کرتی ہے کہ کیا کائنات خود کو پیدا کر سکتی ہے؟ Can universe create itself? بہت اچھے اچھے دماغ اس پر غور کرتے ہیں۔ ایک سائنس دان کہتا ہے کہ سائنسدانوں کو کائنات کے وجود میں آنے کا کوئی mechanics پیش کرنا ہوگا۔ اگر وہ mechanics پیش نہیں کر سکتے تو یہ thesis غلط ہوگا کہ خدا نے کائنات کو بنایا یا انسانوں نے یا یہ از خود وجود میں آ گئی۔ ایک اور بڑا دلچسپ سوال سائنس دان پوچھتے ہیں کہ کائنات تخلیق کرنے سے پہلے یا Big Bang سے پہلے خدا کیا کر رہا تھا۔ تیسرا اس سے بھی بڑا دلچسپ سوال ہے آپ شاید اسے پاگل پن سمجھیں مگر ہے دلچسپ سوال کہ خدا نے کائنات تخلیق کرنے کیلئے وہی لمحہ کیوں چنا؟ کوئی اور کیوں نہیں چنا؟! اگر آپ غور کرو تو یہ بے ترتیب سوالات ہر انسان کے ذہن سے ابھرتے ہیں۔ ایک عام سادہ سا انسان جو تصور پرست ہو وہ بھی ان خیالات کا شکار ہوتا ہے کہ اللہ کہاں سے آ گیا؟------کائنات کہاں سے پیدا ہو گئی------؟ ویسے میں آج کل کے جو حالات دیکھتا ہوں تو مجھے پورا پورا یقین ہے کہ اگر کوئی اُڑن طشتری آسمان پر کھڑی ہو جائے اور آپ کو آواز دے کہ میں خدا ہوں مانتے ہو کہ نہیں اور آپ کہیں کہ نہیں مانتے ------میرا خیال ہے کہ امریکہ اس پر دو تین میزائل بھی پھینک دے گا ہو سکتا ہے ہمارے جیسے B5-2 سے اس پر فائرنگ شروع کر دیں مگر جب کوئی اثر نہیں کرے گا تو اس اڑن طشتری سے آواز آئے گی کہ تم مجھے خدا مانتے ہو یا نہیں۔ میں تم میں سے بہت سوں کو موت اور موت کو زندگی دے سکتا ہوں۔ پھر ہم

کہیں گے "چلو بتاؤ ثابت کرو" ...... یہی قوم یہود نے اللہ کے ساتھ کیا تھا کہ بتاؤ" ...... کیف تحی الموت" (260:2) بار بار یہ سوال قرآن میں آتا ہے ہر سمجھدار آدمی، ہر پیغمبر اللہ سے پوچھتا ہے اور ہر جاہل قوم بھی پوچھتی ہے کہ خدا کیسے زندہ کرتا اور کیسے مارتا ہے تو خدا کہتا ہے "ثُمَّ بعثنکم من بعد موتکم لعلکُمْ تَشْکُرُون" (56:2) میں نے تمہیں مارا۔" ...... فاخذ تکم الصعقة وانتم تنظُرُون" (2:55) پھر ایک برق آئی آسمان سے بجلیوں کا ایک قہر آیا اور قوم یہود کو مار گرایا آدھے زندہ رہے۔ وہ انہیں لے کے نکل گیا۔ وہ رونا پیٹنا شروع ہو گئے۔ "ثُمَّ بعثنکم من بعد موتکم" میں نے تمہیں موت کے بعد پھر زندگی دی "لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُون" تا کہ تم مجھے مانو اور شکر کرو...... اگر ایسی ہی کوئی اُڑن طشتری آج بھی آپ کے سر پہ آ جائے اور آواز دے کہ میں تمہیں مار سکتا ہوں اور تمہیں زندہ کر سکتا ہوں اور اس کا مظاہرہ بھی کرے تو آپ اللہ کے بارے میں زیادہ نہیں سوچو گے فوراً سجدے میں گر پڑو گے۔ (کیونکہ خدا Because God is known by the functions he does. اپنے افعال سے پہچانا جاتا ہے) وہ اپنے ہوتے پنے ہونے سے نہیں جانا جاتا مگر جو صفات اللہ کی ذات سے منسلک ہیں۔ وہی decisive صفات ہوتی ہیں اور اس موقعہ پر بھی سائنسدان حیران ہیں۔

چوتھا سوال بہت ہی دلچسپ ہے کہ اللہ میاں کو کیا سوجھی ......؟ یہ سوال آپ نہیں کر رہے ہو۔ دنیا کے بہت بڑے سائنسدان یہ سوال کر رہے ہیں کہ وہ ازل سے کائنات کی تخلیق کے بغیر بھی مطمئن بیٹھا تھا تو اسے ہوا کیا ......؟ شاعر بھی یہی کہتا ہے:

مرا را کاش کہ مادر زادے
(اے کاش کہ ماں مجھے نہ جنتی)

ماں کو ہوا کیا کہ اس نے مجھے پیدائش کے جھنجھٹ میں ڈال دیا۔ سائنسدان کہتا ہے: "یار اچھا بھلا اللہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا تو پھر کس شے نے اسے تخلیق کائنات پر مجبور کیا۔" یہ سوالات آپ کے

بھی ہو سکتے ہیں مگر اس کا جواب بڑا سادہ سا ہے......؟ ایک اور بڑا سوال ہے کہ کیا اللہ میاں کائنات میں دخل دیتا ہے یا اسے بنا کر فارغ ہو گیا ہے کہ "جاؤ! میں نے تمہیں بنا دیا اب جو چاہو کرو......چاہے بش بنو، چاہے کچھ اور بنو......میرا اب تم سے کوئی واسطہ نہیں۔ جاؤ! مرو! خود ہی دنیا سنبھالو......" ایک مغربی مفکر نے ایک بہت اچھی بات کہی (اچھی بات تو سب کی quoteable ہوتی ہے) رسل کہتا ہے کہ "ایک مصنف کتاب کا پہلا باب لکھنے کے بعد یہ کہہ کر پیچھے نہیں ہٹ جاتا کہ باقی باب خودبخود پورے ہو جائیں گے"۔ بلکہ یہ کہا ہی نہیں جا سکتا کہ Big Bang کے بعد خدا کائنات کو کھلا چھوڑ کے فارغ ہو گیا ہے بلکہ وہ اب بھی دخل دے رہا ہے، ہر چیز میں دخل دے رہا ہے۔ یہود کا خیال یہ تھا کہ خدا کائنات کے باہر ہے۔ عیسائی بھی یہی سمجھتے ہیں۔ اسلام کا بھی وہ لوگ یہی تصور پیش کرتے ہیں حالانکہ اسلام ان لوگوں نے نہیں پڑھا اسلیے اسلام کے بارے میں ان کی رائے بڑی مشکوک ہوتی ہے، اسلام کے بارے میں مغربیوں کی رائے بڑی احتیاط سے پڑھنی چاہیے اسلیے کہ ان کا اسلام کا مطالعہ بڑا سطحی ہوتا ہے بلکہ ڈاکٹر کیرن آرم سٹرانگ نے کہا کہ "سچی بات یہ ہے کہ کوئی بھی مغربی قرآن پڑھنا ہی نہیں چاہتا۔" کیوں نہیں پڑھنا چاہتا......؟ شاید اسے یہ خوف ہو کہ جس کتاب نے ہماری تیرہ سو صدیاں غلامی میں گزار دی ہیں اس کو پڑھنے کے بعد ہم شاید پھر ان کے غلام نہ ہو جائیں۔ Hardly any western would try to read whole of the book. وہ قرآن نہیں پڑھتے، ان کے پڑھے لکھے لوگ بھی قرآن کے بارے میں سنی سنائی باتوں کو repeat کرتے ہیں اور وہی بات کہتے ہیں جیسے جیمز جینز نے کہی کہ God is a mathematician ہر آدمی، ہر کنویں کا مینڈک کسی آفاقی اور کائناتی چیز کو اپنے ہی نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے۔ ایک ریاضی دان اپنے ہی angel سے خدا کو دیکھے اور سمجھے گا اور کہے گا کہ خدا ایک ریاضی دان ہے۔ سائنس دان جب سادہ بات کرتے ہیں تو بڑی عجیب سی کرتے ہیں۔ ایک طرف relativity کا البرٹ آئن سٹائن ہے اور دوسری طرف بڑی معصومیت سے کہتا ہے کہ "کائنات کے متعلق واحد ناقابلِ فہم بات یہ

ہے کہ یہ قابلِ فہم کیوں ہے؟" کہ اتنے بڑے understandable mechanism کو اللہ میاں نے تھوڑا تھوڑا partially قابلِ فہم کیوں بنا دیا ہے۔

جلوہ بقدرِ ظرفِ نظر دیکھتے رہے
کیا دیکھتے ہم ان کو مگر دیکھتے رہے

یہ تھوڑی تھوڑی یا partial out look ہے۔ ہر صاحبِ نظر اسے ایک محدود زاویے سے دیکھتا رہا۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ کسی نے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ There was a theory of every thing. میں ابھی آپ کو اس کی طرف لے کر چلوں گا۔ آج کے دن کا بنیادی موضوع یہی ہے کہ یہ دیکھنا ہوگا کہ Is something reliable, factual, trustworthy in Islam or not, more trustworthy than all the scientific observations of the world.

(رابرٹ بوائل) Robert Boyle کہتا ہے کہ یہ عظیم الشان مگر نہایت نازک نظامِ عالم ہر تاریخی دور میں اہلِ فکر و نظر کو دعوت دیتا رہا ہے اور لوگ اس پر غور کرتے رہے ہیں۔ لوگ آسمان ضرور دیکھتے رہے ہیں۔ سب سے اچھی بات James Jeans نے کی۔ اس نے کہا کہ "یہ کائنات ایک عظیم مشین نہیں بلکہ ایک عظیم خیال کی طرح لگتی ہے۔" اس نے بڑی اچھی بات کی کہ کائنات ایک Mechanism نہیں لگتی۔ کائنات عظیم مشین نہیں ہے بلکہ ایک عظیم خیال کی طرح لگتی ہے۔ اب میں آپ کو ان حیرت ناک سوالوں کے جواب بتاتا ہوں جن کی عام طور پر وضاحت نہیں ہوتی۔

میں نے ایک سوال پڑھا تھا کہ اللہ اچھا بھلا بیٹھا تھا۔ اسے کیا تکلیف ہوئی اُسے کہ اس نے کائنات بنا دی۔ اس کا جواب صرف اسلام دیتا ہے۔ ساری کائنات کے بارے میں اس نے کہا کہ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ آشکار ہو جاؤں تو میں نے مخلوق کو اپنے تعارف کیلئے پیدا کیا۔۔۔۔۔ صرف خدا جواب دیتا ہے کہ میں نے کائنات کیوں تخلیق کی۔ وہ Big

Bang سے پہلے کیا کر رہا تھا؟ یہ ہاکنز (Hopkins) بیچارہ بڑا پریشان ہے کہ "اگر مجھے پتہ چل جائے کہ کائنات بنانے سے ایک سیکنڈ پہلے خدا کیا کر رہا تھا تو میں سارا ہی فلسفہ ہائے کائنات explain کروں"۔۔۔۔۔ بھئی نیک بخت! یہ تو بڑا سادہ سا سوال ہے۔ اگر تجھے علم ہوتا یا کسی نے بتایا ہوتا تو تُو غور تو کرتا نا اس پر۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: "یا رسول اللہ کائنات بنانے سے پہلے خدا کیا کر رہا تھا۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ دھند میں تھا اس کے زیر سایہ بھی ہوا تھی اس کے اوپر بھی ہوا تھی" یعنی اگر Hopkins کو جواب چاہیئے کہ خدا کائنات بنانے سے پہلے کیا کر رہا تھا تو حضور ﷺ جواب دے رہے ہیں کہ وہ "عـمـاء" میں تھا۔ اس کے اردگرد دھند تھا۔ جیسی بادلوں کے ہجوم تھے۔ "ثُمَّ استویٰ إلی السَّمآءِ وھی دخان" وہ دخان میں تھا moisturizing gases اس کے اردگرد ہجوم کیے ہوئے تھیں اور اس نے اس سے کائنات بنانی شروع کی۔

اب ان حقائق کی طرف آئیے جہاں میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ سائنس غلطی کرتی ہے مگر خدا غلطی نہیں کرتا۔ مذہب کے انکار پر آنے والے دو بڑے دلائل میں نے آپ کو سمجھا دیئے ایک تو anthropology پر تھا اور دوسرا cosmology پر تھا۔ ایک اور خبطی قسم کے فلاسفر نے بھی خدا پر اعتراضات کیے جسے Karl Marks (کارل مارکس) کہتے ہیں۔ مگر اس نے خدا اور مذہب کو discuss نہیں کیا۔ اس نے صرف یہ کہا: Religion is an opium. مذہب افیون ہے۔ سرمایہ دار اسے غریب کو سلانے کیلئے استعمال کرتے ہیں تا کہ مال و جائیداد have or have not کی جنگ کا یہ تماشا چلتا رہے۔ تحقیق (thesis) اور رد تحقیق (anti thesis) تعمیر ہوتے رہتے ہیں۔ synthesis کہاں ہے؟ یہ اللہ جانتا ہے۔ نہ Russia نے synthesis کا حصول کیا، نہ کمیونزم میں ہم نے کسی اور جگہ synthesis کو بروئے کار آتے دیکھا۔ یہ ایک المیہ ہے۔ یہ سارے اعتراضات اپنی جگہ پر مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ Logical positivists

(منطقی استدلال) والوں نے اس پر بڑا اعتراض کیا۔ انہوں نے کہا کہ جس چیز کا data ہی نہیں ہے وہ کیسے وجود رکھ سکتی ہے۔ اگر ایک اندھا آدمی جس نے ہاتھی کبھی نہیں دیکھا اس سے پوچھ کر دیکھو کہ ہاتھی کیسا ہے تو وہ کبھی یہ بتانے کے قابل نہیں ہوگا۔ اس کیلئے ہاتھی کوئی چیز نہیں ہے------ جیسے "لال بجھکڑ" کہ جب ہاتھی گزر گیا تو لوگ اس کو لے کر آئے اور پوچھا کہ تو دانائے روزگار ہے۔ بتا تو سہی کہ یہ کس چیز کے نشان ہیں۔ اس نے کہا لو بھلا------ تمہیں سادہ سی بات سمجھ میں نہیں آئی------ کہ یہ ہرن جو ہے سا یہ چکی کے پاٹ باندھ کر کودا ہے یہ نشان اس کے ہیں------ اسی طرح یہ سائنس دان خدا کے بارے میں "لال بجھکڑ" جیسی باتیں کرتے ہیں ان کو پتا ہی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں: There is no data of God and if there is no data of God, God is non sense. اس خیال میں کوئی sense ہی نہیں ہے۔ مگر آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کوئی ذات جو اپنے آپ کو خدا کہے، کوئی ذات جو اپنے آپ کو پروردگار کہے، کوئی ذات جو اپنے آپ کو اللہ claim کرے اگر وہ یہ کہے کہ یہ کتاب پوری کی پوری میرے الفاظ ہیں، یہ قرآن میرا ہے، اس کا ہر لفظ میرا ہے تو آپ کا ایمان کتنا آسان ہو جائے گا۔ سب سے بڑی آسانی یہ ہے کہ اگر انسان ہزار غلطیاں کرے تو پھر بھی انسان رہتا ہے اور اگر اللہ ایک غلطی کرے تو وہ اللہ نہیں رہتا۔ How easy it is to find one mistake from Quran. Just find one mistake from the Quran and there is no God. کتنی آسان بات ہے مگر آیئے دیکھیں کہ کن چیزوں سے ہم یہ ثبوت اکٹھے کر سکتے ہیں کیسے ہم یہ یقین کر سکتے ہیں؟ فرض کرو خدا کہتا ہے کہ: "وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ" (11:9) مگر ہم کہتے ہیں کہ ہم یقین نہیں کرتے یہ کوئی scientific fact تو نہیں ہے، یہ کوئی ایسی بات تو نہیں ہے جس میں سائنسدان تحقیق کر کے کہہ سکیں کہ یہ غلط ہے یا نہیں ہے مگر میں cosmologist سے پوچھتا ہوں کہ تم کتنے عرصے کے بعد Big Bang تک پہنچے ہو تم اور تمہاری ساری Cosmology کا یہ متفق علیہ فیصلہ ہے اور یقین ہے کہ رہے گا

مگر دیکھو تو سہی کہ پندرہ سو برس پہلے بھی کسی نے کائنات پر comment پاس کیا ہے۔ اس نے claim کیا ہے کہ میں نے کائنات بنائی ہے:" اولم یرالذین کفروا" بڑے طنطنے سے وہ کہہ رہا ہے How dare you deny me? "انّ السمٰوٰت رتقاً ففتقنھما" (کیا تمہیں پتا نہیں کہ جملہ کائنات پہلے ایک وجود تھی پھر میں نے اسے پھاڑ کر جدا کر دیا-----) اسی سے متصل دوسری آیت پر غور کیجئے۔ "وَجعلنا من المآء کلّ شیء حیء" (اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔) اگر آج اکیسویں صدی میں آپ ڈاکٹر Jeans کی یہ Statements سنیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ سائنس دانوں نے یہ chapter بند کر دیا کہ All life is created out of water. اسی طرح وہ صرف ایک نظریہء کائنات (Thesis of universe) پر متفق ہو رہے ہیں: In the bigining there was one big mass and that was torn apart. اور یہ ساری کائنات اسی دھما کے کا ٹکڑا ہے۔ آگے چلیئے-----میں نے آپ سے کہا تھا کہ سائنس غلطیاں کرتی رہی، مگر اللہ نے غلطی نہیں کی کیونکہ اگر اللہ غلطی کرے تو وہ اللہ ہی نہیں رہتا۔ میں نے بڑی کوشش کی، پچاس برس سے لگا ہوں کہ قرآن میں کوئی غلطی ڈھونڈوں اور جان چھڑاؤں مگر راہ فرار نہیں مل رہا۔ تین ہزار سال قبل مسیح میں دنیا کا پہلا ہیئت دان بطلیموس کہتا ہے کہ زمین ساکت ہے اور سارے سیارے اس کے گرد گھومتے ہیں۔ بطلیموس غلط تھا مگر اس کا یہ نظریہ چلتا رہا پھر 1542 میں کاپرنکس نے کہا کہ بطلیموس غلط ہے۔ اس نے کہا کہ سورج ساکت ہے زمین نہیں اور ساری کائنات سورج کے گرد گھومتی ہے۔ اس کے بعد بیسویں صدی آ گئی۔ 1957 میں ہم نے جو کاسمولوجی پڑھی اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ آسمان میں کچھ ستارے ثابت ہیں اور کچھ سیار ہیں۔ اندازہ کریں کہ بیسویں صدی تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ واپس اس کی طرف چلیں جس نے یہ کائنات بنائی ہے وہ کیا کہہ رہا تھا:"-----والشمس والقمر و النجوم مسخرات بامرہ----- (54:7) (سبحان اللہ وتعالی العزیز) کہ دیکھو میں نے سورج چاند ستارے سب مسخر کیے-----اگر

آپ اس سے پوچھو: "اے مالک وکریم! کہاں کہاں کھڑے کیے ہیں اور کہاں کہاں چلتے بنائے ہیں۔" وہ فرماتا ہے: "...... کلٌ یجری الیٰ اجل مسمًّی" (29:31) (تمام چل رہے ہیں وقت مقررہ تک......) میں رب کائنات کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر کسی کا دل تسلیم والا ہو تو اس ایک آیت سے یا اسی کے تقابل سے وہ خدا کو مان سکتا ہے کہ کیا اتھارٹی ہے! کیا exactitude ہے! پندرہ سو برس پہلے جب سائنسز غلط کہہ رہی ہیں، بطلیموس غلط کہہ رہا ہے، کاپرنکس غلط کہہ رہا ہے۔ گلیلیو آدھے سچ پر ہے مگر قرآن پندرہ سو برس پہلے اپنے قول پر کھڑا ہے: "کلٌ یجری الیٰ اجل مسمًّی" (کائنات میں ہر چیز وقت مقررہ تک چل رہی ہے) آج کون سچا ہے......؟ ہبل آ گئی، ستارے نظر پڑ گئے، لوگوں کی چشمکیں لڑنے لگیں، راتیں اجڑ گئیں ستارے دیکھ دیکھ کر...... اور آخری فیصلہ یہ ہوا۔ Everything is moving in the universe پھر واپس آئے اتفاق کرنے کیلئے اور قرآن کو سچا ثابت کرنے کیلئے...... اسی طرح بڑا نام ہوا البرٹ آئن سٹائن کا، بڑی دھوم مچی، Relativity تخلیق ہوئی، سائنس کی دنیا میں انقلاب آیا۔ خلاصہ یہ تھا کہ The universe is expanding کائنات پھیل رہی ہے۔ ذرا پندرہ سو برس پیچھے جایئے اور دیکھئے جس نے کائنات بنائی ہے وہ کیا کہہ رہا ہے: "والسمآء بنینھا باید" (ہم نے آسمانوں کو اپنے قوتِ بازو سے بنایا) "وانا لموسعون" (اور ہم اسے پھیلا رہے ہیں) اب بتایئے کہ Is this the expanding universe of Eien Stein or the expanding universe of 'Lord God'. انصاف سے کہیے کہ کیا یہ البرٹ آئن سٹائن کی وسیع ہوتی ہوئی کائنات ہے یا یہ اللہ کی پھیلتی ہوئی کائنات ہے۔ مگر اصول یہ ہے کہ خدا آپ کو وجوداً نہیں ملے گا کیونکہ ظاہر ہے آپ اس قابل نہیں ہیں۔ آپ سے پہلے بھی ایک بڑے جرأت آزما پیغمبر نے بھی اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ "وسبحان اللہ رب العلمین" (8:27) وہ تو ایک پل اسے نہیں سہار سکا تو ہم کہاں سہاریں گے۔ ہم نہ تو باطنی طور پر اتنے مضبوط ہیں اور نہ ہی ہماری آنکھوں میں اتنی کشادگی ہے کہ ہم اللہ کو سمیٹ سکیں۔ ہم اسے دیکھ نہیں

سکیں گے مگر ایک بات کا یقین جانیئے کہ اللہ اپنے وجود سے نہیں بلکہ اپنی موجودگی کی دلیل سے پہچانا جاتا ہے اور اس کی موجودگی کی دلیل قرآن ہے۔ جب آپ قرآن کی ایک ایک آیت کو ہر طریقے سے scientific انداز سے پرکھو گے تو اللہ کو جان جاؤ گے۔ "کتٰب احکمت ایتہ" یہ اللہ کی محکم آیات ہیں۔ قرآن میں اللہ کا دعویٰ ہے کہ یہ آیات ہر دور، ہر زمانے اور ہر وقت میں آزمائی گئی ہیں۔

بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کی کچھ آیات مقامی ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے......؟ یہ اس لیے کہا جا رہا ہے تاکہ آپ پہلے ہی سے کچھ آیات کو neglect کر دو۔ "یار! یہ تو لوکل ہیں، یہ تو اس وقت کیلئے تھیں، اب ہمارے لیے تھوڑی ہیں۔" جیسے فرض کرو کوئی شخص کہتا ہے: "الم – حمعسق – کھیعص" تو سمجھ ہی نہیں آتے تو اس لئے جو چیز سمجھ میں نہیں آتی اسے چھوڑ دو...... مگر اللہ کہتا ہے کہ قرآن کو غور و فکر سے پڑھو۔ اب بڑے بڑے دانشور رہے نکل آئے ہیں، دین لونڈوں کھونڈوں کے ہاتھوں میں آ جو گیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ کچھ آیات لوکل ہیں...... تو اگر لوکل آیات ہیں تو پھر بھائی! آپ کو تو ضرورت ہی نہیں ہے انہیں پڑھنے کی...... کتنی بے مصرف پڑھائی ہوتی ہوگی جو آپ کے کسی کام کی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اس قسم کا جبر بندوں پر نہیں رکھتا۔ وہ آپ سے کہہ دیتا کہ فلاں فلاں سپارے سے چند آیات تمہارے لیے ہیں اور چند لوکل ہیں مگر local آج پندرہ سو برس بعد تک کیسے آ سکتی ہیں؟ یہ احمقانہ توجیہات اور اس قسم کی تعلیمات معاشرے میں کم فہم (lesser educated) لوگ پھیلا رہے ہیں جو خود کو intellectual کہتے ہیں مگر ان کو یہ کہنا بڑی زیادتی کی بات ہے۔ اسی لیے بڑا مشہور محاورہ ہے کہ "نیم حکیم خطرہ جان اور نیم ملا سارا ایمان"......

ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ The argument is based upon one major fact. اتھارٹی ہمیں جو version دے رہی ہے یہ اپنے آپ کو اللہ کہہ رہی ہے۔ مجھے اسے اللہ نہیں ماننا مگر میں اتھارٹی کو چیک ضرور کروں گا۔ اگر سائنسدان مجھے یہ کہتا ہے کہ

مسلسل تجربات کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ پانی ہمیشہ ڈھلوان کو جاتا ہے تو میں جب دو، چار، دس تجربات کروں گا تو میں مان جاؤں گا کہ سائنسدان سچ کہتا ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ پورے قرآن کی تمام جملہ سائنسی وجوہات کو چیک کرو گے تو آپ کو اللہ کو مان لینا چاہئیے۔ میں نے آپ کو دو یا تین سائنسی وجوہات سنائی ہیں اور یہ ایک سو چھتر سے بھی زیادہ ہیں جیسے میں anthropology کے حوالے سے آپ کو بتا رہا تھا کہ ultimately God is right اگر ساری تحقیقات مستحکم ہو کر خدا سے نہیں مل رہیں تو وہ ابھی رستے میں ہیں، مگر جو researches انجام تک پہنچ جائیں وہ وہی ہیں جو قرآن کی آیت کے مطابق ہو جاتی ہیں۔ وہ researches complete ہو جاتی ہیں اور قرآن ابھی ختم نہیں ہوا قرآن انجامِ کائنات تک جا رہا ہے جہاں ابھی سائنسدان نہیں پہنچے، جہاں ابھی جدید انسان نہیں پہنچا۔ جدید انسان اپنی صدی کے توسط سے خدا کو challenge کر رہا ہے مگر خدا یہ صدی ختم کر کے بہت آگے نکل گیا ہے: "واذ الشمس کوّرت o واذا النجوم انکدرت" جب سورج لپیٹ لیا جائیگا، جب ستارے دھندلا جائیں گے، جب کائنات مردہ ہو جائے گی، جب زندگی ختم ہو جائے گی۔

"واذا زلزلت الارض زلزالها o واخرجت الارض اثقالها o وقال الانسان مالها
یومئذ تحدّث اخبارها o بانّ ربک اوحیٰ لها o"

قرآن پوری دنیا کی زندگی کو انجام تک پہنچا چکا ہے، خدا اپنی کائنات کو انجام تک پہنچا چکا ہے۔ کیا آپ اسے غلط ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ مگر ابھی تو آپ خدا کی Mid term statement تک بھی نہیں پہنچے۔

"اللہ الّذی خلق سبع سموت ومن الارض مثلهن"

(ہم نے سات آسمان تخلیق کیے اور اسی طرح کی سات زمینیں)

ابھی سائنسدان وہاں کہاں پہنچا ہے...... ابھی تک وہ پہلی کائنات کی دہلیز پر زندگی کے سراغ ڈھونڈ رہا ہے۔ اب کہیں مریخ میں بیچارے کو برف ملی ہے۔ وہ قرآن کی اسی آیت پر بنیاد کر کے مریخ کی

برفوں میں زندگی کو ڈھونڈ رہے ہیں:-"وجعلنا من المآء کلّ شیءٍ حیٍّ" (ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا) کیونکہ یہ آیت بتاتی ہے کہ جہاں پانی ہوگا وہاں زندگی ہوگی اگر مریخ میں برف ہے تو پانی ہے اور پھر زندگی بھی ہوگی، کسی نہ کسی قسم کی کوئی life تو ہوگی۔ قرآن کے انہی لفظوں کی حتمی بنیاد پر وہ مریخ میں زندگی ڈھونڈ رہے ہیں۔

جب دلیل یہ تھی کہ اگر کوئی اتنے حتمی یقینی لہجے سے آپ سے بات کر رہا ہے تو یا آپ اس کو غلط ثابت کر دو یا پھر اس کا دعویٰ تسلیم کر لو۔ It's pure scientific یا اس کے دعوے میں exception پیدا کر دو یا اس کے کسی رزلٹ کی غلطی ثابت کر دو یا اس کی کہی ہوئی کسی ایک آیت کو ہی جھٹلا دو مگر تھوڑا سا خیال رکھنا کہ یہ ہود بھائی کا کام نہیں ہے، یہ پرویز بھائی کا بھی کام نہیں ہے۔ آپ میری مثال لے لو...... اگر مجھے کوئی physicist اٹھ کر کہے گا کہ پروفیسر صاحب آپ یہ غلطی کر رہے ہو physics میں تو ایسے نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ آپ ٹھیک ہو، میں physicist نہیں ہوں۔ اگر میں غلطی کر رہا ہوں تو میں اسے مانتا ہوں مگر جب وہ scientist مجھے کہیگا کہ آپ کا دین یہ کہتا ہے تو میں کہوں گا کہ بھائی تم نے قرآن پڑھا ہی نہیں ہے تو تم کیسے یہ کہہ سکتے ہو۔ یعنی جب تک دونوں طرف آپ ایک قسم کی research نہیں رکھو گے جیسے سائنسدان جب مذہب تک آتا ہے تو عجیب احمقانہ باتیں کرتا ہے۔ میں آپ کو Robert Boyle کا ایک خوبصورت قول سنانا چاہتا ہوں۔ وہ کہتا ہے:

> "کمال ہے کہ تمام سائنسدان ہزار کوشش کرتے ہیں کہ خدا کو
> موضوع سے خارج کر دیں، خدا کو اپنی research سے
> خارج کر دیں، خدا کو اپنے خیالات سے فارغ کر دیں مگر
> عجیب بات یہ ہے کہ سب سے بڑا مسئلہ جو تمام سائنسدانوں
> کے سر پر چڑھا ہوا ہے وہ خدا ہے"۔

یعنی تمام سائنسدان زندگی بھر کوشش کرتے ہیں کہ کم از کم خدا ان کا مسئلہ نہ بنے...... وہ کہتے ہیں:

"ہم خدا کے بارے میں نہیں سوچتے۔ وہ مفروضہ ہے، وہ یہ ہے، وہ وہ ہے" مگر دنیا کے تمام فلاسفروں، تمام سائنسدانوں کا سب سے بڑا مسئلہ خدا ہے------ "تو بھی خدا کو غلط ثابت کر دو تو نجات ہو جائے------ اگر وہ غلط ثابت نہیں ہو رہا تو چپکے سے اسے مان لینے میں کیا تکلیف ہے تمہیں"------

جب قرونِ اولیٰ (Middle ages) میں یورپ میں مذہبی تحریکات اٹھیں جن میں Protestant, Calvinism, Reformation, Renaissance شامل تھیں ان تحریکات کا پس منظر یہ رہا کہ Italian church کے خلاف سارا یورپ بغاوت کر رہا تھا اور انہوں نے "اقتدارِ ملا" کے خلاف جہاد شروع کیا ہوا تھا------ کیوں کیا ہوا تھا------؟ کہ ملا تو کسی قیمت پر جنت نہیں لینے دے رہا تھا وہ کہتا تھا I have two certificates of redemption اس نے جنت کے حصول اور نجات کیلئے دو سرٹیفکیٹ رکھے ہوئے تھے ایک اعلیٰ درجے کی جنت کا امیر آدمی کیلئے اور دوسرا ادنیٰ درجے کی جنت کا غریب آدمی کیلئے------ آپ نے شاید Martin Fork کا نام سنا ہو وہ انگلینڈ کا وزیراعظم تھا جسے "ہنری ہشتم" نے اس کام پر لگایا تھا کہ مجھے ہر صورت پیسے اکٹھے کرنے ہیں۔ "مارٹن فورک" کو بادشاہ کا کانٹا کہتے تھے۔ وہ غریبوں کے پاس جاتا تو کہتا کہ یار تیری زندگی تو پہلے ہی low level پر گزر رہی ہے، تجھے صرف ایک روٹی چاہئے لہٰذا دوسری میرے حوالے کر۔ جب وہ کسی امیر آدمی کے پاس جاتا تو کہتا: "یارا تم عیش و عشرت کر کر کے بڑے موٹے ہو گئے ہو تمہارا مال بھی میرا ہی ہے، فالتو دو ورنہ تمہاری سختی آجائے گی۔" اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا کانٹا ہر صورت چلتا تھا، وہ ہر صورت ہر بندے سے پیسے نکلوا لیتا تھا اور اس نے "ہنری ہشتم" کی حکومت کے خزانے کو بھر دیا۔ وہ بڑا مشہور Lord of Exchequer تھا------ میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب enlightenment کی تحریک آئی، مذہب پر اعتراضات شروع ہوئے، سیکولرازم آیا اور پھر رفتہ رفتہ سیکولرازم کی گرد بیٹھنی شروع ہو گئی تو اس حوالے سے سوال یہ ہے کہ ڈیموکریسی، سیکولرازم،

enlightenment اور progress of man کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ کیا داڑھی والا ٹھیک طرح گاڑی نہیں چلا سکتا؟ کیا مولوی اچھی فائل ورک نہیں کر سکتا؟ (میں اپنے ہاں کی بات نہیں کر رہا۔ ہمارا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔) مگر اصل بات یہ تھی کہ اس وقت دین کے عالم نے دین کو بیچنا شروع کیا ہوا تھا یعنی ان دنوں جب مارٹن لوتھر کی calvinist تحریک شروع ہوئی تو رومن کیتھولک پادریوں کا یہ حال تھا کہ وہ جنت کے سرٹیفکیٹ بیچتے تھے۔ دس پاؤنڈ میں بڑی جنت اور پانچ پاؤنڈ میں چھوٹی جنت......! اب غریب کیسے دے پانچ پاؤنڈ...... اسے تو ایک پاؤنڈ ایک دن میں بھی نہیں ملتا تھا۔ وہ جنت کہاں سے لیتا۔ وہ پادری کو کہاں سے دیتا۔ یہ وہ معیار تھے جن کے خلاف سیکولرازم نے بغاوت کی۔ سیکولرازم وہ نقطۂ نظر ہے جو مذہب کو سرے سے ہر قسم کی دنیاوی حدود سے نکالنا چاہتا ہے۔ 'ہالی ہاکس' اور 'بریڈلا' اس کے مصنف ہیں۔ سب سے پہلے 'ہالی ہوکس' نے یہ لفظ استعمال کیا اور اس نے اپنے جملے میں یہ کہا کہ Secularism and religion are as apart as the land from the sea. جیسے سمندر زمین نہیں ہو سکتا، زمین سمندر نہیں ہو سکتی ایسے ہی مذہب سیکولرازم نہیں ہو سکتا اور دوسری جگہ اس نے کہا: ”اگر تمہیں سیکولر ہونا ہے تو تمہیں ایک اچھا لادین (atheist) بننا پڑے گا۔“

یہ وضاحتیں کرتے ہوئے ہم آج کے دور تک آتے ہیں کہ ماڈرن زمانے میں مذہب سیکولرازم، جمہوریت (democracy) اور باقی systems کے ہاتھوں کس قسم کے مسائل کا سامنا کر رہا ہے اور کیا مذہب ان حالات میں زندہ رہے گا۔ بات یہ ہے کہ It's a discussion of morality یہ اخلاقیات سے متعلق بحث ہے۔ سائنسی اور صنعتی ایجادات نے انسان کو ایک عجیب و غریب غرور بخشا ہے۔ He is considering himself to be the god of earth, like Americans who teach their children that all Americans are like gods. (انسان اپنے آپ کو زمین کا خدا سمجھ رہا ہے۔ جیسے امریکی اپنے بچوں کو سکھاتے ہیں کہ تمام امریکی

خدا کی طرح ہیں۔) یہ فلسفہ دنیائے مغرب میں مقبول ہو رہا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ مذہب کے خلاف کیوں ہیں۔ مذہب ان سے کہاں لڑتا ہے؟ کہاں جنگ ہوتی ہے؟ کیا مذہب کہتا ہے کہ محنت نہ کرو، صداقت نہ برتو، کیا مذہب کہتا ہے کہ تم اخلاق نہ برتو، آخر کس جگہ جا کے مذہب ان کے خلاف بات کرتا ہے؟ یہ جو میں آپ کو بات بتا رہا ہوں یہ وہ بات نہیں ہے کہ جو عام لوگ سوچتے ہیں۔ یہ ایک خصوصی بات ہے کہ جدید زمانے میں سیکولرازم کیوں مذہب کے خلاف ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کا انسان اتنی egocentricity پیدا کر چکا ہے، اتنا متمرد ہو چکا ہے اپنے آپ میں اتنا over confident ہو چکا ہے جیسے قرآن نے کہا تھا: "انہ کان ظلوماً جھولاً" وہ اپنے آپ کو over estimate کر چکا ہے یعنی وہ باقی حقائق کو under estimate کر چکا ہے اور یہ morality کے اس لیے خلاف ہے کہ یہ اپنی ذات سے باہر کسی کا حکم ماننا نہیں چاہتا۔ اس کی ego (انا) کبھی خدا کو قبول نہیں کرتی۔ Morality is basically religious اخلاقی قوانین بنیادی طور پر مذہبی ہیں۔ سیکولرازم مذہب کو اس لیے نہیں مانتا کیونکہ یہ وہ moral قوانین نہیں ماننا چاہتا جو خدا کی طرف سے issue ہوتے ہیں۔ یہ تو ہم جنس پرستی کے قانون پاس کر رہا ہے، یہ تو ان کی properties کے قوانین پاس کر رہا ہے، یہ تو Freedom of sexes کے قوانین پاس کر رہا ہے۔ یہ خدا کے احکامات کو کیسے مانے؟ وہ ایک جملہ عام طور پر بولتا ہے۔ What God has to do with our private matters? (خدا کو ہمارے ذاتی معاملات میں مداخلت کا کوئی حق نہیں) وہ اللہ کو ماننا چاہتے ہیں مگر اللہ کا حکم نہیں ماننا چاہتے۔ کیوں-----؟ وہ کہتے ہیں: "God has to do nothing with our private life. ہم انسانوں نے ڈیموکریسی کے ذریعے جو قوانین بنائے ہیں وہ بہترین قوانین ہیں اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اخلاقیات کی بنیاد پر ان قوانین کو غلط کہے" وہ اس لئے مذہب کے خلاف ہیں کیونکہ مذہب انہیں اخلاقیات سکھاتا ہے۔ اور یہ morality کے قوانین کو قبول نہیں کر سکتے۔ اس کی وجہ سے انہوں نے مذہب کے اوپر ایک

option رکھ دیا ہے۔ یہ بڑا خوبصورت option ہے: "اے اللہ میاں ہم تجھے مان لیتے ہیں۔ تجھے خدا رہنا ہے یا نہیں رہنا ہے۔ ہمارے پہلوں نے تو تجھے باہر نکال دیا تھا۔" چلو ہم تجھے اللہ مان ہی لیتے ہیں مگر اپنی شرائط پر مانیں گے۔ تو ایسا کر کہ شراب پینے کی اجازت دے دے۔ یہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں اس کو دیکھ اور یہ سودا آج کی دنیا کے ساتھ تجھے کرنا پڑے گا۔ تو اپنے قانون وغیرہ پرے کر...... ہم چونکہ اسمبلیوں میں بیٹھ کر فیصلے کر چکے ہیں اس لئے اگر تو ان کو مان لے تو ہم تجھے خدا مان لیں گے۔" مذہب، سیکولرازم اور ڈیموکریسی کی یہ مضحکہ خیز حالت آج تک پہنچ چکی ہے اور مذہب کا ستو......!! ان کو نہیں پتا کہ کیا فائدہ ہو رہا ہے اور کیا نقصان ہو رہا ہے نہ ان کو پتا ہے کہ وہ کس طرح سوچ رہے ہیں، کس طرح خیال کرتے ہیں، وہ صرف اس بات میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ وہ کہیں کہ ہم نہیں مانتے کیونکہ مذہب لاعلمی اور کم علمی کا نشان ہو گیا ہے۔ اب اگلے زمانے کی طرف آیئے اور دیکھئے کہ مذہب میں کیا ہو رہا ہے۔ جیسے میں نے آپ سے کہا تھا I will go back again and I'll tell you that theory of 'all things' is God and nothing else. جس اللہ کو پتا ہے کہ میں نے زمین کیسے بنائی، میں نے آسمان کیسے بنایا، میں نے اس میں کیا اصول رکھے، میں نے اس کو کیا تخلیقی رنگ دیا، میں نے اس میں کون سے بندے پیدا کیے اور کہاں تک کروں گا اور میرے رسولوں نے میرا پیغام پہنچایا۔ کمال کی بات ہے کہ آج بھی ہم لوکل نوآبادیوں کا ذکر کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ خدا نے بھی کوئی نوآبادی زمین پر تخلیق کی ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہم دوسرے لوگوں پر جبر و ستم کیلئے یہ نوآبادیاتی نظام تخلیق کرتے ہیں اور اللہ نے یہ نظام رحم و کرم کیلئے تخلیق کیا ہے۔ "کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہٖ رَحمَۃ"

میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ سائنس ہمیں کیا آفر کرتی ہے؟ زمانہء آخر میں سائنس ہمیں کیا دیتی ہے۔ سائنس کہتی ہے کہ کائناتی طور پر Cold stars are extracting energy from the warm stars. کچھ گرم ستارے ہیں اور کچھ ٹھنڈے ستارے ہیں۔ یہ ترسیل حرارت جاری ہے۔ گرم ستاروں سے حرارت نکل کے ٹھنڈے ستاروں کو جا رہی

ہے مگر ٹھنڈے ستارے گرم ہونے کے بعد گرم ستاروں کو تبدیل نہیں کر سکتے اس لیے انجام یہ ہے کہ کچھ اربوں سالوں کے بعد تمام کائنات مردہ، یخ بستہ اور خالی ہوگی اور کسی کی زندگی کا کوئی chance نہیں ہوگا کیونکہ گرم ستاروں کی حرارت ختم ہو جائے گی اور ٹھنڈے ستاروں کی حرارت بھی ساتھ ہی ختم ہو جائے گی اور پوری کائنات ایک یخ بستہ سمندر ہوگا جہاں پر کسی بھی حال میں زندگی پنپ نہیں سکتی۔ کائنات کا یہ وہ end (اختتام) ہے جو سائنس پیش کر رہی ہے۔ دوسرا end سائنس یہ پیش کرتی ہے کہ زمین کے ارد گرد لاکھوں سیارچے گھوم رہے ہیں جیسے اللہ نے قرآن میں کہا کہ اگر میں آسمانوں سے ایک پتھر پھینک دوں تو تم زمین والے خواب و خیال ہو جاؤ۔ We will be just history سائنس کہتی ہے کہ Asteroids are coming very close to the earth اور جب بھی کوئی بڑا asteroid زمین سے ٹکرا گیا تو ہم رخصت ہو جائیں گے۔ ہم انسانوں کی کوئی بقاء نہیں۔ ہمارا انجام موت ہے۔ Total Annihilation ایک تیسرا انجام جو ہمیں سائنس بتلاتی ہے وہ تو روز آپ اخباروں میں پڑھتے ہو کہ اوزون layer کم ہو گئی ہے، حرارت بڑھ رہی ہے، قطبین پر برف پگھل رہی ہے اور ساری زمین زیر آب آنے والی ہے اور ایک end میں نے بھی سوچا ہوا ہے کہ آبادی بڑھ رہی ہے، رزق کم ہو رہا ہے، ہم ایک دوسرے کو قتل کریں گے، ماریں گے جیسے اب ہونا شروع ہو گیا ہے اور پھر تھوڑے سے لوگ بچ جائیں گے جن کو زمین پوری آ جائے گی اور ان کو روٹی بھی پوری آ جائے گی اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ Most of the people have to die. ایک پانچواں اور آخری انجام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اقتدار رکھتا ہوا کسی سائنسدان کے ہاتھ آ جائے اور سائنسدان کوئی romantic تھوڑا ہی ہوتا ہے یا اس نے غزل الغزلات تھوڑا ہی گانی ہے۔ وہ اندازہ لگائے گا کہ آکسیجن اتنی ہے، برف اتنی ہے، کاربن ڈائی آکسائیڈ اتنی ہے، پروٹینز اتنی ہیں، ہارمونز اتنے ہیں...... اتنے انسان زمین پر چاہئیں اور وہ باقی تمام انسانوں کو ہٹلر کی طرح گیس سنگھا دے گا اور یہ ایک بہت قدرتی سا انجام ہوگا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ کیسے ہوگا مگر میں کہتا

ہوں کہ یہ بڑا انجیرل سا end ہے۔ ذخائر کی کمی، زمین کی قلت جیسے آپ ہر روز اخبار دیکھتے ہو ایک خبر بار بار لگی ہوتی ہے کہ پانی کی قلت پاکستان اور بھارت میں جنگ کا سبب بنے گی، ایٹمی جنگ کا سبب بنے گی، پانی کے بغیر آپ زندہ نہیں رہ سکتے ہو لہٰذا مرو گے اور مارو گے۔ کیا پھر آپ کے پاس کوئی اور امید ہے......؟ امید صرف مذہب کے ساتھ ہے امید صرف اللہ کے ساتھ ہے۔ وہ اللہ جو آپ سے روزِ محشر کا وعدہ کرتا ہے۔ وہ جو آپ میں سے کچھ کو انعام کیلئے چنتا ہے۔ وہ جو آپ کو اربوں سالوں کی کہکشانی زندگی کیلئے چنتا ہے اور جو اپنے پہلے claim پر قائم ہے۔ "انّی جاعل فی الارض خلیفۃ" اور اس حکومت کیلئے اس کی اطاعت ضروری ہے جیسے اقبال نے کہا:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اگر ہم اسے تسلیم کرتے ہیں جس کو جھٹلانے کی کوئی reason ہمارے پاس نہیں ہے اور اگر ہے تو قرآن کی کسی ایک آیت کو جھٹلانا ہوگا۔ اگر خود کو زور آور سمجھتے ہو اور دلیل والے ہو تو قرآن کی ایک آیت جھٹلا دو مگر اس کی تصدیق کیلئے کسی ان پڑھ اور uneducated بندے کے پاس نہ جانا: "فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" (پس پوچھ لو اہلِ ذکر سے اگر تم نہیں جانتے) بلکہ اس کے پاس جانا جسے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے: "والرّسخون فی العلم......" (پختہ علم والے) علم فراست سے ہے۔ جو اللہ کے بندے ہیں وہ اللہ کے خوف سے علم حاصل کرتے ہیں اور وہ عالم اللہ کے لباوے گئے ہیں۔ "انّما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤ" (بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے اس کے عالم ہی ڈرتے ہیں۔) تو پھر یقیناً The religion offers you a very brilliant end of this world. خدا کہتا ہے کہ ہم اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دیں گے۔ دیکھیے! یہاں ذخائر کی کتنی کمی ہے اور اُدھر اللہ میاں کتنا مال لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم اس زمین کو زمین سے بدل دیں گے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم تمہیں ایک ایسی جنت میں لے کے جائیں گے جس کی چوڑائی زمینوں اور آسمانوں کے اربوں اور

کھربوں ستاروں سے بھی زیادہ ہے۔ Do we really believe in God and
then we claim we are muslims.
اسلام اور ایمان دو movements ہیں۔ اسلام ایک ابتدائی قدم ہے۔ It's a
quantum jump, It's a suddenness. کائنات میں ہر چیز quantum
jumps (اچانک تبدیلی) میں ہے۔ جب ایک آدمی کلمہ پڑھتا ہے تو یہ بھی ایک quantum
jump ہے کہ جب آپ اپنی بے خبری اور لاعلمی سے کہتے ہیں: "لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول
اللہ" تو آپ اپنی جان کو عذاب میں ڈال دیتے ہیں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ ہم اپنی جان کو عذاب
میں ڈال لیتے ہیں کیونکہ...... لا اِلٰہ الا اللہ کوئی خدا نہیں مگر صرف ایک اللہ تو پھر اس ایک خدا
تک پہنچنے کیلئے آپ کو کتنے ملین اور بلین خداؤں کو reject کرنا ہوتا ہے۔ یہ بحث ہے، یہ
جدلیات ہے، یہ غور و فکر کی جنگ ہے کہ ہم نے صرف ایک منصبِ خداوند تک پہنچنے کیلئے کتنے
خداؤں کی نفی کرنا ہوتا ہے۔ اقتدار کے خدا، آستینوں کے چھپے ہوئے دیوتا، ہمارے باطن کے
خلاق، ہمارے بزرگوں کی روایتیں ہمارا اجہلِ کردار، ہمارے رسم و رواج، ہماری سوچیں جو کسی نہ
کسی مقصد سے وابستہ ہوتی ہیں۔ ان سے آزاد ہو کر ہم نے پروردگارِ عالم کو اپنی Top
priority بنا کر ناگوں کی طرح ابھرے ہوئے جو خواہشات و خیال ہیں ان کی اہمیت کم کرنی ہوتی
ہے۔ جب آپ کے خوبصورت گھروں کے آگے باڑیں بے مہار ہو جائیں تو وہ آپ کو کاٹنی پڑتی
ہیں۔ جب آپ کے دل میں 'حرج' بڑھ جائے، ایسی بوٹیاں بڑھ جائیں جہاں عقل کا جانور نہ چر
سکے تو آپ کو اپنے دل کی اس سب و شتم کو کاٹنا ہوتا ہے تا کہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ اعتدال کیا ہے؟ خدا
آپ سے کیا ڈیمانڈ کرتا ہے اور کیا رجاتِ عالیہ اس نے آپ کیلئے رکھے ہیں، وہ مالکِ نجات ہے
اور اگر آپ اس کے ساتھ وابستہ ہوں تو صاحبِ نجات ہوں گے۔ سائنسز کو ہم نے Tone
down کرنا ہے۔ تکبراتِ ذاتِ انسان کو Tone down (کم جارح) کرنا ہے۔ ان سے
غلام کی طرح مدد لینی ہے، انہیں اپنے ذہن کا آقا نہیں بنانا۔ There is no conflict

between science and religion. Only science has to behave مذہب اور سائنس کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ صرف سائنس کو خود کو درست کرنا ہو گا۔ دو اور دو چار کی خلاقیت میں وہ اپنے آپ کو moralist نہیں ثابت کر سکتی۔ کوئی سائنسدان اپنے آپ کو moralist ثابت نہیں کر سکتا اور ایک versatile changeable information کی وجہ سے وہ اللہ کی حقانیت اور اس کے ultimate word کو چیلنج نہیں کر سکتا۔ تاریخ، فلسفہ، علم اور قرآن نے ہمیں بتایا ہے کہ باقی تمام انسانوں کے gain کردہ نتائج اس وقت تک صحیح ہیں جب تک وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ جب تک کوئی ریسرچ قرآن تک نہیں پہنچتی تو وہ رستے میں ہے، مذہب بھی چلنے کا رستہ ہے، سائنس بھی چلنے کا رستہ ہے، دونوں رستے انکسار سے چلتے جائیں، under estimation سے نہ چلیں اور over estimation سے نہ چلیں تو دونوں راستے بالآخر خداوند کریم کی شناخت تک پہنچتے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

ناجائز ٹیکس اور حکومتی نظام

سوال: آپ نے ناجائز ٹیکسز اور ظلم و ستم پر مبنی نظام کے بارے میں کوئی لیکچر نہیں دیا اور نظام کی تبدیلی کے بغیر معاشرے کی اصلاح کیسے ممکن ہے؟

جواب: جب کسی معاشرے میں ایک major priority یعنی اصول اور اخلاق سے diversion ہو جائے تو پھر لامحالہ انصاف پر ضرب لگتی ہے اور اس کے نتیجے میں عوام اور حکمرانوں کے درمیان ایک بہت بڑا خلا آ جاتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ اس شخص کو عامل بھی نہیں بناتے تھے جو خود اس کی خواہش کرتا تھا۔ چلیئے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کیا عجیب و غریب اصول آج کے ہیں اور کیا عجیب و غریب اصول مذہب کے ہیں کہ حضورِ اکرم ﷺ سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے عاملِ زکوٰۃ مقرر کیا جائے۔ حضور ﷺ نے انہیں مقرر نہیں فرمایا اور اصول یہ رکھا کہ جو خود کہتا ہے یا مانگتا ہے اس کو ہم عامل نہیں مقرر کریں گے کیونکہ اس میں ہر صورت ایک وجاہت طلبی اور خواہشِ اقتدار آ جاتا ہے مگر ہمارا جمہوری نظام شروع ہی اس دعوے سے ہوتا ہے کہ میں ہی آپ کے مسائل کا حل کروں گا اور میں ہی وہ واحد ذریعہ ہوں۔ ایک پیغمبر کی ذات میں تو یہ دعویٰ صحیح ہے جیسے حضرت یوسفؑ نے بادشاہ سے کہا کہ میں حفیظ اور امین ہوں، میں قوی ہوں، میں تیرے خزانوں کی بھی حفاظت کروں گا اور تیرے معاملات کی بھی تو پیغمبر خدا کی تائید سے ایسا جملہ کہہ سکتا ہے مگر کوئی بھی دوسرا شخص ایسا کہنے کا حق نہیں رکھتا۔

پارٹی یا Individual elections میں یہ بنیادی فرق ہوتا ہے کہ ایک پارٹی اعلان کرتی ہے کہ جی ہم یا ہمارا جو گروہ یا گروپ ہے یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ دوسری پارٹی اس چیز کی تردید کرتی ہے مگر آپ کیا کرتے ہیں؟ اگر ہم کسی پارٹی کو allow کر دیں کہ وہ ملک و ملت کی خدمت یا عوام کیلئے جو آرزو رکھتی ہے یا جو دعویٰ رکھتی ہے اس کو مکمل کرے تو پھر آپ کیا کرتے

ہیں؟ دیکھنا یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہونے چاہئیں جو بہتر تعلیم یافتہ اور well committed ہوں یا جن کو یقین ہو کہ وہ واقعتاً خدمت الناس کیلئے نکل رہے ہیں اور خدمت کریں گے حضور گرامی مرتبت ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا اپنی قوم سے محبت کرنا تعصب ہے۔ (یہ بڑا اچھا سوال ہے اور آپ کے بہت سے political مسائل کا حل ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں مگر اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرنا تعصب ہے۔'' تعصب یہ نہیں کہ تم اپنی قوم سے محبت نہ کرو مگر تعصب یہ ضرور ہے کہ اپنی قوم کی ظلم پر مدد کرو۔ ہم اپنے سیاسی نظام میں جو ایک بڑا عذر رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی پولیٹیکل selection یا انتخاب کیلئے ہم اس میں اپنی نسبت، ذات اور برادری ضرور لے کر آتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ یہ ظالم ہیں، ہم جانتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ یہ ایسا کوئی کام کرنے کیلئے نااہل ہیں۔ یہ خدمتِ انسان، خدمتِ خاندان اور خدمتِ قوم کے لئے نااہل ہیں۔ اس کے باوجود جب ہم ان کو ووٹ دیتے ہیں تو ہم تعصب کی نذر ہو جاتے ہیں۔

ٹیکس ہوں یا نہ ہوں سوال تو یہ ہے کہ آپ ٹیکس خوشی سے کیوں نہ دو۔ جب آپ ان سڑکوں سے گزرتے ہو اور آپ کو مناسب، متوازن اور اچھی سڑکیں نظر آئیں تو آپ ٹیکس دینے کو مائنڈ نہیں کرو گے۔ پاکستان میں ٹیکسز کا return کیا ہے؟ میں نے پچھلے مہینے ہی دیکھا کہ سات ہزار سے لے کر ساٹھ ہزار تک گیس کے بل آئے ہیں تو کسی ظالم حکمران نے یہ سوچا کہ یہ کیوں آئے ہیں؟ ان لیڈروں کی مدد کون کر رہا ہے؟ سوائے آپ کے اور کوئی نہیں کر رہا۔ آپ ووٹ کے ذریعے ان کی مدد کرتے ہو۔ ہم تو جنون اور محبت میں ووٹ دے رہے ہیں۔ ہم تو انصاف کو ووٹ ہی نہیں دے رہے۔ ہم تو اخلاق کو ووٹ ہی نہیں دے رہے۔ ہم اپنے مسائل کو ووٹ نہیں دے رہے ہیں۔ ہم تو ان بے رحم لوگوں کی مدد کر رہے ہیں جن کو ہمارے interests کا ذرہ برابر خیال نہیں ہوتا۔ جونہی وہ منتخب ہوتے ہیں آپ کی میموری ان کے ذہن سے ہوا ہو جاتی ہے اس لئے یہ سمجھنے کی کوشش کرو کہ آپ کس کو ووٹ دیتے ہو اور کس لیے ووٹ دیتے ہو پھر آپ کے مسائل حل ہونگے۔ مسائل آپ نے خود حل کرنے ہیں، یہ آپ کے نمائندے نہیں کریں گے۔ ان

کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ But if you put on one honest and sincere man which you believe honest and sincere. اور ہر چیز سے بڑھ کر فیملی سے بڑھ کر برقدر سے آگے جا کر آپ فیصلہ کریں کہ ہم نے ایک ایماندار کو ووٹ دینا ہے، ہم نے ایک کوالٹی کو ووٹ دینا ہے، ہم نے نہ فیملی کو ووٹ دینا ہے اور نہ کسی ایسے ظالم کو جن کو ہم بار بار پرکھتے ہیں۔ مومن تو ایک سوراخ سے بار بار ڈسا بھی نہیں جاتا۔ آپ مومن نہیں ہو، آپ بار بار اسی سوراخ سے ڈسے جاتے ہو۔ اس لئے آپ اچھا مسلمان بننے کی کوشش کرو۔

سیاسی حالات میں تحریک وکلا کا کردار

سوال: اس وقت جو سیاسی حالات چل رہے ہیں کیا ان میں گھر بیٹھ کر تبدیلی کا انتظار کرنا چاہیے یا عملی طور پر اس میں شامل ہو کر اپنا کردار ادا کرنا چاہیے -----کیا دھرنا پاکستان کی تاریخ پر دوررس نتائج مرتب کرے گا؟ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: دوررس نہیں بلکہ بڑے قریب کے اثر مرتب کرے گا، یہ حالات کچھ دنوں میں ختم ہو جائیں گے۔ ابھی تو ایک جنگ strategy of terrorism لڑی جا رہی ہے۔ It is a psychological warfare between the parties. One party is tactically trying to delayed the matter end get advantage and other party is putting the pressure on to get advantage. مگر مسئلہ یہ ہے کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ جب ہم اپنی اس عظیم لیڈرشپ کو دیکھتے ہیں تو بدقسمتی سے میں گواہ ہوں کہ جو بھی اس وقت کی مقتدر اعلیٰ شخصیتیں ہیں انہوں نے وہ سب وعدے کیے تھے جو انہوں نے توڑ دیئے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر اتنی اچھی پوزیشن پر جا کر ہم اپنے بارے میں گمان رکھتے ہیں کہ ہم جھوٹ بول دیں گے مگر اگر آپ کے ملک کے ذمہ دار ترین افراد آپ سے مسلسل جھوٹ بول رہے ہوں تو پھر آپ کو کیا کرنا چاہیے؟ اگر ذہناً قلباً

نہیں تو جب آپ کا ہاتھ فیصلے کی دہلیز پر ہوتا ہے تو اس وقت آپ کو یہ سوچنا اور سمجھنا چاہئے کہ ایسے حکمران دوبارہ آنا deserve نہیں کرتے ورنہ آپ کو بچہ سقہ کی بادشاہت، نظام سقہ کی ڈھائی گھڑی کی بادشاہت کیوں نہیں یاد آتی ------؟ ہمارے کیا تعصبات ہیں؟ میں آپ کو ایک بات بتاؤں کہ یہ جو تحریک (وکلاء کی تحریک) چل رہی ہے یہ میرے لئے بہت اچھی تحریک ہے مگر اس لیے نہیں کہ یہ چوہدری افتخار صاحب کیلئے چلائی جا رہی ہے۔ ذاتی طور پر میں ان پر یقین نہیں رکھتا مگر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی تحریک ہے جس کے پیچھے لوگ جمع ہوئے ہیں۔ میں ایسا اس لئے محسوس کرتا ہوں کہ لوگ پہلی بار یہ سمجھے ہیں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ ان کے تعصبات اس تحریک میں افراد کے پیچھے نہیں ہیں۔ وہ کسی ایک آدمی کو support کرنے کیلئے ایسا نہیں کر رہے۔ اگر عوام آج تک اس تحریک کے ساتھ چلنے میں دلبرداشتہ نہیں ہوئی تو اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ عوام کو یہ احساس ہے کہ جو کچھ ہوا ہے وہ غلط ہے اور وہ اس کو درست کرنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح آپ پنجاب میں جو تبدیلی دیکھ رہے ہیں اس کا تعلق نواز شریف سے نہیں۔ اس کا کسی اور سے بھی تعلق نہیں ہے۔ اگر لوگوں کی ایک بڑی تعداد گھروں سے باہر آ رہی ہے تو اس کا صرف ایک مطلب ہے کہ ان کو یہ معلوم ہے کہ یہ غلط ہوا ہے۔ تو میرا خیال یہ ہے کہ اب لوگوں میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے امید ہے کہ اگلے تین چار سالوں میں لوگ اپنے لئے کسی صحیح آدمی کو منتخب کریں گے۔

انکار ابلیس اور کن فیکون

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جو کہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے: "کُن فیکون" لیکن ابلیس نے اللہ کے کہنے پر حضرت آدمؑ کو سجدہ کیوں نہیں کیا؟

جواب: خدا ساری باتیں تو سب کو نہیں بتاتا ------ دراصل اس نے ابلیس کا جو کچھ کرنا تھا وہ بھی "کُن فیکون" کے تحت ہی تھا۔ ہم کائنات کو اس pattern سے نہیں دیکھتے یا اس لفظ کو اس pattern سے نہیں دیکھتے یا میں اس کو اس طرح نہیں دیکھتا۔ میری interpretation

تھوڑی سی مختلف ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوحِ محفوظ ماسٹر پلان ہے۔ اس بات کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس کو اس طرح سمجھیں کہ ہم ایک بستی بسانا چاہتے ہیں۔ اس لئے سے پہلے اس کا نقشہ تیار کرتے ہیں۔ اس کے sources دیکھتے ہیں کہ اس میں کتنے بندے بستے ہیں، انہیں کتنا پانی چاہئے، کتنی گیس اور بجلی چاہئے۔ اگر ہم عام چھوٹے سے انسان ایک چھوٹی سی کمیونٹی بسانے کیلئے اتنے سارے پلان بناتے ہیں، پھر ہم ایک ماسٹر پلان بنا کے کہتے ہیں Go ahead, start working on this. plan اسی طرح پروردگارِ عالم نے کائنات اور زندگی کے بارے میں ایک ماسٹر پلان بنایا کہ وہاں کیسے زندگی کو اجاگر کرنا ہے، وہاں انسان کتنے ہوں گے، کتنا رزق اس میں رکھنا ہے، کتنا پانی رکھنا ہے اور کتنے قحط دینے ہیں کیونکہ یہ جبر وقدر کی دنیا ہے، آزمائشوں کی دنیا ہے تو اس نے سارا ماسٹر پلان بنا کے اسے لوحِ محفوظ کہا۔ لوحِ محفوظ میں کیا کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ اس کی ایک چھوٹی سی جھلک قرآن حکیم میں اللہ نے اس آیت سے دی ہے۔ "وما من دآبة فی الارض الا علی اللہ رزقھا" (زمین پر ایسا کوئی جانور نہیں جس کا رزق اللہ پر نہ ہو۔) یعنی لوحِ محفوظ میں سب سے زیادہ بندوں کے رزق کی فکر کی گئی ہے، ان کو گنا گیا ہے۔ jobs بتائی گئیں، پیشے تخلیق کیے گئے، اگر آپ ان پچاس سالوں کے پیشے دیکھو اور پچھلے پچاس سالوں کے پیشے دیکھو تو آپ حیران رہ جاؤ گے کیونکہ ان میں کوئی مماثلت نہیں ہے کہ پہلے لوگ کن ذرائع سے کماتے تھے اور اب کن ذرائع سے کماتے ہیں۔ پہلے آئی ٹی (IT) نہیں تھی۔ آج ہر کام IT سے ہو رہا ہے۔ جوں جوں انسان بڑھتے ہیں ان کی اقدار بھی بدلتی ہیں۔ یہ سب کچھ pre-guessed ہے۔ "وما من دآبة فی الارض الا علی اللہ رزقھا ویعلم مستقرّھا و مستو دعھا" اور اللہ کو پتا ہے کہ کس نے کہاں کہاں جانا ہے؟ کہاں کہاں رکنا ہے؟ کیا کیا کام کرنے ہیں مگر یہ کہاں درج ہے: "کل فی کتٰب مبین" (سب کچھ لوحِ محفوظ میں ہے) اس ماسٹر پلان میں آپ کی کوئی physical movement آزاد نہیں چھوڑی گئی۔ آپ کا رزق آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ آپ کا کوئی اندازِ زندگی آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ سوائے ایک کے...... کہ ہم نے دیکھنا یہ ہوتا

ہے کہ یہ ساری زندگی کی اقدار کس لئے بنی ہیں۔ اگر حرکت کر رہے ہیں تو کیوں کر رہے ہیں۔ اگر ہم کوئی کوشش کر رہے ہیں تو کیوں کر رہے ہیں۔ اس کا قطعاً مطلب جبریت نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ میرے ذمے کیا کام ہے اور اللہ کے ذمے کیا کام ہے۔ اللہ کے ذمے رزق ہے، زندگی ہے، بچے ہیں، عزت ہے، توہین ہے، مراحب زندگی ہیں۔ **"زین للناس حب الشہوت والبنین القناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا"** یہ سب کچھ دینے کے بعد آپ سے اللہ نے کہا: "اے انسان! اے خلیفۃ اللہ فی الارض! یہ تیرا پروٹوکول ہے۔ تمہیں عزت اور وقار کے ساتھ پیدا کیا گیا ہے۔ You are born with dignity. You are born within parents because you cannot survive alone. تم واحد ایسے بچے ہو، تم جانور کے بچے نہیں ہو، تم special creation ہو، تم آدم کی اولاد ہو۔ تم اپنے ماں باپ کے بغیر نہیں زندہ رہ سکتے اس لئے پہلے ماں باپ دیئے گئے، گھر عطا کیا گیا اور ساری protection دی گئی۔ اس سارے پروٹوکول میں کچھ استثنا (exceptions) ضرور ہیں مگر exceptions ایک جنرل law نہیں ہوتا۔ general law یہی ہے جو اللہ نے دیا ہوا ہے پھر اس کے بعد اس نے کہا کہ دیکھو انسانو! یہ تمام سہولتیں میں نے تمہیں صرف ایک کام کیلئے دی ہیں: **"اِنّا ھدینٰہ السبیل امّا شاکراً وّ امّا کفوراً"** (چاہے تو مجھے مانو چاہے تو میرا انکار کرو) یہ تمام اسباب جو بتائے گئے یہ well measured اور well protected ہیں اور لوحِ محفوظ اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ جب ڈرافٹنگ ہو چکی، نقشہ بن گیا، اللہ نے ارادہ کیا تو کہا: "کن فیکون" تو کن فیکون سے مراد کسی کائنات کا اچانک وجود میں نہیں آنا ہے بلکہ ماسٹر پلان کا اجراء ہو جانا ہے۔

نواز شریف کا مستقبل

سوال: آپ کے خیال میں نواز شریف کا مستقبل کیا ہے؟

جواب: میری پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ دونوں میں سے کسی کے ساتھ affiliation نہیں ہے۔ مگر ایک عام اندازے کے حوالے سے جب میں دیکھتا ہوں تو میں اُسے ذرا بہتر منتظم (administrator) پاتا ہوں۔ مجھے اس کے اندر قدرے زیادہ Pakistani ego نظر آتی ہے۔ اس کی اپنی ego (انا) بھی اس کے اندر ہوگی...... پچھلی مثالوں کو دیکھتے ہوئے ہم ایسا کہہ سکتے ہیں جیسے کلنٹن نے بار بار اسے منع کیا مگر وہ اسی بات پر اصرار کرتا رہا کہ میں دھماکہ کروں گا۔ اس کے اوپر بھی پاکستانی feelings غالب رہیں اور اس نے صدر کلنٹن کو deny کیا اور ایٹمی دھماکہ کر دیا جس کا ہمیں بعد میں از حد فائدہ پہنچا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسی کی وجہ سے انڈیا پاک tention کم ہوئی۔ بعد میں آنے والے انڈین حملے بھی اسلیئے فائل ہو چکے ہیں کہ انڈیا کو پتا ہے کہ اس کا ایک پرائم منسٹر یہ دکھا چکا ہے کہ پاکستان کے پاس ایٹمی ذرائع بھی ہیں اور sources بھی ہیں اور یہ انہیں استعمال بھی کر سکتا ہے اسلئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس لحاظ سے وہ اپنے contemporaries سے قدرے بہتر ہے اور میرے خیال میں اگر وہ بے ایمان ہے تو بھی اس کو مزید تین سال ملنے چاہئیں اس لئے کہ ہماری عادت ہے کہ ہم آدھے گرے ہوؤں کو پھر ہیرو بنا دیتے ہیں۔ ایک انتہائی corrupt آدمی جب سال، ڈیڑھ سال میں نکالا جاتا ہے تو وہ ہمارے لئے مظلومیت کا ایک معیار بن جاتا ہے اس لئے سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اسے اس کا وقت پورا کرنے دیا جائے۔ ایک proper assessment اسی وقت ہوگی جب ہم ان کو کارکردگی کا پورا موقع دیں اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ وہ دوبارہ شاید آئے گا کیونکہ لوگ اس کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ اگر آپ میری ذاتی رائے پوچھیں تو اگلے تین سال اس کے ہیں۔

دنیا کی بیوی اور جنت کی حوریں

سوال: ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا حالانکہ اس کی بیوی اس کے پورے حقوق ادا کرتی ہے لیکن وہ شخص بظاہر نیک ہے، نمازی ہے، پرہیزگار بھی ہے تو کیا وہ جنت میں چلا جائے گا اور کیا پھر اس کو حوریں بھی عطا کی جائیں گی حالانکہ اس کا دنیا کا تجربہ تو کچھ اچھا نہیں گزرا

تو اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

جواب: میرے ساتھ بیٹھے ہوئے توفیق صاحب پوچھ رہے ہیں کہ وہ کونسی بیوی ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ خاوند پر اپنے حقوق جتلائے جائیں مگر We are exploiting God and Prophet for our own purposes. جب بیوی کے حقوق کی بات آتی ہے تو وہ حقوق گنواتی ہے جو اللہ نے خاوند کو اس کے بارے میں دیئے ہیں۔ جب خاوند کی باری آئے تو وہ ایسا ایک حق بھی نہیں بتائے گا جو بیوی کا ہے۔ وہ سارے اپنے بتائے گا۔ In both the cases I think we exploit the book of God. مگر جیسے یہ خاتونِ محترم سوال کر رہی ہیں اگر اس قسم کا کوئی factual واقعہ ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ خاوند بہت بدقسمت ہے۔

خدا کی پہچان کی دلیل

سوال: Atheists say that God was dead and reason was born and we all are reasonable please debate?

جواب: یہ تو آپ کو پتا ہے کہ میں اسی بات پر اتنا طویل لیکچر دے کر آیا ہوں۔ ہمیں اس بات سے دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں کسی بات کے مجنونانہ تعصب سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کوئی بھی کھڑا ہو کر کہہ سکتا ہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا تو کیا اس کے پاس انکار کی دلیل ہوتی ہے......؟ نہیں...... اسی طرح ہمارے ہزاروں لوگ کہتے ہیں کہ وہ خدا کو مانتے ہیں تو کیا ان کے پاس اقرار کی دلیل ہوتی ہے......؟ نہیں ...... سوال یہ ہے کہ بہر حال خدا کو جاننا پہچاننا ایک بڑی مشکل بات ہے۔ یہ بہت ہمت کا کام ہے۔ دو قسم کے faith ہیں۔ کسی نے مجھ سے سوال پوچھا تھا کہ اگر پڑھے لکھے آدمی کا کام ہی خدا کو جاننا ہے تو غریب کیا کرے گا، اَن پڑھ کیا کرے گا، کم علم کیا کرے گا تو میں نے اس سے یہی کہا تھا اور اب بھی یہی کہہ رہا ہوں کہ جو یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ اس کے پاس ذہانت ہے، جو یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ اس کے پاس علم ہے، جو قابلِ دنیا میں اپنے آپ کو Intellectual کہتا ہے،

جو سمجھتا ہے کہ میں عقل و فہم کا ایک دستور اور مینار ہوں اس کو تو چاہیے کہ وہ خود خدا کو کنفرم کرے اور اگر کوئی ایسا نہیں ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ I don't have the time, I don't have the patience. میرے پاس اتنی استعداد، اتنی استقامت نہیں ہے تو پھر میرا خیال ہے کہ وہ کوئی اللہ کا بندہ تلاش کرے۔ یہی ایک آسان طریقہ ہے کہ پھر وہ کسی پر اعتبار کرے جیسے ہم سب لوگ اعتبار کرتے چلے آ رہے ہیں کیونکہ وہ شخص اس کیلئے محنت کر چکا ہے اور یہی چیز ولایتِ الٰہیہ ہے۔ ولایتِ الٰہیہ کا ذکر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے کلام میں فرمایا کہ میری امت کے اولیاء بنو اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح ہیں کیونکہ وہ میری امت کو ہر زمانے میں رہنمائی مہیا کرتے رہیں گے۔

مزاراتِ اولیاء پر دہشت گردی

سوال: آج کل کے اولیائے کرام کے مزارات کو دہشت گردوں نے اپنے نشانے پر رکھا ہوا ہے اور ان میں وہ مردِ قلندر بھی شامل ہیں جنہوں نے آپ کی ولادت کی خوشخبری آپ کی والدہ محترمہ کو دی تھی آپ اس بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

جواب: اس واقعے کا کوئی ثبوت میرے پاس نہیں ہے کہ وہ سچ ہے یا نہیں ...... میں نے سنا ہے کہ میری والدہ میری پیدائش کے وقت بالکل اکیلی تھیں اور بہت گھبرائی ہوئی تھیں۔ یہ نوشہرہ کا واقعہ ہے اس وقت انہوں نے خواب میں "کاکا صاحب" کو دیکھا۔ میرا خیال ہے کہ خواتین کو کچھ اس قسم کا ویسے بھی اشتیاق ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت کسی نہ کسی اولیائے کرام کی زیارت کرنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے تو اس میں ایسی کوئی بات نہیں مگر جو ان کے مزارات کی بے حرمتی کر رہا ہے یا اپنے تعصبات کو ظاہر کر رہا ہے تو وہ یہ بات نہیں جانتا کہ قولِ قرآن حکیم کے مطابق وہ زندہ ہیں۔ اگر میدان جنگ میں چوٹ کھایا ہوا شہید زندہ ہے: "ولا تقولوا المن یقتل فی سبیل اللہ اموات" (جو اللہ کی راہ میں مارا جائے اسے مردہ نہ کہو) اگر شہید زندہ ہے، بقولِ رسول کریم ﷺ جہاد بالنفس جہادِ شمشیر سے اولیٰ ہے "تو وہ ایک بہتر شہید ہوئے۔ اگر ان شہداء کی قبروں کی بے حرمتی کریں گے تو ان شہداء کا تو کچھ نہیں بگڑے گا مگر میرا خیال ہے کہ ان کی اپنی عاقبت ہمیشہ

کیلئے بگڑ جائے گی۔

اسماء کا شخصیت پر اثر

سوال: ناموں کا شخصیات پر نصف اثر ہوتا ہے لیکن آپ کیسے نام کے ذریعے شخصیت کی تمام پرتیں افشاء کر دیتے ہیں؟

جواب: That's my trade secret... میں جب آپ کی طرح تھا۔ طلب وتلاش میں رہتا تھا تو ایک دن قرآنِ حکیم پڑھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ میں روز پڑھتا ہوں: "الم ۝ ذلک الکتب لاریب فیہ" باقی آیت کا تو مجھے پتہ ہے مگر یہ "الم" کیوں پڑھتے ہیں؟ پھر میں نے دیکھا کہ بعض مفکرینِ حاضر یہ کہتے ہیں کہ یہ عرب کا تکیہ کلام تھا تو میں نے سوچا کہ "یہ عرب کا تکیہ کلام اللہ مجھے خوامخواہ ٹرانسفر کر رہا ہے۔ میں تو پنجابی بولنے والا ہوں۔" مجھے یہ تکیہ کلام والی بات صحیح نہیں لگی۔ میں نے ایک دن اللہ سے کہا کہ اگر سارا قرآن فہم وفراست کے لیے نہیں ہے سمجھنے کیلئے نہیں ہے تو پھر آپ خوامخواہ ہر وقت کیوں یہ کہتے رہتے ہو کہ غور کرو فکر کرو...... یہ چودہ حروف مقطعات تو نکل گئے، پھر ان کے ساتھ منسلک آیات بھی نکل گئیں اور اگر یہ راز ہیں جو کھلنے والے نہیں ہیں تو پھر قرآن پڑھنے کا کیا فائدہ ہے۔ یہ ایک قسم کی گستاخی ہے خیال کر کے میں ڈھونڈتا پھرتا رہا اور سوچتا رہا مگر میں نے کوئی جلدی نہیں کی۔ اصل میں علم میں جلدی مہلک ہوتی ہے۔ ایک دن "ابنِ عربیؒ" کے بارے میں "لوئیس میسینن" کی کتاب پر بحث ہو رہی تھی، لوئیس میسینن نے ابن عربی کے بارے میں ایک جملہ لکھا کہ He was a specialist of the subject of catagories. ۔ catagories کا لفظ میرے ذہن سے چپٹ گیا۔ What catagories? اصل میں جس انگریز نے یہ لکھا تھا اس کو بھی کچھ پتا نہیں تھا اور جس کے بارے میں لکھا جا رہا تھا اس کو بھی کچھ پتا نہیں تھا۔ catagories کا لفظ میرے دماغ سے stick ہو گیا۔ میں آج بھی سمجھتا ہوں کہ یہ ایک الہامی سوچ تھی کہ Suddenly it came in my mind that when God created all these things there must be simple and initial catagories. میں نے سوچا کہ اگر وہ catagories ہیں تو جب language شروع ہوئی ہوگی، اسماء شروع ہوئے ہوں گے، جب کتابت شروع ہوئی ہوگی، جب انسان نے ترتیب دینا شروع کیا ہوگا تب بھی تو کوئی basic catagory بنی ہوگی۔ پھر میں نے ایک دن مسندِ اہلِ بیت میں ایک حدیث پڑھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے پوچھا: ''یہ کیا بات ہے کہ بعض لوگ بڑے اچھے، بڑے نیک، بڑے عبادت گزار ہوتے ہیں مگر ہمارے دل کو نہیں لگتے، ہمیں اچھے نہیں لگتے اور بعض بڑے خبیث، بڑے بے ایمان اور بڑے ایسے ویسے ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں بڑے اچھے لگتے ہیں اور ہم ان کی دوستی چاہتے ہیں۔ تو یہ معاملہ کیا ہے۔'' حضرت علیؓ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین میں نے یہ سوال حضور گرامی مرتبت سے پوچھا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب آسمان پر اللہ نے ارواح کے لشکر ترتیب دیے تو بعض کی بعض سے محبت اور بعض کی بعض سے مخالفت ٹھہرا دی''...... ذرا اس بات پر غور کیجئے گا...... آپ کو یاد ہے کہ زمین پر بھیجنے سے پہلے اللہ نے آدم سے کہا کہ ''نیچے اترو ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کا دشمن ٹھہرایا۔'' جو سانپ آپ کو ڈستا ہے تو اس بیچارے کا کوئی قصور نہیں ہے اللہ نے اسے آپ کا مخالف ٹھہرا دیا ہے، بچھو کو آپ کا مخالف ٹھہرایا ہے، کتے کو آپ کا وفادار ٹھہرا دیا اور بلی کو گھر کا جانور بنا دیا حالانکہ اگر دیکھا جائے تو نیولا کیا چیز ہے جو بڑے بڑے سانپوں کو مار لیتا ہے تو خدا نے کچھ اسماء کو کچھ اسماء کی مخالفت دے دی اور کچھ کو کچھ کی موافقت دے دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ انسان جب زمین پر آتے ہیں تو چاہے وہ جہاں بھی ہوں جدھر بھی ہوں وہ انہی اسماء کے مطابق حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کا ایک اور بھی مطلب تھا کہ ان اسماء کے ذریعہ لوگ آزمائے جائیں۔ مثلاً آپ تو آرام سے گھر بیٹھے ہو، شریف ہو، نیک ہو۔ آپ کو پرابلم ہی کوئی نہیں ہے۔ آپ تو صبح و شام بڑے اچھے جا رہے ہو مگر خدا ایک ایسا اسم آپ کی زندگی میں لے آئے گا کہ وہ آپ کیلئے وبال بن جائے گا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی آپ اس کے دامِ انسیت میں الجھ جاؤ گے اور پھر آپ کہو گے کہ میرا

I didn't want to be this but you were in it. You کیا قصور تھا۔
basic جب میں نے اس پر مزید غور کیا تو مجھے پتہ چلا کہ were made to suffer.
And after this I went یہ اسماء ہیں جو حروفِ مقطعات کہلاتے ہیں۔ catagories
جس کا دعویٰ نہیں on to discover and to know almost everything
کیا جا سکتا جو صرف علم کی حد تک ہے۔ اسی وجہ سے میں لوگوں کو جانتا ہوں اور مجھے شاید یہ سہولت
اس لئے بھی اللہ نے دی کہ مجھے بہت سے لوگوں سے ملنا ہوتا ہے۔ اگر میں ان پر اعتبار کرلوں تو ہر
ایک سے دھوکہ کھاؤں۔

But It is never never used, never never thought, never never considered to be a quality. It is just a help from God to understand people as it is.

مسلمانوں کی خدمات

سوال: دنیا میں ایک عام تاثر یہ ہے بلکہ پروپیگنڈا ہے کہ مسلمانوں نے گزشتہ پانچ سو برس سے دنیا کو کچھ نہیں دیا یعنی علوم وفنون اور فلسفہ کے حوالے سے......اس کی کیا وجہ ہے اور اس مسئلے کا کیا حل ہے؟

جواب: یہ ایک ایسی رائے ہے جو کافی جاہلانہ قسم کی ہے۔ پانچ سو برس تو بہت ہوتے ہیں۔ 1588ء میں برطانیہ کا آرمیڈا (Armada) بڑا مشہور ہے۔ آرمیڈا ایک بحری جنگ ہے جس میں Portugese (پرتگال) اور سپین کے گروہوں کے ساتھ انگریز بحریہ کی جنگ ہوئی۔ اس میں ملکہ الزبتھ فاتح رہیں۔ اگر تاریخ مسخ کردی جائے یا نہ جانی جائے تو اس میں طالبعلموں کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ اُس حوالے سے چار خطوط موجود ہیں جو ملکہ برطانیہ نے شاہ ترکی کو لکھے اور ان کا موضوع ایک ہی ہے: ”اے سلطانِ بحروبر ہم چونکہ دشمن سے جنگ کیلئے جا رہے ہیں تو ہم پر مہربانی کرنا اور پیچھے سے انگلینڈ کا خیال رکھنا“۔ 1588ء میں یہ letters لکھے جا رہے ہیں

Queen of England کی طرف سے شاہ ہنری کو کہا اے بادشاہ ہم بہت بڑی جنگ لڑنے جا رہے ہیں تو ہمارا گھر خالی ہو جائے گا۔ تم پلیز ہمارے گھر کا خیال رکھنا اور اس کی حفاظت کرنا...... اصل میں ان دنوں مسلمانوں کے عروج کا یہ عالم تھا کہ 1707ء میں اورنگزیب محی الدین عالمگیر مسلمانوں کا ایک ایسا بادشاہ تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے برابر کی سلطنت صرف اشوکا کو نصیب ہوئی۔ اس وقت ایشیائے کوچک میں سلطنتِ عثمانیہ کا سب سے بڑا بادشاہ سلطان سلیمان ذیشان تھا۔ جس کو انگریز بھی The magnificent کہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ایران (Persia) میں Suffwaids (صفوی حکمران) کے عروج کا یہ عالم تھا کہ اس کے بادشاہوں کے ساتھ اعظم (The Great) لگایا جاتا تھا۔ یہ کوئی اتنی دور کی بات نہیں ہے۔ سولھویں اور سترھویں صدی سے لیکر ابھی تک بمشکل کوئی دو تین سو سال گزرے ہیں مگر ان دو تین سو سالوں میں اونچ نیچ بھی ہوتی رہی، مسلمان فتح و شکست کے درمیان بھی رہے۔ سلطنتِ عثمانیہ اپنے بدترین حال میں بھی کسی کے غلبے سے بچ نکلی اور رسول ﷺ کی ایک پیشگوئی بہرحال پوری ہوئی کہ "میری امت کبھی غلام نہیں ہوگی۔" یعنی امت کے ممالک تو ہو جائیں گے مگر امت کبھی غلام نہیں ہوگی۔ اب بھی جو بڑی اقوام ہیں ان کو آپ دیکھیں تو بڑی سے بڑی حکومت میں بھی زوال آئے ہیں چاہے وہ فرانس کی ہو یا انگریز کی ہو یا اٹلی کی ہو آپ ان کا ذکر کیوں نہیں کرتے ہو۔ ان حکومتوں کو بھی صدیوں تک زوال رہے ہیں۔ آپ کو یاد ہونا چاہیئے کہ ہر وہ حکومت جو خدا کے قوانین توڑتی ہے اس پر زوال آتا ہے۔ ساری دنیا یہ کہتی ہے کہ تاریخ سے کوئی بھی سبق نہیں سیکھتا اس لیے کہ وہ اصول تاریخ نے نہیں بنائے ہوتے وہ بھی اللہ ہی نے بنائے ہوتے ہیں اور جو قوم بھی ان سے انحراف کرتی ہے اپنی سزا ضرور پاتی ہے۔

وجد اور مجذوبیت

سوال: وجد کیا ہے اور مجذوبیت کا عالم کس کو کہتے ہیں؟

جواب: وجد اور تواجد اور واجد کسی بھی انبساط یا ecstasy کے کسی لمحے میں چلے جانے کو کہتے

ہیں۔ ecstasy یا تلذذ کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ poetic وجد بھی ہوتا ہے۔ کسی شعر پر بھی وجد آ سکتا ہے۔ کسی آیت پر بھی وجد آ سکتا ہے۔ کسی قوال کی دھمک پر بھی وجد آ سکتا ہے۔ ہمارے پاس خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی مثال موجود ہے۔ ان کی وفات اسی وجد کے عالم میں ہوئی۔ وہ واقعہ کچھ یوں ہے کہ قوال نے جب یہ شعر پڑھا

؎ کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست

یہ سن کر حضرت کو حال پڑ گیا، وہ وجد میں آ گئے اور یہ کیفیت چلتی رہی کیونکہ قوال کو یہ حکم نہیں ہوتا کہ emotions کی اس intensity میں وہ ہاتھ روک دے ورنہ جس کو حال پڑا ہو اس کے سکتہ (coma) میں چلے جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ مگر اگر تواجد' کے اس حال کا تسلسل (continuity) جاری رہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ اسی حال میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی وفات ہو گئی اور جب قوال نے ساز پر سے ہاتھ چھوڑا تو اس کے ہاتھ زخمی ہو چکے تھے اور خون بہہ رہا تھا۔ یہ کیفیت مسلسل تین دن تک جاری رہی۔ وجد اور تواجد (ecstasy) کا ایک extreme possessive moment ہے جس میں انسان اپنی عقلی گرفت کو کھو دیتا ہے۔ باقی رہا مجذوب تو 'جذب' کے لفظ سے آپ یہ جان لو کہ آپ کتنی چیز اپنے اندر سمیٹ سکتے ہو۔ اسکا مطلب ہے سمیٹنا کہ آپ کتنی چیز یا کتنی آگہی سمیٹ سکتے ہو، کتنا غرور سنبھال سکتے ہو، کتنی انا اور کتنا علم سنبھال سکتے ہو۔ آپ کا ظرف جب چھلک جائے تو آپ مجذوب ہو جاتے ہو۔ مجذوب اور باقی لوگوں کا فرق صرف یہ ہے کہ مجذوب کو ہم صرف اس لئے مجذوب کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی محبت میں سرشاری کو جذب کرتا ہے، انس کو جذب کرتا ہے، قربت کو جذب کرتا ہے۔ جب اس کا ظرف چھلک جائے تو وہ مجذوب ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس کے پاس کنٹرول کی گنجائش نہیں رہتی۔ That is the moment of ecstasy. جب وہ کسی صحت مند آدمی کے قابو سے نکل جائے تو وہ جذب کی کیفیت میں چلا جاتا ہے۔ دو قسم کے صوفیاء ہوتے ہیں ایک 'سکر' کے

صوفیاء ہیں اور دوسرے 'سہو' کے صوفیاء ہیں۔ جب کسی 'سہو' کے ولی کے ہاتھ سے 'سہو' چلا جائے تو وہ 'سکر' یہ ہو جاتا ہے۔ جب patience چلی جائے، شعور چلا جائے اور وہ واپس صحوِ 'سہو' کو نہ پلٹ سکے تو وہ سکر یا جذب میں چلا جاتا ہے۔

مسلمان سائنس دان

سوال: اگر عربوں میں اشعری اور غزالی نہ پیدا ہوتے تو عرب قوم کا ہر فرد گلیلیو اور نیوٹن ہوتا۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

جواب: میرا ایسا خیال نہیں ہے۔ اس وقت بڑے بڑے مسلمان سائنس دان پیدا ہوئے مگر یورپی بڑے متعصب ہوتے ہیں۔ انہوں نے کبھی اس احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا۔ یورپ کے پاس اس وقت کچھ بھی نہیں تھا بڑی جہالت تھی۔ آپ جانتے ہو کہ ان کو Dark ages of Europe کہتے ہیں۔ یعنی چودہویں اور پندرہویں صدی میں یورپ اپنی تحقیق و جستجو، تعلیم، Scepticism, Reformation اور Renaissance کیلئے شرق کا محتاج تھا۔ ان کا ایک ایک سانس شرق سے قرطبہ سے اور بغداد سے بندھا ہوا تھا مگر وہ اس کا ذکر نہیں کرتے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے بہت نفرت کرتے ہیں مگر دوسری طرف دیکھیں تو 'ڈیکارٹ' جو آج مغرب میں Father of philosophy مانا جاتا ہے اور امام فلسفہ گنا جاتا ہے وہ 'غزالی' کی ایک ایک مثال quote کرتا ہے۔ آپ اسے چوری کہو گے، سرقہ کہو گے، مگر وہ بعینہٖ وہی باتیں لکھتا ہے جو امام غزالی لکھتے ہیں مگر اقرار نہیں کرتا۔

غزالی جہاں شرق میں مذہب کی نمو کا باعث بنا وہاں وہ مغرب میں بھی زوالِ مذہب کا باعث بنا اور رومن کیتھولک چرچ کے زوال کا اگر میں اصلی بانی سمجھوں تو حجۃ الاسلام امام محمد بن غزالی ہیں۔ اس لیے کہ انہی کی کتابوں نے وہ تحریک پیدا کی جس سے یورپ کے دماغ روشن ہوئے اور دماغ ہی نہیں گھر بھی روشن ہوئے اس لیے کہ جب قرطبہ میں ستر ہزار حمام تھے اور ہر street میں street light تھی اور روشنی ہوتی تھی تو اس وقت یورپ کے بہترین محلوں مثلاً،

شان الیزے میں جہاں اس وقت دنیا کی سب سے مہنگی زمین ملتی ہے وہاں گھٹنے گھٹنے کیچڑ کھڑا ہوتا تھا اور امراء کی عورتیں جب تک اپنے پائنچے گھٹنوں سے اوپر نہیں اٹھا لیتی تھیں اس غلاظت سے نہیں گزرتی تھیں۔ اس وقت قرطبہ (Cordoba) صحت و صفائی اور حفظانِ صحت کے اصولوں اور civic sense کا امام تھا جواب ہم میں اور مسلمانوں میں نہیں ہے۔

مرغن کھانا اور اسراف

سوال: معذرت کے ساتھ ایک سوال ہے کہ اتنے سارے لوگوں کو کھانا کھلانے پر پیسہ ضائع کرنے سے بہتر نہیں تھا کہ وہ پیسہ ضرورت مندوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جاتا۔ آپ کے مرغن لنچ کا موصوف پر یہ اثر ہوا ہے کہ وہ یہ سوال پوچھ رہے ہیں۔

جواب: (وہ پتا نہیں ابھی تک سوئے کیوں نہیں)۔ خواتین و حضرات! مجھے یہ احساس ہے کہ میں آپ کی کم خدمت کرتا ہوں۔ میرے پاس آپ خدا کیلئے آتے ہو۔ آپ کا گمان ہے کہ شاید مجھے خدا سے کوئی واسطہ یا ربط ہے (واللہ اعلم) اللہ آپ کا نیک گمان پورا کرے مگر بات یہ ہے کہ خدا کیلئے کیا کرنا چاہئے...... مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے صحابیوں میں سے ایک صحابی نے گلی سڑی کھجوریں مسجد نبوی کے دروازے پر رکھ دیں یہ سوچ کر کہ میں نے تو کھائی نہیں تو چلو غریبوں کو کھلا دوں۔ (اللہ نے دیکھ لیں میرا خیال ہے کہ اللہ نے لفافہ کھول کر دیکھ لیا) فوراً اس پر قرآن کی پوری آیت اتر آئی کہ اے لوگو یہ سب کچھ میں دینے والا ہوں، یہ سارا میرا مال ہے، میں نے تمہیں عطا و بخشش کی ہے، میرا ہی مال کھا کر میرے ہی لئے گلی سڑی کھجوریں...... اے سالا افتو اگر تم نے گلی سڑی کھجوریں دینی ہیں تو میں قبول نہیں کروں گا۔ اگر تم اپنا بہترین مال اللہ کی راہ میں نہیں دے سکتے تو درمیانہ دے دو تو خواتین و حضرات! یہاں آتے بھی آپ اللہ کیلئے ہو، کھاتے بھی اللہ کیلئے ہو، ضائع بھی اللہ کیلئے ہی کرتے ہو۔ "ضائع" کا ایک لطیفہ سن لیں جو بڑا پرانا ہے Alice in wonderland. میں ایک بڑا موثر اور بڑا شاندار لطیفہ ہے کہ ایک کردار دوسرے سے کہتا ہے کہ Don't waste time. تو وہ کردار جواب دیتا ہے کہ Time wasted is also time. میرا خیال ہے کہ ضائع ہونے والا کھانا بھی صدقہ ہوتا ہے۔ وہ کسی نہ کسی جانور کے منہ میں، یا کسی چیونٹی کے منہ میں چلا جاتا ہے اور تیسری اور آخری بات کہ ابنِ عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ یہ اسراف کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ: **لا خیر فی الاسراف** (اسراف میں کوئی خیر نہیں) مگر **لا اسراف فی الخیر** (خیر میں کوئی اسراف نہیں ہے) میری یہ خواہش ہے کہ میں آپ کے لئے اس سے بھی زیادہ کروں۔ ابھی میں آپ کو فور سٹار ہوٹل کا کھانا کھلانے کی کوشش کرتا ہوں مگر میری دعا ہے کہ میرے پاس اتنا ہو کہ میں آپ کو seven star ہوٹل کا کھانا کھلاؤں۔ اے میرے عزیز جس نے یہ سوال کیا ہے بغض نہ رکھو اور بخل نہ کرو......

عورت اور آبگینے

سوال: نبی پاک ﷺ نے عورت کو آبگینے سے کیوں تشبیہ دی؟

جواب: یہ بات حضور ﷺ نے انجشاء سے اس وقت کہی جب ام المومنین حضرت صفیہؓ کا ہودج گر پڑا اور گمان تھا کہ ام المومنین کو کوئی چوٹ نہ آ جائے تو حضور ﷺ نے بڑی فصاحت سے فرمایا: "اے انجشاء! سنبھال کر، آبگینے ہیں"۔ میرا خیال ہے کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کا اعلیٰ ترین ادبی مزاج، خوبصورت ادائیگی، اپنی بیوی سے انس ...... پتا نہیں اس میں اور کیا کچھ آ جاتا ہے۔ یہ ایک مکمل ترین چھوٹا سا جملہ ہے جو میرا خیال ہے کہ عائلی زندگی کیلئے بے حد خوبصورت ہے۔ ہم میں سے بہت سے ایسے rigid (سخت گیر) لوگ ہیں جو بیوی کی تعریف کرنے سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا سر نیچا ہو جائے گا تو میرا خیال ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بڑی خوبصورتی سے لوگوں کو بتایا ہے کہ اے لوگو اپنی بیویوں سے مروت اور محبت برتو اور ان کے بارے میں اچھا لہجہ اختیار کرو اور اپنے انداز چاہے شاعرانہ کر لو۔

حواسِ خمسہ میں اللہ کی محبت کا ادراک

سوال: ہمیں انسان سے محبت تو ہو جاتی ہے مگر خدا سے نہیں ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: انسانوں کو انسان چھو سکتے ہیں اس لئے ان سے محبت ہو جاتی ہے مگر خدا کو ہم چھو نہیں

سکتے۔ خدا کی محبت کو محسوس کرنے کیلئے vision (نظر) سے آگے جانا پڑتا ہے، taste سے آگے جانا پڑتا ہے، smell سے آگے جانا پڑتا ہے اس لئے کہ بنیادی طور پر انسان sentient ہے۔ حواسِ خمسہ کا بنا ہوا ہے اور وہ ان حواس کے اندر قید رہتا ہے۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ بت پرستی کیا ہے اور یہ کیوں پیدا ہوئی؟ اس لئے کہ خدا حواس میں نہیں آتا تھا خدا چونکہ حواس میں نہیں آتا تھا تو لوگوں کو وہ دوری بڑی چبھتی تھی۔ بت پرستی صرف اس لئے شروع ہوئی کہ لوگ اللہ کو اپنے حواس کے درمیان لانا چاہتے تھے۔ اگر وہ یہاں تک ہی رکھتے تو اور بات تھی مگر حواس میں لانے کے بعد انہوں نے ان پتھروں کی عبادت بھی شروع کر دی اور یہ بت پرستی کا Basic psychological back ground ہے کہ لوگ ایک دور کی reality اور عظمت کو اپنے حواسِ خمسہ کی گرفت میں لانا چاہتے تو بت پرستی پیدا ہوئی۔ خدا کی محبت کیلئے بھی ultimate refinement of the sentient sense چاہیئے۔ حواسِ خمسہ کی refinement چاہئے۔ ان سے آگے گزر کر تعقل پیدا ہوتا ہے۔ ultimate refinement پیدا ہوتی ہے اور پھر آپ خدا کو پا ہی لیتے ہو۔

سات کا عدد

سوال: سات کے عدد میں کیا حکمت ہے؟ زمینیں سات، آسمان سات، روشنی کے رنگ سات، اصحابِ کہف کی تعداد سات، عہدِ یوسف میں قحط سات سال، شادابی سات سال، قید سات سال، طوافِ کعبہ اور صفا و مروہ کے چکر بھی سات ہیں۔ کیا یہ صرف اتفاق ہے؟

جواب: میرا خیال ہے کہ صرف سات کا عدد ہی نہیں بلکہ خدا نے ہر عدد کے ساتھ کچھ حقیقتیں منسلک کی ہیں۔ کہیں چار کا عدد بھی ہے اور دو کا عدد بھی اہم ہے مثلاً دو فرشتے قبر پر کھڑے ہیں، دو آپ کے شانوں پر کھڑے ہیں۔ اگر آپ غور کرو تو اس قسم کی بے شمار ایسی مثالیں نظر آئیں گی جن میں صرف دو ہی کا عدد نظر آئے گا۔ اسی طرح پانچ کے عدد کی مثالیں بھی کافی ہیں۔ جن فرشتوں نے عرش اٹھایا ہوا ہے وہ آٹھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں بھی بنائی ہوں گی ان کی گنتی اور ان

کے اعداد مخصوص کیے ہوں گے۔ یہ صرف سات کے عدد کے ساتھ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ہر عدد کے ساتھ مخصوص ہوگا کہ یہ اس عدد کے تحت ہے، جیسے انیس کا ہندسہ کچھ لوگوں کے نزدیک بہت اہم ہے کیونکہ دوزخ اور جنت کے فرشتے انیس ہیں اور ‘بسم اللہ’ کے حروف بھی انیس ہیں۔ یوں سمجھیے کہ یہ departmental division ہے جو ایک سے دس تک ہے۔ صرف سات کا عدد ہی مخصوص نہیں ہے۔ اس کی کوئی reason نہیں ہے۔ اللہ کے پاس reason ہے مگر کوئی ایسی نہیں جس کو سمجھنے کی الجھن درپیش ہو۔

فطرت سے مفر

سوال: حدیث ہے کہ "اگر یہ سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو مان لینا مگر اگر یہ سنو کہ کسی شخص نے اپنی فطرت کے خلاف کام کیا تو یقین نہ کرنا۔ سوال ہے کہ وہ کون سی فطرت ہے جو ناقابلِ تغیر ہے؟

جواب: ڈاکٹر عبدالخلیل: اس حدیث کا کینوس اتنا وسیع ہے کہ اس میں سارا جبر و قدر بھی آ جائے گا۔ ایک دوسری حدیث اس حدیث کو بہتر طور پر explain کرتی ہے کہ " کچھ لوگ ایسے ہیں جو ایمان دار پیدا ہوتے ہیں، ایمانداری پر زندگی گزارتے ہیں مگر آخری عمر میں غلط فیصلہ کر کے ان کا انجام برا ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جو شروع میں غلطی کرتے ہیں، درمیان میں غلطی کرتے ہیں مگر آخر میں صحیح فیصلہ کر لیتے ہیں"۔ فطرت میں بنیادی طور پر یہ کسی شخص کا pre dominant attitude ہے۔ یعنی کسی شخص میں evil(برائی) کی یا خطا کی گنجائش رکھ دی گئی ہے بلکہ زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ آپ evil کا لفظ استعمال نہ کریں attitude استعمال کریں مثلاً ایک شخص بہت زیادہ متشدد ہے تو متشدد ہونا اس کی فطرت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فطرت کا یہ رجحان کس طرف جاتا ہے۔ اگر وہ شخص ایمان اختیار کرتا ہے اور جہاد میں جاتا ہے تو اس کا یہ تشدد اسلام کی حمایت میں استعمال ہو رہا ہے اگر وہی شخص جرائم کی دنیا میں چلا جاتا ہے تو اس کا تشدد جرائم کی دنیا میں استعمال ہوگا یعنی فطرت بذاتِ خود شاید اچھی یا بری نہ ہو مگر دیکھنا یہ ہے کہ فطرت

میں موجودہ رجحان کس طرف استعمال ہوتا ہے۔ ہر آدمی پیدائشی طور پر یا موروثی طور پر ایک tendency لے کر پیدا ہوتا ہے۔ وہ tendency یا رجحان بذاتہٖ برا یا اچھا نہیں ہوتا۔ دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ وہ کس سمت میں جاتا ہے۔ اس کے علاوہ پروفیسر صاحب نے اس حدیث کے حوالے سے ایک مرتبہ یہ بات کی تھی کہ ہم تین قسم کے اثرات کے زیرِ اثر ہوتے ہیں جن میں سے ایک اثر وہ ہے جو ہم اپنے ماحول، اپنی تعلیم اور اپنے احباب سے لیتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم پر ایک اثر وہ ہوتا ہے جو parental ہوتا ہے اور اس سے بھی زیادہ مضبوط اثر genetic ہوتا ہے۔ اسی genetic اثر کے بارے میں اس حدیث میں بات کی گئی ہے کہ اُن فطری رجحانات کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ غور کریں تو اصحابؓ رسول نے رسول ﷺ سے تربیت پائی مگر ان سب کے رجحانات، تعلیم کے اعلیٰ ترین معیارات پر ہونے کے باوجود جدا جدا ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ عثمانؓ کا attitude حضرت علیؓ سے مختلف نظر آتا ہے۔ حضرت علیؓ کا attitude حضرت ابوبکرؓ سے مختلف نظر آتا ہے۔ جب رسول ﷺ وفات پا جاتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ وہاں پہنچ کر وہ آیت تلاوت کرتے ہیں جس میں اللہ کہتا ہے کہ اگر حضور ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے...... جبکہ عمرؓ کہتے ہیں کہ جس نے کہا کہ حضور ﷺ وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ آپ غور کریں تو یہ فطری رجحانات ہیں۔ ایک آدمی میں اس moment of crisis میں ایک صحیح فیصلہ کرنے کی اہلیت ہے جبکہ دوسرا آدمی جذباتی طور پر اتنا مغلوب ہے کہ وہ تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں ہے کہ آقا وفات پا گئے ہیں۔ مختصراً اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص موروثی طور پر کچھ بنیادی رجحانات لے کر پیدا ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ بنیادی رجحانات یا potentials کس مقصد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

عشق اور عقل

سوال: اقبالؒ کے نظریہ عشق پر روشنی ڈالیں۔ آپ عقل پر زیادہ زور دیتے ہیں جبکہ اقبال عشق کو خدا تک پہنچنے کا اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

جواب: ڈاکٹر عبدالجلیل: اقبال کی شاعری میں بھی اور باقی بھی ہر جگہ آپ دیکھتے ہیں کہ جب بھی کوئی علم اپنی انتہا کو پہنچتا ہے یا کوئی اظہار کرنے والا جب بیان کرنے کی انتہا تک پہنچتا ہے تو وہ کچھ ایسی ہی باتیں کرتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

اسی طرح عقل اور عشق کی بات کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اسی طرح وہ کہتے ہیں:

اچھا ہے کہ دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یعنی اقبال نے نہ تو عقل کی نفی کی اور نہ ہی عشق کی۔ عقل بنیادی طور پر چیزوں کو سمجھنے اور جانچنے کا ایک اوزار (tool) ہے اور عقل اسباب کی بنیاد پر فیصلے کرتی ہے لیکن جب عشق پڑھ لکھ کر بالغ ہوتا ہے تو اس کے بارے میں اقبال کہتا ہے:

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

یا جب اس کا عقل کے ساتھ موازنہ کرتا ہے تو کہتا ہے:

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

اس میں اقبال یہ نہیں کہہ رہے کہ عشق عقل سے بڑھ کر ہے۔ جیسا اقبال سے کسی نے پوچھا کہ عشق کی انتہا کیا ہے تو اقبال نے کہا کہ عشق کی تو کوئی انتہا نہیں ہے تو اس نے پوچھا کہ پھر آپ نے

کیوں کہا کہ:

ـــ تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
تو اقبال نے جواب دیا کہ کیا تم نے اس شعر کا دوسرا مصرعہ نہیں پڑھا:
ـــ میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

اگر آپ غور کریں تو قرآن میں بھی یہی چیز نظر آئے گی۔ اگر آپ سوچیں کہ آیات میں تضاد ہے تو ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک دوسرے کو complement کر رہی ہوتی ہیں۔ اگر آپ دونوں باتوں کو ملا کر پڑھیں تو آپ کے پاس پورا image (ادراک) آئے گا جیسے پروفیسر صاحب نے ایک بار کہا تھا کہ ایک Gestalt theory ہے۔ اگر اس کو ذہن میں رکھیں تو آپ بہت سے سوالات کرنے سے رک جائیں گے اور آپ کوشش کریں گے کہ پہلے زیادہ معلومات حاصل کر لیں اور بعد میں سوال کریں۔ Gestalt theory کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر آپ کو چار ٹانگیں اور کرسی کا باقی حصہ علیحدہ دے دیا جائے تو آپ یہ کہیں گے کہ یہ چار ٹانگیں ہیں اور یہ top ہے آپ اس کو کرسی نہیں کہہ سکتے۔ بنیادی طور پر میز کو میز کہنا اس کے top اور اس کی ٹانگوں کے درمیان ایک Working relationship ہے اور یہی اصول apply ہوتا ہے کسی بھی concept پر۔ جب آپ کوئی بھی concept اختیار کرتے ہیں اس کو سمجھتے ہیں تو کم معلومات کے ساتھ آپ کا concept بھی غلط ہوگا اور آپ اس concept کے بارے میں جو سوالات اٹھائیں گے وہ بھی valid نہیں ہوں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ کسی بھی موضوع کے بارے میں جتنا بھی علم آپ حاصل کر سکتے ہیں وہ جمع کر لیں پھر کسی سے رائے لیں، اس پر بحث کریں اس کے بعد جو سوال اٹھے گا وہ ایک بالغ سوال ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سوال کا جواب نہ ہو جیسے ابھی کسی نے سوال کیا تھا کہ سات کا ہندسہ کیوں اہم ہے۔ اس کا مختصر جواب یہ نکلا کہ “عشق بنیادی طور پر ایک ایسا مقام ہے جہاں پہنچنے کے بعد انسان اسباب سے جدا ہو کر فیصلہ کرتا ہے لیکن یہ choice جاہلانہ نہیں ہوتی یہ پڑھی لکھی اور educated ہوتی ہے۔ عشق جاہل نہیں ہوتا

بلکہ پڑھا لکھا ہوتا ہے۔

اللہ کو اللہ میاں کہنا

سوال: قرآن و حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ کیا اللہ کو اللہ میاں کہنا جائز ہے؟ ہماری مسجد کے مولوی صاحب نے ایسا کہنے سے منع فرمایا ہے۔

جواب: میاں، respect کی ایک ڈگری ہے اور میاں کی ڈگری relative ہے جیسے کوئی چوہدری، کوئی راجہ اور پھر اس کے اوپر کوئی مہاراجہ ہے تو عموماً میاں ہم اپنے بزرگوں کو کہتے تھے جیسے میں اپنے دادا کو میاں جی کہتا تھا۔ میاں کے لفظ میں نسبی بزرگی نہیں ہے بلکہ یہ ultimate بزرگی ہے۔ جیسے اللہ کے رسول کو خود اللہ نے کہا کہ میرا پیغمبر 'رؤف' ہے 'رحیم' ہے حالانکہ اس کا پیغمبر اللہ نہیں ہے۔ مگر اگر آپ اللہ کے رسول ﷺ کو رؤف اور رحیم کہو گے تو اللہ کیسے برا منائے گا حالانکہ اللہ نے خود اسے یہ کہا ہوا ہے تو دراصل یہ ایک Degree of respectability ہے مگر اس میں محبت اور عشق ملا ہوا ہے تو 'میاں' کا استعمال بڑا پیارا ہے کہ "میاں جانے تے او جانے" ----- یہ لفظ ایک ultimate بزرگ کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کی آپ کے دل میں respect ہوتی ہے یہ ایک virtual variation ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص کہے کہ "میں میاں کو آخری نہیں مانتا" ----- مگر ایک شخص کہتا ہے کہ میں تو اس کی مکمل متابعت کرتا ہوں "میرا میاں تو اللہ ہے"۔ اللہ کہتا ہے کہ "لَا مَولیٰ لَھُم" ان کافروں کا تو کوئی مولا ہی نہیں مگر ہمارا مولا ہے۔ یہ مختلف الفاظ ہیں جو محبت اور respectability کو اجاگر کرتے ہیں۔ شاید ان مولوی صاحب کا میاں کوئی نہیں ہوگا نہ دنیا میں، نہ آخرت میں ----- اس لئے انہوں نے ایسا کہا ہوگا۔

حوریں اور بیویاں

سوال: جنت میں مردوں کو حوریں ملیں گی تو ان کی بیویاں کدھر جائیں گی اور اگر مردوں کو بھی بیویاں جنت میں ملیں گی تو بیچارے مرد کدھر جائیں گے؟

جواب: آخر یہ shauvinistic معاشرہ ہے۔ اس میں ہر چیز ہی مردوں کے نقطہ سے ہو رہی

ہے۔ بھئی! ان بیچاریوں کا بھی تو خیال کرو جو اتنی مشکل سے آپ جیسے وحشیوں کے ساتھ گزر کرتی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جو یہاں اچھے وہ وہاں بھی اچھے...... جنہوں نے مروت اور محبت کے ساتھ یہاں زندگی گزاری وہ وہاں بھی مروت اور محبت کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔ جنہیں یہاں اپنی بیوی سے اچھی کوئی نہیں لگی، انہیں وہاں بھی بیوی سے اچھی کوئی حور نہیں لگے گی۔ میرا تو خیال ہے کہ بیویاں زیادہ مظلوم ہوتی ہیں کیونکہ ان کے پاس تو کوئی دوسرا choice ہی نہیں ہوتا جبکہ مرد کے پاس choice ہوتا ہے۔ (یہ میں عورتوں کی تعریف نہیں کر رہا ہوں) یہ حقیقت ہے کہ جہاں مرد کے پاس ایک، دو یا تین choices ہیں وہاں ہمارے معاشرے میں ایک بیوی کے پاس کوئی اور choice نہیں ہوتا جب تک کہ وہ بہت سارے strong heads میں سے نہ گزرے اور یک طرفہ فیصلہ کرے۔ اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ عورتوں کو نسبتاً زیادہ بہتر مرد چاہیئے ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی خداوندِ کریم کا یہ احسان ہے کہ جنت میں جنس بدلی جا سکتی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جنت میں ایک بازار ہے، بازار میں ایک دکان ہے جہاں جا کر آپ اپنا کوئی بھی favourite face بدل سکتے ہیں۔ ایک انگلش کی فلم تھی جس کا نام Face off تھا شاید آپ نے دیکھی ہو۔ اس میں سرجری کی یہ انتہا دکھائی گئی ہے کہ ایک کا چہرہ دوسرے پر لگا دیا اور دوسرے کا تیسرے پر لگا دیا...... مگر جنت یقیناً آپ کیلئے choices کی ایک بڑی دنیا ہے۔ دنیا میں آپ کے مطلق choices کو قید کیا جاتا ہے مگر جنت آپ کے choices کی جگہ ہے جس کو آپ ان تمام غموں، دکھوں، بے چینیوں اور نقصانات کے بدلے میں خریدتے ہو جو آپ اس دنیا میں سہتے ہو۔ اس کے عوضانے میں جو جنت میں قانون ہے وہ آپ کو مکمل آزادی اور اختیار کا قانون دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: کچھ ایسے سوال آ جاتے ہیں جس میں ایک قسم کی holistic teaching کا ایک عنصر ہوتا ہے۔ میں پروفیسر صاحب کی اجازت سے ان پر بات کرتا ہوں جیسے کسی نے پوچھا کہ آپ عقل کو اہمیت دیتے ہیں یا روائت کو......؟ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم دونوں کو اہمیت

دیتے ہیں لیکن وہ روایت جو عقل و فہم کی کسوٹی پر پوری نہ اترے اس کے بارے میں ہم محتاط ہوتے ہیں۔ اس کو بھی ہم رد نہیں کرتے کیونکہ عقل منازل طے کرتی رہتی ہے اور بعض باتیں اس وقت ہمیں سمجھ نہیں آتیں۔ جیسے پروفیسر صاحب ایک آیت "وجعلنا من الماء کل شی ء حی ء" بہت quote کرتے ہیں۔ جب اس آیت کی تفسیر شروع ہوئی تو کچھ لوگوں نے یہ تفسیر کی کہ اللہ نے انسان کو مادۂ منی سے پیدا کیا کیونکہ ان کے لئے یہ تصور ممکن نہیں تھا کہ پانی سے حیات پیدا کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ایک مفسر نے اس آیت کا ترجمہ یہ کیا کہ اللہ نے انسان کو زور بازو سے پیدا کیا لیکن اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: "اور پیدا کیا ہم نے پانی میں سے ہر چیز حیات والی کو......" اگر ہم انتظار کرتے تو ہمیں اس آیت کی سمجھ آجاتی۔ جس نے سوال کیا ہے اس کا اشارہ حدیث کی طرف ہے۔ حدیث میں کچھ ایسی روایتیں ہیں جو کسی عہد میں عقل کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں مگر کسی آنے والے عہد میں وہ چمکتی دمکتی سچائی بن جاتی ہیں جیسے آقا ﷺ نے کہا کہ ناخن نہ بڑھنے دو شیطان کو بیٹھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اگر کسی نے مائیکروبائیالوجی نہیں پڑھی تو اس کیلئے اس حدیث کو سمجھنا ذرا مشکل ہوگا۔ جب تک سائنس کا وجود نہیں تھا اس حدیث کا حق ادا کرنا مشکل تھا۔ اسی طرح دودھ کو ڈھانپ دو، شیطان گھس جاتا ہے۔ یہاں شیطان بیکٹیریا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس حدیث کو آپ اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے جب تک آپ اس درجۂ کمال تک نہیں پہنچتے۔ میں پہلا فقرہ دوبارہ دہراتا ہوں کہ "ہم عقل اور روایت دونوں کا احترام کرتے ہیں"۔

مراتبِ فکر میں مصائب اور آسائشوں کا کردار

سوال: مصائب کسی بھی انسان کے مراتبِ فکر متعین کرنے کیلئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مصائب ہی کیوں...... آسائشوں سے مراتبِ فکر کیوں متعین نہیں ہوتے؟

جواب: یہ غلط ہے کہ مصائب سے مراتبِ فکر متعین ہوتے ہیں بلکہ اسراف، عیش اور سہولتوں سے بھی مراتب متعین ہوتے ہیں۔ متعدد مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ خدا دونوں بلکہ تین طریقوں سے

انسان کو آزماتا ہے۔ غربت، امارت اور درمیانے رستے سے...... یہاں ہر لمحہ ہر طریقہ، زندگی آزمائش بنا ہوا ہے۔ میرا نہیں خیال کہ اس دنیا میں آتے وقت، پیدائش کے وقت یا شعور کی عمر تک پہنچتے وقت آپ کا کوئی بھی لمحہ کسی آزمائش سے تہی ہو بلکہ ہر وقت انسان آزمایا جا رہا ہے۔ کبھی لہجے سے، کبھی انداز سے، کبھی خوراک سے...... ویسے بھی مطالعہ تاریخ، انداز فکر، تمام تر عقل و معرفت اور بڑے بڑے انسانوں کی زندگیوں کے احوال کو دیکھ کر ہم نے ایک اصول بنایا ہے: Adversity is the school of all greatness. کہ غربت ہی تمام عظمتوں کا گہوارہ ہے۔ جو غریب نہیں ہے، وہ عظیم نہیں ہے یا جتنے بھی عظیم تر لوگ ہو گزرے ہیں مثلاً آپ قائداعظمؒ کو لے لیں۔ اس کے بارے میں تاریخ میں لکھا گیا ہے کہ دس سال تک بیچارہ فٹ پاتھ پر پیدل جوتیاں گھسیٹتا رہا اپنی وکالت کو کامیاب کرنے کیلئے...... صرف وہی نہیں ہے، وہ چاہے جولیس سیزر ہو یا حضرت حماد قصابؒ (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے استاد) ہوں یا وہ کوئی ایران کا گورگان ہو، Attila the Hun ہو یا چنگیز خان ہو، دنیا کے تمام معتبر اور بڑے لوگ غربتوں کے سکول سے نکل کر عظمتوں کے میدان میں پہنچے ہیں۔ اب میں آپ سے ایک بڑا مزے کا سوال کرتا ہوں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے گا...... اگر غربت ہی عظمت کا معیار ہو تو آپ میں سے کتنے لوگ غریب ہونا پسند کریں گے۔ ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا، یہ نہ ہو کہ اگلے دن سے ہی غریب ہونا شروع ہو جائیں...... اصولاً ہم غربت قبول کرنا نہیں چاہتے باوجودیکہ ہمیں علم ہے کہ اس راستے سے گزرتے ہوئے ہم بڑے سے بڑے معیار بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اب امارت کو دیکھئے۔ میں ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو سناتا ہوں: "میرے ایک بڑے عزیز دوست تھے ہر کوئی ان سے جیلسی محسوس کرتا تھا۔ میں ذرا تھوڑا بے نیاز قسم کا تھا۔ میں ان سے اتنا جیلس تو نہیں ہوتا تھا مگر مجھے یہ خیال ضرور آتا تھا کہ میری عمر میں میرے پاس پھٹا ہوا جوتا بھی نہیں ہے اور موصوف نے 280 ایس مرسیڈیز منگوائی ہے۔ ایک دن میں نے سنا کہ اچانک وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہم دونوں کی عمر ستائیس برس تھی۔ پتہ یہ چلا کہ انہوں نے خودکشی کر لی ہے۔ میں بڑا حیران ہوا،

مجھے تجسس سا ہوا۔ میں نے پوچھا کہ کس بات پر انہوں نے خودکشی کی ہے تو یقین جانیئے مجھے بتایا گیا کہ انہوں نے اپنی بھابھی کے طعنے پر خودکشی کی ہے۔ یعنی ان کے پاس آسائشیں تو بہت تھیں، مرسیڈیز 280 بھی تھی مگر ہمت، strength اور nervous capacity زیرو کے برابر تھی اور میں بھوکا ننگا تھا، پھٹے ہوئے جوتے تھے مگر مجھ nervous strength کا مالک تھا۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خدا آزمائش میں ایک ہی طرف سے کیوں جاتا ہے ہاں ایک اصول ضرور ہے کہ آپ اپنی غربت میں سبق سیکھ جایئے تو آپ اس غربت کے حصار سے نکل جائیں گے۔ آپ حسد کرنا چھوڑ دیجئے تو آپ نکل جائیں گے۔ آپ یہ سوچیں کہ غربت کیوں آئی ہے اور امارت کیوں آئی ہے۔ آپ نے ایک حدیث نہیں سنی کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کو اگر اللہ امیر کر دے تو وہ ایمان سے نکل جائیں اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر اللہ ان کو غریب کر دے تو وہ ایمان سے نکل جائیں۔ میں آپ کو ایک بڑی خوبصورت حدیث سناتا ہوں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”انسان کا کچھ پتا نہیں ہوتا وہ صبح مسلمان ہوتا ہے تو شام کو کافر...... اور شام کو ایمان ہے تو صبح نہیں ہے...... سوائے ان لوگوں کے جن کے دل اللہ علم سے زندہ رکھے“۔ اس لئے چاہے غربت ہو، چاہے امارت ہو چاہے درمیان ہو ہر حال میں اللہ سے علم طلب کیا کریں۔ اللہ فرماتے ہیں: ”تلک الایام ندا ولها بین النّاس“ (ہم لوگوں پر ایک جیسے دن نہیں رہنے دیتے) اور اگر کوئی مسلسل غریب رہ رہا ہے تو وہ سبق نہیں سیکھ رہا۔ بھئی کلاس پاس کرو گے تو آگے بڑھو گے نا...... اگر آپ مسلسل ایک جیسی زندگی گزار رہے ہو تو یقین جانو کہ آپ کا صرف ایک ہی پرابلم ہے کہ اللہ جو آپ کو سکھانا چاہ رہا ہے وہ آپ سیکھ نہیں رہے۔ آپ جس دن learn کر جاؤ گے، اسی دن آپ اس کیفیت سے نکل جاؤ گے۔ لوگ اس بات پر روتے ہیں کہ یا اللہ ہم سے ایک دن بھی یہ دکھ برداشت نہیں ہوتا۔ اس مصیبت کو اٹھا۔ کوئی اس سے بھی آگے بڑھ کر دو چار لمحوں کی بات کرتا ہے کہ یا اللہ اسی وقت اس مصیبت کو اٹھا لے ہم اسے برداشت نہیں کر سکتے تو اللہ کہتا ہے کہ ”لا یکلف اللہ نفساً الاّ وسعها“ میں نے تو تیرے اندر capacity of sadness غم کی

گنجائش پچاس پاؤنڈ رکھی ہے اور تو پہلے پاؤنڈ پر ہی چیخ اٹھا ہے----- آپ سوچئے کہ جس اللہ نے آپ کو بنایا ہے وہ تو یہ کہتا ہے کہ "ہم نے کسی انسان پر اس کی وسعتِ نفس سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا"۔ اور آپ پہلے دن سے ہی کہنے لگتے ہو کہ میں مر گیا----- خدا آپ کو یہ باور کراتا ہے کہ آپ میں کتنی کشادگی ہے۔ بعض اوقات مصائب آپ کے نفس کی کشادگی کی استطاعت ظاہر کرنے کیلئے آتے ہیں۔ جب آپ اس گردش و بلا سے نکلتے ہو تو آپ اپنے آپ کو mature پاتے ہو بالکل اسی طرح جیسے سترہ سال کا ایک نارمل ریکروٹ جب ایک دن میدانِ جنگ سے گزر جاتا ہے تو veteran soldier ہو جاتا ہے۔

سوال: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک قول ہے کہ ولی ہمیشہ تقدیر کے خلاف لڑتا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: یہ قول میں نے پڑھا تو نہیں ہے۔ بعض اوقات شیخؒ کے ساتھ ایسے قول منسوب ہیں مگر شیخ کا جو قول میں جانتا ہوں وہ تو اس کے بالکل برعکس ہے اور وہ فتوح الغیب کے ابتدائی صفحات میں درج ہے کہ "تو خدا کے ہاتھ میں ایسے ہو جا جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے"۔ جسے وہ اپنی مرضی سے الٹاتا پلٹاتا ہے۔ یہ تو تقدیر کے ساتھ چلنے کی بات ہے۔ میرا نہیں خیال کہ شیخ نے ایسی بات کبھی کہی ہو۔ ہاں! بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ تقدیر کے مسالک پہ صوفی کی approach جدا ہوتی ہے جیسے شیطانِ رجیم جو اولیاء کی آزمائش کیلئے مشہور بھی ہے اور اس کے لئے ایک خصوصی ٹیکنالوجی برتتا ہے تو ایک بار حضرت شیخ جامعہ بغداد میں درس دے رہے تھے کہ اوپر سے ایک بہت بڑا سانپ گرا اور شیخ کی گردن کے گرد اس نے چکر لگایا اور زمین پر اتر کر چلا گیا۔ شیخ نے جب درس ختم کیا اور باہر نکلے تو باہر ایک بڑا مکروہ صورت شخص کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ اے شیخ کیا تمہیں پتا ہے کہ وہ سانپ میں تھا، میں جن ہوں اور میں نے بڑے بڑے لوگوں کو بڑے بڑے اولیاء کو آزمایا ہے۔ بہت سوں کے اندر اضطراب نہیں آیا مگر بہت سوں کے اندر اضطراب آیا مگر اے شیخ، اے مردِ خدا تو واحد ایسا شخص ہے جس کے ظاہر و باطن میں کوئی بھی

اضطراب نہیں آیا۔ حضرت شیخ نے کہا: ”اے بیوقوف تو تقدیر کے ہاتھ میں ایک کیڑا ہی تو تھا تجھ سے میں نے کیا ڈرنا تھا۔“ جو لوگ مقدر کے قائل ہوتے ہیں وہ بہت بہادر، بہت دلیر اور بہت ہی different قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ شیخ نے کبھی کوئی ایسی بات کہی ہو کہ ولی کو تقدیر کے خلاف لڑنا ہوتا ہے۔ صرف ایک حوالے سے یہ جملہ درست ہے: ایک دفعہ میں نے ایک شعر لکھا تھا۔ یہ بہت پرانا شعر ہے جو میں نے اسی موضوع پر لکھا:

ازل سے میرا ستارہ میرا رقیب رہا
میں اپنی شومیٔ قسمت سے خوش نصیب رہا

اس کا بالکل مطلب یہی ہے کہ بعض اوقات ہم بدقسمتیوں کے خلاف لڑتے ہیں اور انہیں قبول کرتے ہیں تو دراصل ہم خوش نصیب ہوتے ہیں۔

سوال: آپ نے اپنے لیکچر میں کہا ہے کہ انسان فطرتاً خاکی ہے اور خاکی حیثیت میں وہ جنت میں نہیں رہ سکتا تھا اس لئے اس کو زمین پر بھیجنا لازمی تھا تو کیا جنت میں انسان کو جب بھیجا جائے گا تو اس کی chemistry تبدیل کر دی جائے گی؟

جواب: یقیناً جنت میں بھی اور جہنم میں بھی ایسا ہی ہوگا۔ اگر آپ نے قرآن پڑھا ہو تو آپ کو پتا ہوگا کہ جہنم میں انسان کے بے شمار بدن بدلے جائیں گے تاکہ وہ عذاب کا عادی نہ ہو جائے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: اس سے مجھے ایک بات یاد آئی کہ de-burn کے بعد انسان درد کو محسوس نہیں کر سکتا اور pain perception ختم ہو جاتی ہے کیونکہ nerve endings destroy ہو جاتی ہیں اس لئے پھر اس کی نئی جلد اگائی جائے گی۔ اس بات پر dermatologists (ماہرین جلد) حیرت کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ کوئی divine information ہے ورنہ اس زمانے میں یہ بات کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ de-burns کے بعد آپ درد محسوس نہیں کر سکتے۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: میں ایک سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں جو پروفیسر صاحب سے بارہا پوچھا جاتا ہے۔ وہ سوال داڑھی سے متعلق ہے۔ اس کے بہت جواب ہیں۔ ایک جواب میرے پاس بھی

ہے جو میرے لیے ہے کہ 90 فیصد حاضرین بغیر داڑھی کے ہیں جو آج کے مذہب کا جنرل پرنسپل نظر آتا ہے۔ کیا ماضی میں جملہ انبیاء کا بھی یہی پرنسپل تھا۔ داڑھی کے مسئلے پر روشنی ڈالیں کیا اس کا مرد کی پردہ داری سے کوئی تعلق ہے؟ اس سوال کے بہت سے جواب پروفیسر صاحب نے دیئے ہوئے ہیں اور ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ میں آپ کو اپنا ذاتی موقف پیش کرنا چاہ رہا تھا۔ مجھے وہ دلچسپ لگتا ہے پتا نہیں آپ کو دلچسپ لگے یا نہ لگے۔ مجھے ایک استاد منتخب کرنا ہے، مجھے دس، گیارہ، بارہ یا بیس استاد میسر ہیں۔ مجھے ان سے خدا کے بارے میں سیکھنا ہے، رسول ﷺ کے بارے میں سیکھنے کیلئے مجھے ایک ایسا استاد ڈھونڈنا ہے جو اس استادِ عظیمؐ کے قریب ترین ہو۔ مجھے گیارہ میں سے دس آدمی باریش ملتے ہیں۔ میں ان میں اپنے رسول کی کوئی اور صفت نہیں پاتا مگر مجھے ایک شخص بے ریش ملتا ہے اس میں میں اپنے رسول ﷺ کی بہت ساری صفات پاتا ہوں اس لیے میں اسے منتخب کرتا ہوں۔

پاکستانیوں کا ذہنی کرب

سوال: ہر پاکستانی ایک ذہنی کرب میں مبتلا ہے جو ہر روز کسی نہ کسی واقعہ کی وجہ سے تازہ ہوتا ہے۔ ہم کب تک ان حالات کو اپنے موافق بنانے میں کامیاب ہوں گے اور امن دیکھیں گے؟ کب بیرونی طاقتوں کو مار بھگائیں گے؟ کیا حالات بہتر ہونگے یا بہت دیر ہو چکی ہے؟

جواب: ؎ پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

یہ تمام اعصاب شکن واقعات جو پاکستان میں جاری رہتے ہیں یہ پاکستان کے مضبوط ترین upper خول کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ پاکستان کی بنیاد ایک انتہائی مخلص اور نیک نیت شخص کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی۔ ہمیں پتہ ہے کہ پاکستان کی بنیاد ان لوگوں کے اس mob (ازدحام) کے ذریعے رکھی گئی جنہوں نے اپنی زندگی کی تمام تر priority ایک کلمہ کو بنایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ...... جنہوں نے پکار کر کہا: پاکستان کا مطلب کیا "لا الٰہ الا

اللہ“......ان کی قربانیاں ضائع نہیں جا سکتیں۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان کو بحیثیت ملک کسی بھی بد بخت کی نظر نہیں لگ سکتی مگر ایک بہت بڑا عجیب سا اتفاق تاریخ دہرا رہی ہے۔ کچھ دن پہلے ”بن لادن“ کے ساتھی چیف نے امریکہ میں ایک انٹرویو دیا جو بڑا دلچسپ ہے۔ اس میں موجودہ حکمرانوں کے بارے میں بڑی ناقص باتیں بھی ہیں مگر امریکہ کے بارے میں اس نے یہ صاف صاف کہا ہے کہ شاید اس احمق ترین اقدام میں جو اس نے پاکستان اور افغانستان میں کیا ہے اگر وہ پاکستان کو آزاد نہیں چھوڑے گا اور لوگوں کو اپنے حقوق نہیں ملیں گے تو دنیا میں کبھی بھی امریکن مفاد نہیں ہو سکتا اور یہ کہ افغانستان اس کو بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا جس طرح اس نے Russia کو کیا۔ میرا خیال ہے کہ پاکستان کے نصیب میں شاید سپر پاور کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا لکھا ہے۔ مرتے تو ہم بھی ہیں مگر میں آپ کو ایک اور حیرت انگیز بات اسی حوالے سے سناتا ہوں...... اس بار جب انڈیا بہت تیار ہو کر آیا اور خیال کیا جاتا تھا کہ ایسے وقت میں جب ہم اُس بارڈر پر بھی لڑ اور مر رہے ہیں اور اگر انڈیا بھی آ گیا تو ہم کیا کریں گے مگر حیرت انگیز بات ہے کہ جس بندے سے بھی میں نے بات کی کہ انڈیا attack کرنے والا ہے تو اس نے جواب دیا کہ ”آئے نا فیر“......(وہ حملہ کر کے تو دیکھے) میں حیران ہو گیا کہ میں جس عورت سے بھی پوچھ رہا ہوں اور جس مرد سے بھی پوچھ رہا ہوں، وہ آگے سے یہی کہہ رہا ہے کہ آئے نا فیر......ہم اتنے عادی ہو چکے ہیں دھماکوں کے اور risks کے کہ ہمیں کوئی اثر ہی نہیں ہوتا کہ کوئی حملہ کرے گا......ایسی قوم کے ساتھ لڑنا بہت مشکل ہے۔

سگریٹ نوشی

سوال: آپ سگریٹ پیتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ سگریٹ میں کتنے زہر ہوتے ہیں اور آپ اپنے اردگرد کے لوگوں کو بھی اس کا شکار کرتے ہیں۔ وضاحت کریں۔

جواب: ڈاکٹر عبدالجلیل: میں آپ کو اس کی صفائی پیش نہیں کر سکتا۔ یہ ایک بہت بری عادت ہے جو میرے مرشدِ گرامی کو ہے اور میں بھی اس میں شامل ہوں اور میں کئی بار اس پر ان سے لڑ چکا ہوں

مگر یہ کہتے ہیں کہ پہلے تم چھوڑو۔ آپ لوگ ہمارے لیے دعا کیجئے۔ یہ واقعتاً بہت بری عادت ہے اور سگریٹ نہ پینے والوں کی موجودگی میں سگریٹ پیا تو ایک ناشائستہ بات ہے۔

پروفیسر احمد رفیق: ویسے اگر آپ اس کی تفصیل جاننا چاہو تو آپ شرمندہ ہو جاؤ گے کیونکہ آپ کو سگریٹ کے اوصاف کے بارے میں نہیں معلوم...... بہرحال میں شاید ایک غلطی کرتا ہوں اور یقیناً کرتا ہوں مگر میں ذاتی سطح پر اس کے مداوے کی کوشش بھی ضرور کرتا ہوں۔ باقی یہ بات کہ non smokers کی موجودگی میں کیوں سگریٹ پیتا ہوں تو یہ ایک دلچسپ سوال ہے...... تو پھر لوگ مجھے فارغ چھوڑ دیا کریں نا...... جب میں ایک لمحہ بھی فارغ نہیں ہوں، جب میں چھت پر نہیں جا سکتا، کھیتوں میں کھڑا ہو کر سگریٹ نہیں پی سکتا تو مجبوراً میرا یہ تھوڑا سا جبر میرے احباب کو اٹھانا پڑے گا مگر جو بات میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ زیادہ دلچسپ ہے۔ یہ تھوڑا سا psychological ہے تو اس کو میں زیادہ explain نہیں کروں گا۔ مگر آپ اگر understand کرو گے تو انجوائے کرو گے: وقت کے ایک بہت بڑے سائیکولوجسٹ کے ساتھ میری بڑی آشنائی اور دوستی تھی۔ وہ بھی بہت سگریٹ پیتے تھے۔ معاذ اللہ استغفر اللہ میں اتنے نہیں پیتا تو ہوا یہ کہ میں نے ایک دن ان سے پوچھا: "ڈاکٹر صاحب! سگریٹ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے"؟ تو وہ بڑی گمبھیر ہنسی ہنسے اور کہا:

"It is partly anal, partly oral and partly sexful". میں نے ان تینوں لفظوں پر بڑا غور کر کے کہا کہ یہ تو ساری کی ساری ناقص باتیں ہیں تو کیا کوئی اور بھی reason ہے کہ جس کے تحت سگریٹ قبول کیا جائے تو انہوں نے کہا: "It is the greatest fidget control" سگریٹ کی یہ خوبی کہیں بھی نظر انداز نہیں ہو سکتی کہ یہ سب سے زیادہ fidget (اضطراری حرکات کو) کنٹرول کرنے والی چیز ہے۔ fidget کنٹرول کیا ہوتا ہے؟ اگر آپ دیکھیں تو بعض لوگ خواہ مخواہ کی حرکات میں مبتلا ہوتے ہیں مثلاً جسم پر کبھی ادھر خارش، کبھی اُدھر خارش...... جیسے انڈیا میں خارش دور کرنے والی کریموں کے جو اشتہار چلتے ہیں کہ کوئی کان کھجا

رہا ہے، کوئی ناک کھجا رہا ہے۔ That looks so much funny, it seems as if almost monkeys are within us. مگر اگر آپ کی انگلیوں میں سگریٹ ہو تو وہ سارے کا سارا اضطراب اس طرف مجتمع ہو جاتا ہے اور آپ کی باقی حرکات خاموش ہو جاتی ہیں۔ intellectuals میں یہ حرکات بہت زیادہ ہوتی ہیں اس لئے اس کو fidget کنٹرول کہتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالجلیل: آپ نے دیکھا کہ عقل کتنی عیار ہوتی ہے۔ (قہقہہ) پروفیسر رفیق: اس کے علاوہ مذہباً سن لیجئے کہ شرع کوئی نئے مسائل نہیں بناتی۔ شرع میں حرام ہے، مکروہ ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔ اتفاق سے سگریٹ پر یہ تینوں فتوے نہیں لگتے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات سن لیجئے یہ بڑی دلچسپ ہے۔ یہ میری اپنی ہے۔ میں تھوڑا سا (خیالی) imaginative بندہ ہوں۔ سوچتا اس انداز سے ہوں۔ مجھے ایک حدیث یاد آتی ہے کہ "قیامت جب بہت قریب آئے گی تو اہلِ ایمان اٹھا لیے جائیں گے کہ ایک بڑی نرم ہوا چلے گی جوان کے گلے میں کوئی غدود پیدا کرے گی" اور مجھے لگتا ہے کہ وہ 'ہوا' سگریٹ ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب مجھے کہہ رہے ہیں کہ آپ عقل کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ (قہقہہ) بہرحال میں آپ کو ایک پکی بات بتاتا ہوں۔ میری عمر 65 سال ہے اور میں تیز دوڑتا ہوں، تازہ ہوا، سانس کو بحال رکھنا اور اپنے lungs کی صحت کیلئے...... میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ نے ایسی کوئی بھی عادت اختیار کرنی ہے تو اس کا مداوا بھی ضرور اختیار کرنا چاہئے۔ اگر کوئی سگریٹ پیتا ہے یا کوئی سگریٹ پینا چاہتا ہے تو اسے اس کا مداوا بھی کرنا چاہئے۔ اسے ورزش اور تیز دوڑنا چاہئے۔ اس کے بارے میں ایک بات اور بھی ہے کہ یہ gastric کنٹرول کے بھی کام آتی ہے اور کچھ rare cases میں Bronchial diluter بھی ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں ساری خرابیاں ہی ہیں۔

آپ نے سیسی فس (sysy phus) کی کہانی تو پڑھی ہو گی۔ اس کو شوق تھا کہ میں موت سے بچ جاؤں تو اس نے موت کے فرشتہ کو dodge دینے کی کوشش کی۔ اس نے لاکھوں

بکریوں اور بھیڑوں کا بہت بڑا ریوڑ پالا۔ جب اس کو پتا چلا کہ اس نے آج گزر جانا ہے تو وہ ایک بھیڑ کی کھال پہن کر بھیڑوں میں گھس گیا۔ اب موت کا فرشتہ آ گیا۔ اس نے بڑا زور لگایا، کبھی ادھر ہاتھ مارے، کبھی اُدھر ہاتھ مارے لیکن وہ بھیڑوں میں نکل گیا۔ ساری بھیڑیں ایک جیسی تھیں۔ آخرکار وہ وقت گزر گیا جس میں اس کی موت آنی تھی۔ اس نے کھال اتاری اور ہنستا آ ہاہا ہا..... میں نے hades (ہیڈیز) کو دھوکہ دے دیا۔ یونانی دیومالائی کہانیوں میں Hades (ہیڈیز) موت کے خدا کو کہتے تھے۔ "اولمپک گاڈ" نے کہا کہ تم نے ہمارے ساتھ فراڈ کیا ہے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نمٹتے ہیں۔ انہوں نے اس سے کہا کہ تُو زندہ تو رہے گا مگر تیری سزا یہ ہے کہ پہاڑ کے نیچے سے ایک پتھر اٹھا اور پھر اس کو پہاڑ کی چوٹی تک پہنچا۔ جونہی وہ چوٹی تک پہنچا وہ پتھر پھر نیچے گرا دیا جاتا۔ تب سے لے کر اب تک یونانی دیومالا کے مطابق "سیسی فٹ" اس مشقت میں معروف ہے۔ وہ نیچے سے پتھر اٹھا کر اوپر لے جاتا ہے اور اوپر سے وہ پھر گرا دیئے جاتے ہیں..... جب کوئی سگریٹ پیتا ہے تو پھر وہ پتھر بھی اٹھائے.....

اللہ: حسنِ ذوق کی انتہا

سوال: معمولی ذوق کی استطاعت سے آگے بڑھ کر ultimate refined beauty تک کا سفر کیسے طے ہو سکتا ہے ہم کس درجے میں اللہ کے حسن کو appriciate کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں؟

جواب: I think generally it is not a specific question about a quality of aesthetics a man has بنیادی طور پر اس کیلئے (جمالیات) aesthetics نہیں بلکہ اخلاص چاہیئے ہوتا ہے اور یہی وہ صفت ہے جو اللہ تعالیٰ انسان سے طلب کرتا ہے۔ اللہ نے شیطان سے کہا تھا کہ بلاشبہ تو میرے بندوں کو گمراہ کرے گا ظاہر سے، باطن سے، اوپر سے، نیچے سے، دائیں سے بائیں سے..... "الاّ عباد اللہ المخلصین" مگر میرے مخلص بندوں کو تو گمراہ نہیں کر سکتا۔ خدا کے حضور سب سے بڑی کوالٹی جو رنگ پکڑتی ہے وہ

اخلاص ہے اور جب اخلاص پیدا ہو جائے تو اس کی مقدار کم و بیش نہیں ہوتی بلکہ وہ ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے۔ اس لیے اللہ نے بھی محبت ڈیمانڈ کی ہے۔ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو کسی دوسرے جذبے سے بدل نہیں سکتا۔ یہ singular ہے۔ یہ ایک ایسا جذبہ ہے جو کسی دوسرے جذبے سے replace نہیں ہو سکتا اور جو صفائے قلب ہے اس کے بارے میں صوفیاء نے کہا: "الصفاء صفت الاحباب" صفائے قلب اللہ کے دوستوں کی صفت ہے۔ "وھم شموس بالاصحاب" (یہ وہ سورج ہیں جن پر بادلوں کے سائے نہیں پڑتے) یہ ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں اس لیے میرا یقین ہے کہ اخلاص ترقی پذیر کوالٹی ہے اور صفائے قلب کے ساتھ اس میں اضافہ ہوتا ہے اور انسان 'محبت الٰہیہ' سے سرفراز ہوتا ہے۔ باقی جو درجات ہیں، معاف کیجئے گا وہ emotions (جذبات) سے نہیں ہیں۔ درجات علم سے ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "نرفع درجت من نشاء" (جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں) "وفوق کلّ ذی علم علیم" (اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے)

عقل کی کمی بیشی

سوال: انّا ھدینہ السّبیل امّا شاکراً وّ امّا کفوراً (ہم نے اسے راہ دکھائی اب چاہے اقرار کرے یا انکار) سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ تمام بچوں میں ایک جیسی عقل پیدا کرتا ہے کیا عقل کا کم یا زیادہ ہونا آئی کیو (I.Q) لیول ہے۔ اس کی اپنی غور و فکر کیا ہے؟

جواب: ڈاکٹر عبدالجلیل: اصل میں دیکھنا یہ ہے کہ آپ عقل سے کیا مراد لیتے ہیں۔ اگر آپ عقل سے مراد intelligence (ذہانت) لیتے ہیں تو ذہانت کی کافی قسمیں ہیں۔ Intra personal intelligence, (باہمی تعلقات پرمبنی ذہانت) personal intelligence, (انفرادی ذہانت) social intelligence (سماجی ذہانت) Musical intelligence (میوزیکل ذہانت) mathematical intelligence (حسابی ذہانت) ابھی تک دریافت کی گئی نو ذہانتیں ہیں جو انسانی ذہن کی

بہترین صلاحیتیں ہیں اگر عقل کو اس آیت کے حوالے سے دیکھا جائے تو میرا خیال ہے کہ اللہ نے تمام انسانوں کو ان تمام عقلوں کی کچھ مقدار کی بیشی کے ساتھ مختلف ratio کی صورت میں دی ہے۔ کسی آدمی میں ان عقلی صلاحیتوں میں سے کوئی صلاحیت بہت زیادہ ہے تو کوئی دوسری صلاحیت بہت کم ہے۔ بعض لوگوں میں سب ہی صلاحیتیں بہت اچھی مقدار میں ہیں۔ یہ مختلف combinations ہیں جو بلا مقصد نہیں ہیں بلکہ قرآن میں ایک آیت ہے کہ ہم نے مختلف پیشے بنائے تا کہ تمہارے درمیان کوئی سماجی رکاوٹ (social friction) پیدا نہ ہو۔ اگر سارے طبیب ہوتے تو مریض کون ہوتا۔ اگر سارے سوار ہوتے تو گاڑی کون چلاتا۔ اس میں کوئی شرف نہیں ہے There is no virtue in being a doctor or a patient or a student or a teacher. یہ سب آزمائشوں کے patterns ہیں جن میں انسان ڈالے گئے ہیں اور اس پیشے اور شعبے کے مطابق آپ کو ذہانت کی مقدار اور اقسام دی گئی ہیں۔ باقی رہ گئی اللہ کی پہچان تو ہر شخص کو اس کی دی گئی عقل کی اقسام اور مقدار کے مطابق اللہ کا عرفان حاصل کرنا ہے جیسے یہ کہا گیا:

وہ کچھ اس طرح سے آئے مجھے اس طرح سے دیکھا
میری آرزو سے کمتر میری تاب سے زیادہ

دعا یہ کرنی چاہیئے کہ ہماری understanding، ہماری perception اور ہمارا علم ایک ساتھ بڑھے۔ جیسا کہ پروفیسر صاحب نے کہا کہ اگر آپ کا مشاہدہ آپ کے علم سے تجاوز کر جائے تو آپ جذب میں چلے جائیں گے، آپ حیران اور پریشان ہو جائیں گے۔ اسی طرح اگر آپ کا علم بہت بڑھ جائے اور مشاہدہ اس کے ساتھ parallel (مساوی) نہ ہو تو آپ بہت ساری علمی خطائیں کریں گے جو آج کل کے لوگ کرتے ہیں۔ میں کوئی عالم تو نہیں ہوں بلکہ صرف آپ کو بتا رہا ہوں کہ بہت سے عالم ایسے ہیں جو مذہب کا وہ aspect نہیں جانتے جو ہم آج صحیح discuss کر رہے تھے اور اس کی وجہ سے کثیر علم رکھنے کے باوجود وہ غلط نتائج تک پہنچے

ہیں اس کے لئے جو عقل چاہیئے وہ ایک اور عقل ہے جسے reasoning intelligence (منطقی ذہانت) کہتے ہیں کہ آپ اپنی دلیل کس طرح استوار کرتے ہیں۔ میں آپ کو یہاں منطق تو نہیں پڑھا سکتا اور نہ ہی مجھے اتنا منطق آتا ہے لیکن بنیادی طور پر منطق یا reasoning کا بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر ’اے‘ برابر ہے ’بی‘ کے (A=B) اور ’بی‘ برابر ہے ’سی‘ کے (B=C) تو پھر ’اے‘ بھی ’سی‘ کے برابر ہوگا (A=C) اسی reasoning intelligence کی بنیاد پر آپ اپنی علمی استعداد کے مطابق خدا تک پہنچتے ہیں۔ اس میں خدا آپ سے یہ امید نہیں کرتا کہ وہ آپ سے آپ کی استعداد سے زیادہ پہچان مانگتا ہے۔ مختلف لوگ اللہ کی مختلف اقسام کی پہچان رکھتے ہیں۔

گدی نشین

سوال: پروفیسر صاحب آپ کا گدی نشین کون ہوگا اور ہمیں مایوس تو نہیں ہونا پڑے گا کیونکہ سال میں دو وقت کا اچھا کھانا آپ کے بعد ہمیں کہاں سے ملے گا؟

جواب: خواتین و حضرات! گدی ہوگی تو گدی نشین ہوگا......ہم بغیر گدی کے ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ ہمارے تمام احباب اللہ کے فضل و کرم سے گدی نشین ہیں۔ اب میں آپ کو ایک passion کی بات بتاؤں اور ایک اصولی سی بات بتاؤں، مجھے علم ہے کہ استادوں کی کسی اور چیز پر میرا کوئی ناز اور تفاخر نہیں ہے لیکن میرا یہ خیال ہے کہ میں پیدائشی ٹیچر ہوں۔ شروع سے ہی میرا ٹیچنگ سے واسطہ رہا بلکہ اللہ سے میرا ایک عہد رہا کہ جب مجھے ٹیچنگ سے پروموشن ملے گی تو میں ٹیچنگ چھوڑ دوں گا اور میں نے ایسا ہی کیا اس لیے میں لاہور کی نوکری چھوڑ کر ادھر چلا آیا کیونکہ انہوں نے مجھے بطور پرنسپل ترقی دینی تھی۔ آپ کو ایک اتفاق کی بات بتاؤں جو آپ کو شاید بڑی مضحکہ خیز لگے کہ میں جس گریڈ پر بھرتی ہوا تھا اسی پر میں ریٹائر ہوا۔ کسی قسم کی کوئی ترقی نہیں ملی۔ بد قسمتی سے بالکل آخری وقت پر آ کر ان نالائقوں نے مجھے ترقی دینے کی کوشش کی جو مجھے کسی بھی صورت ہضم نہیں ہو سکتی تھی اس لیے میں نوکری چھوڑ کر گھر چلا آیا۔

ایک بہت بڑا سوال یہ ہے کہ ایک استاد کا کیا کام ہے۔ ماشاءاللہ آپ میں سے بہت سے استاد ہوں گے۔ اپنے اپنے پروفیشن اور ٹیکنیک میں ہر بندہ استاد ہوتا ہے۔ Renignon نے بڑی مناسب بات کہی، موصوف بڑے ہی متلاشی اور جستجوئے قلب وذہن کے مالک تھے۔ کبھی وہ بدھ ہوئے، کبھی ہندو، کبھی یہ، کبھی وہ، اور بالآخر مسلمان ہو گئے۔ مگر جب میں نے ان کے حوالہ تصوف سے کتاب پڑھی تو محسوس ہوا کہ شاید تصوف کے سلسلے میں انہیں اپنے اردگرد سے کوئی مناسب اطلاع نہیں ملی۔ academics کی دنیا سے نکلتے ہوئے تصوف کی دنیا ایک بڑی عجیب وغریب دنیا لگتی ہے مگر خواتین وحضرات! جو بات میں آپ سے کہنے جا رہا ہوں اسے بڑے غور سے سنیئے گا------ یہ آپ کے یاد رکھنے کی باتیں ہیں۔ بہت سے لوگ حدیث کے مخالف ہیں۔ بہت سے لوگ اس عظیم استاد کی باتوں کو یاد رکھنے کے مخالف ہیں۔ بہت سے لوگوں کو ان پر technical اعتراض ہے اور بہت سے لوگ سرے سے حدیث کے منکر ہیں مگر ایک عجیب بات آپ کو بتادوں کہ قانونِ اسلامیہ کی بنیاد دس فیصد قرآن پر ہے اور باقی اسی فیصد حدیث پر ہے۔ یہ بات اچھی طرح یاد رکھیئے گا کہ وہ لوگ جو حدیث کی مخالفت کرتے ہیں وہ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ کون سی حدیث کمزور ہے اور کون سی بہتر ہے مگر اس کیلئے آج کا کوئی عالم وفاضل سند نہیں رکھتا۔ اس کیلئے وہ لوگ سند ہیں جنہوں نے اپنی پوری کی پوری زندگیاں حدیث کیلئے وقف کیں۔ امام مسلم بن حجاج کی موت کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ وہ انتہائی انہماک سے ایک حدیث ڈھونڈ رہے تھے اور ساتھ ساتھ کھجوریں کھا رہے تھے اور انہیں یہ احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ جب حدیث ملی تو کھجوروں کا پورا ٹوکرا ختم ہو گیا اور حضرت کی وفات ہو گئی، یعنی اس قدر انہماک سے ان لوگوں نے حدیث پر تحقیق کی۔ امام اسماعیل محمد بن بخاری نے memory کا ایک قانون اپنی حدیث سے دیا۔ امام بخاری کا یہ قانون بڑا عجیب وغریب ہے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ اے مخبرِ حدیث آپ کو کس طرح ایک لاکھ سے زیادہ احادیث یاد ہیں اور آپ بھولے نہیں ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نظر کرتا رہتا ہوں۔ یہ بات یاد رکھیئے گا کہ اس محدث نے memory

(یادداشت) کا ایک بڑا اصول دیا ہے کہ memory بھولنے کی شائق ہوتی ہے، بکھر جانے کی شائق ہوتی ہے تا آنکہ آپ اسے بار بار ایک repititive sentence دو اور بار بار اپنی کہی ہوئی بات کو دہراتے رہو تو پھر آپ کی یادداشت stable رہتی ہے ورنہ آپ سب کچھ بھول جاتے ہو۔

جس طرح ہمارے اسلامی قوانین میں فیصد قرآن پر مشتمل ہیں اور اسی فیصد قولِ رسول ﷺ پر مشتمل ہیں اسی طرح تصوف کا بھی ایک قانون ہے جو میں آپ کو اپنی طرف سے پیش کر رہا ہوں کہ میں فیصد تصوف ظاہر پر لاگو ہوتا ہے اور اسی فیصد آپ کے باطن پر لاگو ہوتا ہے اگر آپ نمازوں کی اوسط دیکھو اور جو کچھ آپ نے پورے سال میں اللہ کیلئے کرنا ہوتا ہے اس کی اوسط دیکھو تو بظاہر اگر پانچ وقت کی نماز آپ پڑھ لیتے ہو تو پھر آپ کو اور کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ پھر سال میں ایک بار زکوۃ، ایک مہینے کے روزے......اگر یہ سب آپ کر رہے ہو تو آپ مسلمان ہو۔ آپ مسلمان ہونے کے ناطے اپنا فرض ادا کر رہے ہو۔ اسی فیصد وہ چیزیں ہیں جو آپ کے باطن میں خدا کے ساتھ تعلق پر مبنی ہیں اور اس میں کیا کچھ نہیں آتا۔ اس میں غیبت ہے، حسد ہے، کینہ ہے، possession ہے، ناجائز توقعات ہیں، تقدیر کے مسائل ہیں اور نہ جانے کیا کیا ہیں جو آپ کے ذہن و قلب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے آج تک کسی dogmatic (اپنے عقیدے پر جمے ہوئے) عالم کو تصوف کی سمجھ نہیں آئی۔ حافظ شیراز نے بڑا طنزاً کہا تھا کہ

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

understanding اور معرفت کے ہزاروں باریک تر نکتے ہیں اور آپ کی ذہین ترین عقل اس کام میں مصروف ہوتی ہے اور خدا کی رضا میں bifurcate کر رہی ہوتی ہے weeding کر رہی ہوتی ہے۔ ان بدسرشت پودوں کے سر کاٹ رہی ہوتی ہے، شاعری کے تلذذ کو مٹا رہی ہوتی ہے، خواہشات کے تحرک کو مٹا رہی ہوتی ہے اور وہ باریک ترین delicacies جو self سے

منسلک ہوتی ہیں ان کو آپ تصوف میں بڑی مہارت اور باریکیوں سے کاٹ رہے ہوتے ہیں۔ This is not the job of an un-educated man. یہ ایک مشکل امر ہے جس کے لئے تعلیم کا ہونا بہت زیادہ ضروری ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ آپ کے فزیکل academics ہوں، ضروری نہیں کہ وہ آپ کے کتابی اوراق ہوں مگر اس کے ساتھ دل کی خواہش، اللہ کی تلاش، طلب اور اس کی ہمسائگی میں بسنے کی آرزو سب سے بڑا محرک ہوتی ہے۔

The day if you have not loss the love of God you will certainly succeed, but I want to tell you the difference of a teacher.

Renignon نے کہا کہ Teacher's job is to initiate not to educate. تعلیم یا ایجوکیشن کیا ہے؟ کتاب دیکھی، کتاب پڑھی اور کتاب پڑھائی...... اس سے زیادہ ایک استاد کو کیا غرض ہے یا پھر آخر میں پرچے آئے، نمبر لگائے اور حساب کتاب برابر کیا مگر initiation ایک استاد کی discretion (دوراندیشی) ہے۔ جب وہ اپنے طالب علم پر پہلی نگاہ ڈالے تو وہ تصوف کی نگاہ ہو۔ اسے پتا ہو کہ میرے طالب علم کا معیار یہ ہے، اس کا اخلاق یہ ہے، اس کا کردار یہ ہے، اس کی understanding یہ ہے اور میں نے اس کو زندگی بھر کے مسائل کیلئے تیار کرنا ہے۔ اس کو میں نے کلاس کیلئے نہیں، ڈگری کیلئے نہیں بلکہ زمانے بھر کے مسائل کیلئے تیار کرنا ہے اور اس کی قبر تک اس کی استعانت کرنی ہے۔ ایک اچھا استاد ایسا ہوتا ہے اور محمد ﷺ سے بڑا استاد کون ہو سکتا ہے اور وہ کتنے بڑے استاد ہیں۔ میں آپ کو ایک بڑے استاد کا فرق بتاتا ہوں۔ ایک استاد اپنے کسی ایک طالب علم پر یا چند طالب علموں پر نازاں ہوتا ہے (یہ استاد کا وصف نہیں ہے) مگر اس عظیم اور مبارک ہستی پر ذرا غور کیجئے کہ ایک بدتمیز ترین کلاس اس کے حوالے کر دی گئی۔ جو قاتل، خونی، بدتہذیب اور اول درجے کی شورش پسند کلاس تھی اور اس نے صرف ایک لڑکے کو نہیں اٹھایا، ایک فرد کو نہیں اٹھایا۔ سرکار رسالت مآب کس درجے کے استاد

ہیں کہ دنیا کی بدترین کلاس کو بدل کے دنیا کے بہترین انسانوں میں رکھ دیا۔ وہ کیسے استاد تھے، وہ کیسی تعلیم تھی کہ جو صرف فردِ واحد پر نہیں گئی۔ کبھی آپ نے زندگی میں ایسا معاشرہ نہیں دیکھا۔ کبھی تاریخِ انسان میں ایسا طرحدار استاد نہیں آیا، ایسے خوبصورت شاگرد نہیں آئے۔ اس نے کلاس نہیں ڈھالی، propagate نہیں کیا، "ایک چھپاؤ اور دوسرا نکالو" والا کام نہیں کیا۔ وہ ایک ہی قسم کے لوگ نہیں تھے، ابوبکرؓ کسی اور مزاج کے تھے، عمرؓ کسی اور مزاج کے، جنابِ علیؓ کسی اور درجہ و مقام کے، عثمانؓ کسی اور طرز کے تھے آپ دیکھیں تو سہی کہ وہ کس قسم کے لوگ تھے، کیا قدرِ مشترک رسول ﷺ نے اس کلاس میں ابھاری ------ یہ بدر میں تین سو تیرہ تھے، بیعتِ رضوان میں یہ ساڑھے تین ہزار تھے اور خطبہ حجۃ الوداع کے دن یہ ایک لاکھ تھے۔ یہ ایک لاکھ ولی تھے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ کوئی چھوٹے موٹے ولی تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کیلئے خدا نے قرآن میں سند دی کہ میں ان سے راضی ہوا، یہ مجھ سے راضی ہوئے۔ کیا اب اصحابِ رسول ﷺ کے بعد کسی کیلئے یہ لکھا ہوا آئے گا؟ کیا اب کوئی اپنی تصدیق قرآن سے ڈھونڈے گا؟ کیا کوئی اللہ کی زبان سے سن پائے گا کہ ہم اللہ کے نزدیک معتبر ہیں، ہم مقصود ہیں۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوگا اس لیے کہ یہ وہ کلاس تھی جسے ایک عظیم ترین استاد نے بیک وقت، بیک عہد، ایک تعلیم سے اتنا معتبر اور مقدس کر دیا کہ وہ آج بھی زمانے کے مرشدانِ گرامی ہیں جن کو ہم اصحابِ رسول ﷺ کہتے ہیں۔ اس لیے یہ کوئی نارمل بات نہیں ہے۔ جو صلاحیتِ فکر کسی شاگرد میں ہوتی ہے استاد اسے perfection تک نہیں لے جا سکتا۔

کسی نے مجھ سے کہا کہ آپ کا فلاں شاگرد فلاں کام کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ تین دن ہوئے ہیں اسے تسبیح شروع کیے ہوئے اور تو کیا سمجھتا ہے کہ تین دن میں ماہیتِ قلب بدل جاتی ہے، ذہن بدل جاتے ہیں، خیال بدل جاتے ہیں۔ بار بار آپ ایک سبق کو دہراتے ہیں۔ بڑا سادہ سا سبق ------ میں آپ کو اس کی Fool proof methodology بتاتا ہوں ------ آپ قیامت کے میدان میں جاؤ۔ آپ گروہ بن کے نہیں جاؤ گے، آپ اُمتِ رسول ﷺ بن کے جاؤ گے اور اللہ آپ سے پوچھے کہ ایک معمولی سے گلی کوچے میں بسنے والے استاد نے آپ کو کیا سکھایا

تھا تو آپ اسے صرف یہی جواب دیں گے نا کہ ہم نے اس سے صرف ایک ہی بات سیکھی: Allah is the top priority. (اللہ ہی ترجیحِ اوّل ہے) تو کیا اس بات پر خدا آپ کو سزا دے گا-----؟ ذرا سوچو تو سہی کہ کیا اس بات پر خدا آپ کو سزا دے گا کہ جب آپ اس سے کہیں گے کہ اس Top priority کو ذہنی طور پر سلامت رکھنے کے لئے اے اللہ ہم نے صبح و شام تمہیں یاد کیا۔

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

ہم صبح و شام تجھے یاد کرتے رہے۔ اے اللہ میاں ہم نے تجھے بہت miss کیا۔ ہم نے بہت سی چیزیں ترک کیں، کبھی کھانا چھوڑ دیا، کبھی پینا چھوڑ دیا، کبھی بیگم سے ناراض ہوئے، کبھی خاوند کی سرتابی کی۔ یہ سب رہا لیکن "تیرے خیال سے غافل نہیں رہا"-----کیا اس بات پر اللہ آپ کو ڈانٹ پھٹکار کرے گا اور کہے گا کہ یار! کمال ہے، تمہیں تو چاہیے تھا کہ تم اپنی زندگی گزارتے، تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے تھے۔ میری تسبیح کیوں کرتے رہے-----اور تیسرا اصول اسی عظیم استادِ محترم کا ہے اور وہ اعتدال ہے، افراط و تفریط سے بے نیازی ہے We don't want to change ourselves into robos again. اللہ نے ہمیں robos بننے سے ہی تو روکا ہے۔ اللہ نے ہمیں مشین بننے سے ہی تو روکا ہے ورنہ وہ آپ کو artificial intelligence کیوں دیتا۔ اللہ نے آپ کو انفرادیت بخشی ہے۔ اللہ تو چاہتا تھا کہ ہر انسان دوسرے سے مختلف ہو، ہر انسان مختلف مختلف رہے، اس کی رہائش، اس کی غربت، اس کی امارت، اس کا اندازِ زندگی different رہے مگر اس کی approach ایک رہے۔ وہ میرے لیے اخلاص رکھتا ہو اور میں اس کیلئے اخلاص رکھوں: "فاذ کرونی اذکر کم" (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا) کون ایسا شخص ہے کہ جو تسبیحِ الٰہی پر اعتراض کرے جب کہ خدا کا یہ دعویٰ ہو کہ تم مجھے یاد کرو تو میں تمہیں یاد کروں گا۔ جب آپ اسے یاد کرتے ہو تو آپ کو شک ہوتا ہے کہ شاید

ہماری یاد میں کمی ہے، ہماری یاد میں خامی ہے، شاید جبراً دل سے اسے نہیں یاد کر رہے، شاید صرف ہماری زبان ہل رہی ہے، شاید ہمارے دماغ میں بہت سے اور خیالات چلتے ہیں مگر اگر نماز میں وساوس کا آنا عینِ ایمان ہے۔۔۔۔۔امام بخاری باب الایمان میں پہلی حدیث یہ لائے ہیں: اصحاب رسول ﷺ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ نماز میں وسوسے بڑے آتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "عینِ ایمان ہے"۔ اگر آپ اچھے ہو تو وسوسے آئیں گے، بُروں کو کیا وسوسے آنے ہیں۔ تم خدا کے ماننے والے ہو تو تمھیں شیطان بہکاتا ہے۔۔۔۔۔اگر نماز میں وسوسے عینِ ایمان ہیں تو ہمہ وقت یادِ الٰہی میں کتنے وساوس نہ آئیں گے تو پھر کیا آپ یادِ الٰہی کو چھوڑ دو گے؟ کیا آپ ذکرِ خدا کو چھوڑ دو گے؟ ذکرِ خدا ایک نارمل activity ہے، یہ کوئی اوٹ پٹانگ activity نہیں ہے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ دو چار تسبیحات پڑھنے سے بدن کیسے پھول جاتا ہے اور کیسے دُم نکل آتی ہے اور کوئی vestigial organ کیسے عروج پا جاتا ہے۔۔۔۔۔اور یہ لوگوں میں انتہائی خرافات قسم کی جو باتیں مشہور ہیں کہ فلاں قسم کی تسبیح سے یہ ہو جاتا ہے، فلاں تسبیح سے وہ ہو جاتا ہے۔ اگر آیتِ کریمہ پڑھو گے تو جسم پھٹ جائے گا، چھالے نکل آئیں گے۔ مگر کیوں؟ کیا آیتِ کریمہ اس لیے بنی ہے؟ قرآن تو آیتِ کریمہ کے کچھ اور مقاصد بتا رہا ہے۔ قرآن تو بتا رہا ہے: "۔۔۔۔۔ونجینٰہ من الغم" (88:21)(اس آیت کے بدلے، اس اپروچ کے بدلے، اس لفظ کے بدلے جو اس نے مجھے کہا، میں نے اسے غم سے نجات دی) اور یہ بات یاد رکھیے کہ اللہ کو بھی کبھی لفظ بہت اچھے لگتے ہیں۔ آپ کی ادائیگی، آپ کی تعریف، آپ کا حسنِ ادا، آپ کا حسنِ تکلم اسے بھی بہت پسند ہے۔ ایک بار ایک بدوی نے رسول ﷺ کے سامنے اپنے رب کی تعریف ان الفاظ میں کی: "الحمد للہ حمداً کثیراً طیبا مبارکاً فیہ" یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: "دیکھو فرشتے جھگڑ پڑتے ہیں کہ اس کا ثواب کیا لکھیں" یہ اتنی خوبصورت ادا ہے بات کہنے کی، اتنا حسین کلمہ ہے کہ فرشتے جھگڑ پڑتے ہیں کہ ہم اس کا ثواب کیا لکھیں۔ یہ تو سارے ریکارڈ توڑ گیا۔ اس نے تو exceptional way of appriciation of God. اپنائی تو خداوندِ کریم

کیسے کہہ سکتا ہے کہ تمہاری یاد مجھے مرغوب نہیں ہے۔ آپ ایک بار یاد کرو گے تو وہ آپ کو دس بار یاد کرے گا۔ آپ کی یاد ناقص ہوگی مگر جب اس کے بدلے آپ کو اللہ یاد کرے گا تو اللہ کی یاد جیسی کوئی یاد نہیں ہوگی۔ یہی یاد آپ کو اعتدال کی طرف بڑھا کر لے جائے گی۔ پھر یہ اللہ کا کام ہے کہ وہ آپ کو ہر مشکل اور کرب و بلا سے دور رکھے۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ دیکھئے دونوں طرف اس کے وعدے ہیں۔ اللہ نے قرآنِ حکیم میں فرمایا: "ما یفعل اللہ بعذابکم" (ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کریں۔) کیا اس خدا کو آپ نا انصاف کہتے ہو، اس کو جابر مطلق کہتے ہو کہ وہ انسانوں پر قاہر و جابر کی طرح مسلط ہے۔ یہ شرق و غرب میں ایک ملایاتی تصور ہے جو خدا کے بارے میں ہے کہ وہ سزا دینے والا قاہر و جابر ہے وہ تو کہتا ہے کہ ارے بندو مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب دوں "یحسرۃً علی العباد" اللہ کہتا ہے کہ اے لوگو مجھے تو یہ حسرت رہتی ہے کہ کوئی میرا بندہ اخلاص سے مجھے پکارے کوئی میری طرف پلٹے، کوئی اپنے خیال میں مجھے معزز جانے۔ "لن تنالو البر حتی تنفقوا مما تحبون" (تم مجھے کیسے پا سکتے ہو جب تک میرے لئے اپنی محبتیں نہ خرچ کرو۔) یہ جو دنیا کا سراب اور خواہشات ہیں، یہ جس ابتلائے ذہن میں تم مبتلا ہو یہ تو دنیا کی وجہ سے ہے۔ دنیا کی محبتیں ترک کر کے تھوڑا سا آگے بڑھو تو میں تمہارے استقبال کیلئے کھڑا ہوں۔ تم میری محبت اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک اپنی چھوٹی چھوٹی محبتیں ترک نہ کرو۔ یہ تو محبتوں کا مچ پڑا ہوا ہے۔ پروردگار آپ سے محبت طلب کرتا ہے۔ آپ کو محبت دینا چاہتا ہے۔ "فاذ کرو اللہ کذکر کم اباء کم" آپ اسے ایسے یاد کرو جیسے اپنے آباؤ اجداد کو یاد کرتے ہو۔ پیار سے، خلوص سے...... "او اشد ذکرا" بس ذرا زیادہ یاد کرو۔ تمہارا رب اس بات کا شوق رکھتا ہے کہ اس کے بندے احسان مندی سے، محبت سے، اخلاص سے اپنے رب کو top priority سمجھتے ہوئے ہمیشہ اپنے دل میں بسائے رکھیں تو پھر اللہ آپ کو اعتدال لوٹا دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "ما یفعل اللہ بعذابکم" (مجھے کیا پڑی ہے کہ تمہیں عذاب کروں) "ان شکر تم و امنتم" (اگر تم مجھے یاد کرنے والے ہو اور مجھ پر ایمان رکھنے والے ہو)" و کان

اللہ شاکراً علیما" (وہ شکر کو قبول کرنے والا جاننے والا ہے) تم سمجھتے ہو کہ وہ کوئی اندھا بہرہ بیٹھا ہوا ہے......؟ کیا تمہارا خدا کوئی بت ہے جو سماعت و بصارت سے محروم ہے؟ وہ تو دلیل سے ملتا ہے اور دلیل سے ہاتھ سے جاتا ہے۔ وہ کوئی ایسا ربّ نہیں ہے جو جہلاء کی معرفت سے ربّ بنتا ہے۔ وہ خوف سے built ہوا رب نہیں ہے، وہ آسیب زدوں کا ربّ نہیں ہے۔ وہ تو علم کو تخلیق کرنے والا ربّ ہے اور عقل کو تخلیق کرنے والا ربّ ہے۔

"لیھلک من ھلک عن ؐ بینۃ"

(جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا)

"ویحیٰ من حیَّ عن ؐ بینۃٍ"

(جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا)

"وانّ اللہ لسمیع علیم"

(تمہارا رب سننے والا ہے اور علم والا ہے)

کیا اس ربّ کے بارے میں تم یہ گمان کرتے ہو کہ وہ تمہاری نیکیاں بھول جائے گا اور تمہاری خرابیاں یاد رکھے گا۔ کیا وہ صرف تمہیں مارنے پر تلا ہوا ہے۔ کیا آپ نے وہ حدیث نہیں سنی جو حضرت عمرؓ صرف اس لیے چھپاتے تھے کہ مسلمان بے عمل ہو جائے گا کہ جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے اور اس پر نارِ دوزخ حرام ہو جائے گی اور کیا خوبصورت حدیث اللہ کے رسول ﷺ کی ہے کہ آٹھ چیزوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی ہے ان میں سے ایک وہ نوجوان ہے جس کی آنکھ سے اللہ کیلئے ایک آنسو نکلا۔ نجاتِ عاشق، کتنی مختصر ہے، نجات کتنی مختصر ہے کہ ایک آنسو جو اللہ کیلئے نکلے۔ کبھی آپ کو خیال آیا؟ کبھی آپ کے گمان میں آیا کہ ہم زندگی میں کتنی بار روئے، چیخے، ہم نے کتنی بار جنوں آمیز کراہیں نکالیں مگر کیا اپنے پروردگارِ عالم کیلئے، کیا اپنے محسن کیلئے، کیا اپنے مالک کیلئے ہماری آنکھوں سے ایک بھی آنسو نکلا؟ آپ اس خدا کو کہتے ہو کہ وہ جابر و قاہر ہے۔ دیکھو تو سہی کہ عذاب کس پر اترا؟ عذاب کی آیات

کس پر نازل ہوئیں؟ ایک تہائی قرآن عذاب کی آیات سے بھرا ہوا ہے تو کیا وہ عذاب کفارِ مکہ کیلئے نہیں تھا؟ کیا وہ عذاب ابو جہل اور اس کی ذریت کیلئے نہیں تھا؟ کیا ابو سفیان اور اس کی ذریت کیلئے نہیں تھا؟ کیا قبیلہ قریش کیلئے نہیں تھا؟ کیا ان لوگوں کیلئے نہیں تھا جو رسول اللہ ﷺ کو طائف میں پتھر مارتے تھے؟ یہ سب عذاب کی آیات انہی کفار کیلئے تھیں مگر نتیجہ کیا نکلا؟ جس دن آقائے رحمت ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو کیا آپ میں سے کوئی تاریخ دان یہ calculate کر کے بتا سکتا ہے کہ ایک لاکھ کے شہر میں کتنے لوگ عذاب یافتہ ہوئے؟ جہاں تک مجھے یاد ہے ایک لاکھ کی آبادی میں سے چار یا پانچ لوگ عذاب کیلئے الگ کیے گئے کیونکہ وہ حدودِ حساب سے گزر گئے تھے۔ وہ اپنی پلیدی میں شیطان کو بھی مات کر گئے تھے اس لیے اللہ ان کو معاف نہیں کرے گا۔ یہ وہ مشرکین اور کافرین تھے جنہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو بے حد و حساب اذیتیں پہنچائیں تھیں تو حضراتِ گرامی! یہ وقت یہ دیکھنے کا نہیں ہے کہ میں کون ہوں۔ یہ وقت ملک کو دیکھنے کا ہے۔ اگر اخلاص و محبت سے آپ لوگ اس ملک کیلئے دعا کرو اور پھر بھی اس ملک کو خسارے میں پاؤ تو یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! قیامت کب آئے گی۔" آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جب ایک بندہ بھی اللہ اللہ کہنے والا موجود نہیں ہو گا" کمال کی بات ہے کہ دو ہزار بندہ اللہ اللہ کہنے والا یہاں موجود ہے اور پھر بھی قیامت آ جائے، اس ملک پر کوئی ظلمت آ جائے یا اس پر کوئی عذاب آ جائے ------ کس کی مجال کہ اس ملک کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے ہاں، مگر ہمیں اپنی میل ضرور صاف کرنی ہے۔ ہمیں پتہ ہونا چاہیے کہ ہم پر ملک و قوم کی بھی ذمہ داریاں ہیں۔ ہمیں ادھر بھی کچھ توجہ کرنی چاہئے۔ کچھ تعمیری کردار ہمیں اپنی سوسائٹی میں پیش کرنے ہیں۔ اگر آپ کے خیال میں کوئی ایسا انسان ہے جو با کردار ہے اور ایمانداری سے آپ کے لئے کام کر سکتا ہے تو آپ اس کو آگے کیوں نہیں بڑھاتے۔ اس کے بجائے آپ ایسے لوگوں کو آگے بڑھاتے ہو جو نسل در نسل آپ سے وعدے تو کرتے چلے آئے ہیں، جو نسل در نسل تخریب کاریاں کرتے چلے آئے ہیں۔ جو آپ کے حقوق

کے عوض آپ کو سادگی کے طعنے دیتے ہیں۔ جنہوں نے آپ کو exploit کیا ہے۔ کیا ان کی wisdom سے آپ کی wisdom کم ہے؟ کیا وہ بہت بڑے دانشور ہیں؟ کیا جھوٹ بولنا ہی دانش کی علامت ہے کہ جس کی وجہ سے آپ بار بار پریشان ہوتے ہو۔ میں نے آپ کو ایک حدیث سنائی تھی کہ اللہ کے رسول ﷺ سے جب پوچھا گیا کہ کیا قوم سے محبت کرنا تعصب ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں اپنی قوم سے محبت کرنا تعصب نہیں ہے مگر ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرنا ضرور تعصب ہے۔ اللہ آپ کو بھی اس تعصب سے بچائے اور ہمیں بھی توفیق بخشے کہ ہم سب مل کر ایک نئی فکر، ایک نئی سوچ اور ایک نئے ایماندارانہ تفکر کی بنیاد رکھ سکیں جو اس ملک و ملت کے لیے باعث برکت ہو کیونکہ خدا نے بڑی وضاحت سے فرمایا کہ تم پلٹ جاؤ گے تو میں پلٹ جاؤں گا۔ تم لوٹ آؤ گے تو میں لوٹ آؤں گا۔

ڈارون اور قرآنی نظریہ ارتقاء میں اختلاف

سوال: کیا ڈارون کے نظریہ ارتقاء اور قرآنی نظریہ ارتقاء میں کوئی مماثلت ہے یا اختلاف ہے؟

جواب: ڈاکٹر عبدالجلیل: میں کوشش کروں گا کہ آپ کو explain کر پاؤں۔ یہ سمجھنے کیلئے آپ کو تھوڑا back ground میں جانا پڑے گا۔ ماں کے پیٹ میں ایمبریو (embryo) کی development ایک رواں (smooth) عمل ہے اور اس پورے عمل میں کوئی missing link نہیں ہے۔ اگر مائیکروسکوپ کے ذریعے اس سارے عمل کو دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ ایمبریو کی مختلف stages باقاعدہ طور پر ایک مرحلے سے بہت روانی سے گزر کر دوسرے مرحلے میں داخل ہوتی ہیں اور ان مراحل کے درمیان کوئی missing link نہیں ہوتا۔ یہ وہ بات ہے جہاں ہم ڈارون کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے اور کبھی ڈارون نے بھی یہ نہیں کہا کہ ارتقاء یا evolution ایک رواں اور ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک روانی سے مسلسل چلنے والا عمل ہے۔ نظریہ ارتقاء میں یہی وہ بات ہے جس سے ہمیں اتفاق نہیں ہے جبکہ اس کے برعکس اپنی کتاب کے آخری chapter کے آخری صفحے میں ڈارون نے یہ کہا کہ میں ایک تھیوری

پیش کر رہا ہوں. If you cannot find the missing links تو میری تھیوری مکمل طور پر قابل قبول نہ بھی جائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جب ہمیں fossils کی ایک وسیع مقدار پانی کے اندر سے ملی اور اس سے پہلے ہمیں کوئی fossils نہیں ملے۔ ان فوسلز کی پوری ایک crop ایک دم سے ظاہر ہوتی ہے اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک species کے غائب ہونے اور دوسری species کے ظاہر ہونے کے درمیان میں ہمیں کوئی رابطہ (missing link) نہیں ملتا۔ یہ بات ہمیں fossils کے مطالعہ سے دریافت ہوئی ہے۔

اب میں آپ کو دو facts بتاتا ہوں اور فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں کہ آپ اس سے کیا نتیجہ نکالتے ہیں۔ ڈارون نے ایک مشاہدہ کیا اور ایک theory بنائی۔ The origin of species میں اس نے اس observation پر ایک theory بنائی کہ چیزیں ایک دوسرے سے وجود میں آئیں اور ارتقاء ہوا۔ اس theory کو جینیات، عمرانیات، فوسلز (fossils' genetics anthropology') اور مختلف سائنسوں نے support کیا لیکن ان ہی سائنسز نے ڈارون کی تھیوری کے خلاف بھی دلائل دیئے تو دونوں schools of thought (مکتبہ فکر) موجود ہیں۔ ایک مکتبہ فکر وہ ہے جو evolution کا مکمل طور پر قائل ہے اور اس کی حمایت کرتا ہے اور انہی anthropologists کے درمیان ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو evolution (ارتقاء) کے نظریہ کو مکمل طور پر قبول نہیں کرتا۔ قرآن میں evolution کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات موجود ہیں "اللہ چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔" "ان یشاید ھبکم ویات بخلق جدید" (16:35) (اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور تمہاری جگہ نئی خلقت پیدا کر دے۔) "...... یزید فی الخلق مایشاء" (1:35) (...... پیدائش میں جس کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے......) "ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا او مثلھا" (106:2) (جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر عطا کر دیتے ہیں یا اس جیسی) اللہ نے کہیں اس بات کی تردید نہیں کی کہ وہ ایک سے دوسری چیز وجود میں نہیں لاتا بلکہ

اس سے بہتر لاتا ہے۔ فرق صرف ایک ہے۔۔۔۔ اگر آپ یہ دو لفظ یاد رکھ لیں تو آپ کو ڈارون کا اور قرآن کا تصورِ ارتقاء کسی حد تک سمجھ آ جائے گا کہ قرآن کے بقول ہم ایک سے دوسرے کی طرف جاتے ہیں تو اس سے پہلا مٹا دیتے ہیں۔ اگر اللہ چاہے تو اسے نہ مٹائے۔ اگر وہ چاہے تو اسی کو transition میں ڈھال دے، وہ اس پر قادر ہے۔ یہ جھگڑنے کی بات نہیں ہے مگر مجموعی طور پہ میں نے کہیں پہ ایک term دیکھی کہ ہم جب evolution کی بات کرتے ہیں تو وہ quantum jumps ہیں۔ وہ ایک stage سے دوسری stage تک ایک وقفے کی صورت میں move کرتا ہے جبکہ ڈارون کے نظریے پہ یقین کرنے والوں کا خیال ہے کہ یہ ایک species سے دوسری species تک پہنچنے کا ایک عمل ہے جو حالات اور ماحول پہ منحصر ہے یعنی ایک gene دوسری gene سے مختلف ہو کر کام کرنے لگی۔ ایک species کے بعد اس سے تھوڑی سی مختلف دوسری species آئی۔ ہم اس سے مکمل طور پہ اتفاق نہیں کرتے۔ وہ گروہ کہتا ہے کہ ارتقاء کے عمل میں species کو nature یا فطرت نے منتخب کیا مگر ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے intervene (مداخلت) کیا۔

کلوننگ اور دجال

سوال: آپ کی کتاب میں لکھا ہے کہ دجال کلوننگ کے ذریعے انسان کو زندہ کرے گا کیا اس انسان میں روح ہوگی اور وہ روح کون پھونکے گا؟ ویسے تو آج کل اس مسئلے کو سمجھنا اتنا مشکل نہیں ہے کیونکہ بہت سے سیاسی لیڈروں میں ایک ہی روح اور بد روح دوسرے میں منتقل ہو رہی ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ روح تقسیم نہیں ہو سکتی تو پھر کلوننگ میں کون سی روح ہوگی؟

جواب: اصل میں جیسے ہر چیز کی نمبر دو copies (نقول) ہوتی ہیں روح کی copy (نقل) استدراج ہے۔ استدراج technically اس درجے پہ لے جائی گئی چیز کو کہتے ہیں۔ مگر کلوننگ میں اصل روح نہیں ہوتی۔ یہ سوال بڑی وضاحت سے رسول اللہ ﷺ نے سمجھا دیا کہ جب دجال کسی کو قتل کرے گا اور اس کو زندہ کرے گا تو اصحاب نے پوچھا کہ کیا یہ وہی شخص ہوگا؟ آپ ﷺ

نے فرمایا کہ نہیں اس کی مثال ہوگا۔ اگر آپ clone اور اصل کو دیکھیں تو جو فرق clone entity (کلوننگ سے بنا ہوا وجود) میں اور اصل میں پایا جاتا ہے وہی شاید روح اور اس کے استدراج کا فرق ہے۔ استدراج یہ ہے کہ روح اپنی تقویت اور کاملیت میں اس بدن سے نکل جاتی ہے اور اس کی جگہ اسی کی طرح کی مثال آ جاتی ہے۔ وہ مثال جو روح نہیں ہے مگر استدراج تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس کی دوسری وضاحت یہ ہے کہ چونکہ یہ شیطان کا کام ہے، دجال کا کام ہے تو اس کی جگہ ایک جناتی مخلوق یا ایک جن یا ایک ناقص روح، روح بھی نہیں بلکہ ایک ناقص طاقت اس انسان پر قبضہ کرتی ہے جو روح نہیں ہوتی۔ اللہ تعالی کی بھیجی ہوئی روح تو ایک دفعہ آتی ہے اور چلی جاتی ہے۔ اس کو ہم استدراج کہتے ہیں کہ یہ اسی درجے پر پہنچی ہوئی ایک چیز ہے جو جھوٹی ہوتی ہے۔

درود شریف

سوال: ہزاروں درود شریف کتابوں میں ملتے ہیں جن کی علیحدہ علیحدہ خصوصیت ہے۔ ذہن تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے کہ کونسا پڑھا جائے پروفیسر صاحب آپ جو درود شریف پڑھتے ہیں وہ بتائیے۔

جواب: میرا خیال یہ ہے کہ لوگ اپنے شوق اور اشتیاق میں درود شریف میں کچھ بڑھا لیتے ہیں اور کچھ کم کر لیتے ہیں مگر ہمارے پاس دو مستند درود ہیں۔ ان میں کوئی کمی بیشی نہیں۔ ایک تو درودِ ابراہیمی ہے جو حضورِ کائنات ﷺ سے براہِ راست مروی ہے اور دوسرا درود بھی سادہ سا ہے جو ہمیشہ پڑھا جاتا ہے:- "اللھم صل علی محمدِ وعلی ال محمدِ وبارک وسلم" یہ مختصر سا درود ہے اس میں "بارک وسلم" کے الفاظ اسلئے آتے ہیں کہ حضور ﷺ پر درود پڑھنے کے ساتھ ساتھ سلام بھی پڑھا جائے۔

بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ "صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم" پڑھتے ہیں اور اس کو مکمل درود سمجھتے ہیں مگر میں ایسا نہیں سمجھتا۔ یہ درود نامکمل ہے۔ اصل میں جو زبان لذتِ یادِ الٰہی سے گزرتی ہے، جو زبان ذکر مصطفیٰ ﷺ سے گزرتی ہے وہی اصلی درود ہوتا ہے اور درود

پڑھنے کا بنیادی مقصد بہت بڑا ثواب اور بہت بڑی عزت ہے۔ یہ تسبیح تسبیحات ہے جس کے بارے میں حضور ﷺ نے کعبؓ سے فرمایا کہ اگر تُو اور کچھ نہ پڑھے اور درود ہی پڑھے تو کفایت کرے گا۔ جو مسلمان زبان سے اللہ نہ کہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نام گرامی اپنی زبان پر نہ لائے تو ایسا کونسا درود ہو سکتا ہے۔ اصل میں ہم درود پڑھتے ہی اسمائے گرامی ، پروردگار اور آقائے رسول ﷺ کے نام کی لذت کیلئے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس ادھورے جملے میں ہمارا یہ تلذذِ ایمان پورا ہو جائے۔ اس لئے کوشش کیجئے کہ درود میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کے ناموں کی آپ کی زبان پر تلاوت ہو: "اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلم"

شرک اور بدعت

سوال: شرک کیا ہے اور بدعت کیا ہے؟

جواب: بدعت کا لفظی مطلب ہے "نئی چیز"۔۔۔۔۔ کیا عجیب بات ہے کہ زمانہ جتنی بھی نئی چیزیں نکالے ہمیں پسند ہیں مگر دین میں نئی چیز نکالنا ہمیں پسند نہیں ہے۔ جب ہم بدعت کو برا کہتے ہیں تو دین میں نئی چیز نکالنے کے معنوں میں اس کو برا کہتے ہیں۔ 'بدعت' دراصل اصولِ دین میں کسی نئی چیز کے نکالنے کو کہتے ہیں۔ اب اگر ہم بدعت کو جملہ وسعت سے لے جا کر مختصر کریں گے اور پھر اسے مزید مختصر کریں گے تو بدعت کا یہ مطلب بنے گا: "وہ چیز جو دین کا رخ بدل دے یا جو اس کی understanding کو بدل دے"۔ بدعت کی ایک مثال ہمارے پاس موجود ہے کہ جب فتنہ ارتداد آیا تو انہوں نے دین کو تو قائم رکھا، اللہ کو مانا تو قائم رکھا مگر نمازیں تین کرلیں اور اس پر بھی مستزاد یہ کہ جب مسیلمہ کذاب اور سجاح کی شادی ہوئی تو انہوں نے شادی کی خوشی میں ایک نماز معاف کر دی۔ دین کو اس طرح کے تفاخرات کیلئے استعمال کرنا بدعت ہے۔

ہمارے ہاں بدعت کا لفظ جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے وہ بڑا عجیب و غریب ہے کہ اذان سے پہلے درود شریف کیوں پڑھتے ہو، یہ بدعت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کسی نے پڑھ لیا

تو اس میں کیا حرج ہے؟ مگر جو ضد کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ضرور پڑھنا ہے، یہ اذان کا حصہ ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اذان کی کیا حیثیت ہے۔ جب ہم technically مسائل کو bifurcate کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام بحث ہی غیر معقول ہے کہ ایک شخص نے اپنے رسول ﷺ پر درود پڑھا اور جا کر اذان دی۔ اب دوسرے نے کہا کہ تو نے درود پڑھا یہ بدعت ہے، یہ نا قابلِ قبول ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اذان کی کیا حیثیت ہے اگر اس کے ساتھ کوئی لفظ غیر ملانا، بدعت ہے تو پھر سب سے بڑی بدعت عمر فاروقؓ نے شروع کی تھی۔ جناب امیر المومنینؓ نے غنودہ لوگوں کو جگانے کیلئے اذان میں "الصلوة خير من النوم" کے الفاظ کا اضافہ کیا کیونکہ اذان ایک اعلان ہے اور اگر اعلان میں کوئی چیز مفید یا غیر مفید لگے اور وہ add بھی ہو جائے تو اس کو بدعت نہیں کہتے۔ کوئی بھی شخص امیر المومنین حضرت عمرؓ کو بدعتی نہیں سمجھتا کیونکہ انہوں نے مناسب سمجھا کہ بہت سے ایسے مسلمانوں کو جگانے کیلئے اذان میں ان الفاظ کا اضافہ کر لیا جائے جو جاگنے کے باوجود کسلمندی سے بستروں سے چمٹے رہتے ہیں اور نماز کیلئے نہیں اٹھتے ...... پھر لوگوں نے یہ add کر دیا کہ کچھ بدعتیں اچھی اور کچھ بدعتیں بری۔ "كل بدعة ضلالة" کسی نے کہا کہ تمام بدعتیں جہالت ہیں اور کسی نے کہا کہ بابا یہ نہیں ہو سکتا۔ آخر نئی چیزوں نے تو آنا ہی ہے۔ نت نئی چیزوں نے آنا ہے اس لیے کچھ نئی باتیں اچھی ہونگی اور کچھ نئی باتیں اچھی نہیں ہونگی۔ اصل میں ہر وہ نئی بات جو مذہب کی مرکزیت (centricity) اور priority کو بدل دے اور اس کے ان قواعد و ضوابط کو جو تمام امت کیلئے قائم ہیں، ان پر اثر ڈالے وہ صرف بدعت ہی نہیں بلکہ ایک ایسی صورتِ ارتداد ہوگی جس کے لیے آپ کو جنگ لڑنا پڑے گی یا اس بندے کو اپنے دین سے نکالنا پڑے گا مگر میں نے ایسے لوگوں پیروں فقیروں اور مولویوں کے وظائف دیکھے جو بدعت کا بہت شور مچاتے ہیں مگر وہ خود قرآن سے آیات نکال کے لوگوں کو دے رہے ہوتے ہیں ...... "یہ پانی لو شفاء کیلئے پی لو نظر کے لیے پی لو ......" مگر قرآن میں یہ بسلسلہ لکھا ہوا نہیں ہوتا۔ یہ ان لوگوں کے اکتساب ہیں جنہوں نے دیکھا کہ یہ آیت پڑھنے سے مجھے شفاء ہوگئی تھی تو اس آیت کو وہ سنبھال

لیتے ہیں مگر فرض کرو کہ اگر کسی کو شفاء نہ ہو جیسے کسی استاد نے کوئی وظیفہ بتایا کہ یہ چالیس دفعہ پڑھ لو یہ ہوتا ہے۔ وہ پڑھ لو یہ ہوتا ہے۔ فرض کرو کہ اگر یہ نہ ہو تو جو پڑھنے والا ہے وہ کہے گا کہ دیکھ لیا ہے قرآن بھی پڑھ کے، حدیث بھی پڑھ کے، کچھ فرق نہیں پڑتا۔ دعا سے بھی کچھ نہیں ہوتا......اس لیے ایسی وہ چیزیں جن پر لوگ شدت سے اختصاص کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ بتاتے ہیں کہ یہ چیزیں ان مقاصد کیلئے ہیں یہ غلط ہے۔ قرآن کے ایسے مقاصد متعین کرنا غلط ہے۔ قرآن علم و ذکر کی کتاب ہے۔ اس کیلئے ایسے مقاصد متعین کرنا جن کیلئے قرآن نہیں بنا یقینی بدعت ہے۔

جہاں تک شرک کا تعلق ہے، میں اس بات کا قائل ہوں کہ شرک ایک داخلی کیفیت ہے خارجی نہیں......

؎ اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

مگر آستین کون جھانک کر دیکھے گا؟ گریبان کے اندر کون دیکھے گا؟ سینے کون چیرے گا......؟ ہمارے پاس اسامہؓ اور ایک اور صحابی کی حدیث موجود ہے کہ جب انہوں نے ایک کافر پر تلوار اٹھائی تو اس نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا، اسامہ کی تلوار اس کی گردن میں اتر گئی۔ یہ کیس جب رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش ہوا تو آپ ﷺ اس پر ازحد آزردہ اور ناراض ہوئے تو اسامہؓ نے دلیل دی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا"۔ اور حضور ﷺ بار بار فرماتے تھے کہ یا اللہ میں اسامہ کے اس فعل سے بری ہوں اے اللہ میں اسامہ کے اس فعل سے بری ہوں۔ اے اللہ میں اسامہ کے اس فعل سے بری ہوں۔ اس لئے شرک کا فتویٰ لگانے سے پہلے ایک سادہ سی inquiry بہت ضروری ہے کہ How many gods do you believe in. (آپ کتنے خداؤں پر یقین رکھتے ہو) آپ کس کو خدا سمجھتے ہو۔ اگر کوئی بندہ شرک کر رہا ہے تو آپ اس سے جا کر پوچھو اگر وہ کہتا ہے کہ میں خدائے واحد پر یقین رکھتا ہوں تو پھر آپ اسے شرک نہیں کہہ سکتے۔

ٹیچر کا سخت رویہ

سوال: بچے جاننا چاہتے ہیں کہ ٹیچر اتنی سخت کیوں ہوتی ہیں اور ان کا علاج کیا ہے؟

جواب: میں نے تو زیادہ تر یہ دیکھا ہے کہ ٹیچر نہ صرف سخت ہوتے ہیں بلکہ سختی کے عالم میں بہت سے ذہین بچوں کا صفایا بھی کر جاتے ہیں مثلاً بعض اوقات آپ نے بڑے اچھے پیپر کیے ہیں اور استاد جی یا استانی جی گھر سے لڑ کر نکلے ہیں تو اچھے بھلے فرسٹ ڈویژن ٹیسٹ گھساٹ کر 33% نمبر لے رہے ہوتے ہیں۔ یہ ان کی اندرونی کیفیات کا اثر ہوتا ہے۔ اساتذہ کی زندگی کوئی کٹی پھٹی تو نہیں ہوتی اور غور سے سنیئے گا کہ ایسا تو کوئی استاد نہیں جو اپنی ذاتی کیفیات کو اپنی teaching میں حائل نہ ہونے دے اور جو استاد ایسا ہو گا وہ تو پھر زمانے بھر کا استاد ہو گا۔

مسلمان اور کافر کا بچہ

سوال: اگر بچہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور مر جائے تو وہ جنت جائے گا اور اگر کافر کے گھر پیدا ہو اور مر جائے تو جہنم میں جائے گا۔ کیا یہ بے انصافی نہیں ہے؟

جواب: میرا خیال ہے کہ یہ بے انصافی نہیں ہے۔ آپ کو ایک بہت سادہ سی بات سمجھنی چاہیئے کہ ماں باپ مسلمان، بچے مسلمان۔ ماں باپ ہندو، بچے ہندو۔ because he has not got the chance to develop, to see and to know. اس کی مثال اس طرح ہے کہ اگر آپ ایک مشین میں دودھ اور پاؤڈر ڈال کر آئس کریم بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ وہ پتلی ہو سکتی ہے، گاڑھی ہو سکتی ہے مگر وہ آئس کریم ہی کی کوئی قسم ہو گی۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ دودھ ڈالو، آئس کریم پاؤڈر ڈالو اور بیچ میں سے قہوہ نکل رہا ہو۔ بنیادی طور پر یہ چیز ہم سے بہتر اللہ کے علم میں ہے جو جین کی باریکیوں تک جا کر علم رکھتا ہے کہ کفر کے اس اشتراک سے کفر جنم لے رہا ہے اور ایمان کے اس اشتراک سے ایمان جنم لے رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ بنیادی طور پر وہی فطرت لے رہا ہے جو اس کے ماں باپ کی ہے۔ اگر وہ مسلمان کا بچہ ہے تو اس کو وہی will منتقل ہو رہی ہے جو اس کے ماں باپ کی ہے اس لیے اگر مسلمان کا بچہ جنت میں چلا جائے

تو میرا خیال ہے کہ عین درست ہے اور اگر کسی کافر کا بچہ جہنم میں چلا جائے تو عین درست ہے اور اگر کسی کافر کے بچے کو اللہ جہنم سے نکال کر جنت میں لے آئے تو وہ مالک ہے......

باجماعت نماز

سوال: زاہد کی نماز ہو کہ میکش کی شراب
دونوں کا مزہ با جماعت ہے ساقی

کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

جواب: جی بالکل! مگر عرصہ ہوا میں باجماعت نشے سے محروم ہوں۔ میں اندرونی طور پہ یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی نوجوان کے پیچھے نماز پڑھ لوں (عالم حضرات سن تو نہیں رہے) جب میں جمعہ کیلئے جایا کرتا تھا اور جمعہ کیلئے جانا لازم سمجھتا تھا تو مجھے بڑی تنگی ہوتی تھی کیونکہ کافی لمبے سمے تک جمعہ چلتا تھا۔ پھر میں تقریریں سننے بیٹھ جاتا تھا۔ لمبی لمبی تقاریر ہوتی تھیں اور تقاریر اس لئے prolong ہو رہی ہوتیں کہ مولانا اپنی وجاہت کیلئے تقاریر فرما رہے ہوتے ہیں اور لوگ اداس اور بیزار بیٹھے ہوتے۔ خاص طور پر سردیوں میں تو ایک بجے تک جمعہ ختم ہو جانا چاہئیے۔ اگر آپ دو یا اڑھائی بجے بھی جمعہ کیلئے جاؤ تو سارا دن جمعہ میں گزر جاتا ہے۔ سارا دن تو جمعہ نہیں ہوتا۔ آپ کو اختصار کرنا چاہئیے۔ پھر اللہ نے مجھے عذر دے دیا اور میرا گھٹنہ خراب ہو گیا۔ مگر میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نماز باجماعت ہی پڑھا کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے جماعت قائم کرنے اور کثرتِ ملت کے ساتھ stable ہونے کی۔ مجموعی طور پر آج کل لوگ مسجدوں میں دھماکوں کی وجہ سے نہیں جاتے۔

دورانِ نماز گفتگو

سوال: مسجد میں کئی نمازی ادھر ادھر دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اگر دورانِ نماز کوئی جملہ کہہ دیا جائے تو کیا اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟

جواب: جی نہیں! ابتداً تو ایسا نہیں تھا۔ جب اسلام آیا تو ایسے بھی cases تھے کہ صحابی

دروازے کی کنڈی کھول کر دوبارہ نماز میں واپس آ جاتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ جب وہ سجدے میں جاتے تو چونکہ ان کے بال کھلے ہوتے تھے کیونکہ اس وقت ٹوپیاں تاپیاں تو نہیں ہوتی تھیں، آج کل ہی یہ زیادہ ہیں تو سجدے میں جب ان کے بال آگے گرتے اور وہ سجدے میں ہی اپنے بال ٹھیک کرنے لگتے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ "شعر کو چھوڑ دو شعر کو چھوڑ دو"۔ میں سمجھتا ہوں کہ نماز میں اگر کوئی ایمرجنسی کی situation آ جائے تو خدا نے آپ کو اتنا پابند نہیں کیا ہوا۔ وہ خدا تو یہ کہتا ہے کہ بھوکا پہلے کھا ہی لے تو اچھا ہے ورنہ نماز میں مجھے ہی کوستا رہے گا"۔ یہ ایک لازمی بات ہے کہ نماز کے mannerism میں ایسی کوئی restriction نہیں ہے مگر رسول اللہ ﷺ کی instructions میں کچھ restrictions موجود ہیں کہ نماز باوقار طریقے سے پڑھنی چاہیئے، اس میں حرکت کم ہونی چاہیئے۔ دیکھا گیا ہے کہ لوگ نماز میں مونچھیں مروڑ رہے ہیں اور ادھر اُدھر کھجا رہے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ نماز نہیں پڑھ رہے بلکہ انہیں کھٹمل لگے ہوئے ہیں تو یہ عالم نماز میں decent نہیں لگتا۔ نماز میں stable کھڑا ہونا اور زیادہ حرکت نہ کرنا زیادہ بہتر طریقہ نماز ہے۔ جو لوگ زیادہ ہل ہل کے نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں تو یہ لگتا ہے کہ یہ قوالی کر رہے ہیں اور اکثر احباب کو دیکھا کہ وہ بڑے ہی بدوضع شکل میں نماز پڑھتے ہیں۔ باہر وہ اچھے بھلے ہوتے ہیں، کنگھی پٹی سب سلامت ہوتی ہے مگر نماز کو جائیں تو عجیب سا حلیہ بنا کر جاتے ہیں۔ خدا نے کہا کہ نمازوں میں زینت کر کے جایا کرو، سنور کے جایا کرو presentable ہو کر جایا کرو۔ اس قابل تو لگو کہ تم دیکھے جاؤ، تم چاہے جاؤ، تم appriciate کیے جاؤ۔

سوال: مغرب نے جب جنت بانٹنے والوں کے خلاف بغاوت کی اور سیکولرازم اپنا لیا تو آج ہمارے جو شدت پسند ہیں وہ بھی جنت کی چابیاں بانٹ رہے ہیں۔

جواب: یہ ایک جیسی کہانی ہے ہر مکتبہ خیال میں، ہر مذہب فکر میں مذہبی لوگوں کا یہی رویہ رہا کہ جب وہ علم سے فارغ ہوئے، جب ان میں علم و عمل کا اخلاص نہ رہا تو انہوں نے اپنی اجارہ داری

اور حکومت قائم کرنے کیلئے اپنے آپ کو agents of God مقرر کیا اور خدا کے تمام sources پر قبضہ کیا اور یہ چاہا کہ وہ اللہ کے بندوں کو خوف سے ہراساں کریں اور اپنی قدرت سے ان سے مل بٹوریں۔ یہی اللہ تعالیٰ قرآن میں بھی کہتا ہے کہ: "ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتب یشترون بہ ثمناً قلیلا اولئک ما یاکلون فی بطونھم الا النار ولا یکلمھم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم" (174:2) یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے کلام کو ان باتوں سے بیچتے ہیں اور یہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ جمع کرتے ہیں اور سن لو کہ قیامت کے دن خدا ان سے کلام نہیں کرے گا اور انہیں عذاب الیم سے مارے گا۔

قرآن کا نظریۂ کائنات

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیم مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ
لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَّصِیْراً

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۝
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِک وَسَلِّمْ

اس معاشقۂ حقیقتِ کائنات میں بڑی عمر گزر گئی ہے:

صباحتِ رخِ جاناں کی آرزو لے کر
گزر رہی ہے غمِ دل کی جستجو کرتے

بہت عرصے سے میں اس بات پر غور کرتا رہا کہ اگر خدا تخلیق کرنے والا ہے تو سائنس کی حقیقت کیا ہو سکتی ہے؟

اللہ کے تین بڑے نام ہیں مرید، قدیر اور متکلم۔ وہ ارادہ کرنے والا، کلام کرنے والا اور قدرت رکھنے والا ہے کہ جب کلام فرماتا ہے تو کام ہو جاتے ہیں۔ انسان کی یہ بدقسمتی رہی کہ وہ مرید رہا، متکلم رہا مگر اللہ نے اس سے قدرت چھین لی۔ اسی قدرت کو جب تھوڑے سے حصے میں انسان پا لیتا ہے تو کبھی متکبر، کبھی فرعون، کبھی ہامان، کبھی شداد اور کبھی بش و بلیئر بن جاتا ہے۔ طاقت کا یہ عدم توازن اللہ تعالی نے جنت کیلئے آپ کے اندر رکھ دیا ہے تا کہ آپ کی صداقت، آپ کی امانت، آپ کا شعور، آپ کا اخلاق اور آپ کی Commitment پرکھ لی جائے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ آپ یہاں سے نکل کر اوپر جا کر مکر و فریب کی کوئی واردات کر جائیں اور خدا کا جو کائناتی امن ہے وہ خطرے میں پڑ جائے۔

حیران کن بات یہ ہے کہ کرہ زمین و آسمان کے بارے میں ہمارے جو Quranic views ہیں وہ سائنسز سے کچھ اتفاق کرتے بھی ہیں اور نہیں بھی ----- جملہ سائنسز جب کسی حقیقت پر آ کر رک جاتی ہیں یعنی جب کوئی Hypothesis degree بنتا ہے اور degree قانون بنتا ہے تو وہ قانون قرآن کے مطابق ہو جاتا ہے۔ بہت عرصہ پہلے سائنسز شروع ہوئیں تو سب سے بڑی local مخالفت ہمارے سامنے یہ آئی کہ Perhaps sciences are anti religion شاید سائنس مذہب کے خلاف ہے۔ مذہب کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہ Make belief کا ایک ایسا گھروندہ ہے کہ جسے انسانوں کی نفسیاتِ ذہن نے بُنا ہے اور جو ان کی حقیقتوں سے بہت دور خواب و خیال کا ایک ایسا حصار ہے جسے حقائق سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی وجہ تھی۔ سائنس اور مذہب میں ایک بہت بڑا فرق آیا۔ سائنسز تو کچھ بھی نہیں تھیں۔ جب اللہ نے ارادہ کیا اور کلام فرمایا تو اس کی مثال جنگِ بدر میں نظر آتی ہے جب اس نے اپنے پیغمبر اور مسلمانوں سے ایک بڑی خوبصورت بات کہی

کہ میں نے پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کی۔ میں چاہتا تو ملائکہ کے بغیر بھی مدد کر سکتا تھا۔ یہ جو جملہ اس نے بولا کہ ------ "میں چاہتا تو ملائکہ کے بغیر بھی مدد کر سکتا تھا" ------ اسی طرح جب زکریاؑ نے اللہ کے سامنے ایک (scientific) سائنسی حقیقت پیش کی کہ جب ملائکہ نے انہیں محراب سے آواز دی "فنادته الملئكة وهو قائم يصلي في المحراب ان الله يبشرك بيحيى ------" (39:3) کہ اے زکریا ہم تجھے بیٹا دینے والے ہیں تو زکریاؑ نے کہا کہ اس میں کوئی سائنسی حقیقت نہیں ہے۔ میں تو بالکل خشک ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ ایسی تو کوئی حقیقت دنیا میں موجود نہیں جو اس وقت مجھے بچہ دے سکے تو اللہ نے کہا کہ ایک تو تم لوگ مجھ سے دعا کرتے ہو اور اوپر سے مجھ پر شک کرتے ہو ------ ایک طرف تو صبح و شام لگے ہو دعا میں کہ اے اللہ بیٹا دے، بیٹا دے، آلِ داؤد کا وارث دے، اب اگر میں نے دعا سن لی ہے اور تمہاری بات مان لی ہے تو تم بیچ میں سائنس کو لے آئے ہو ------ تو سنو کہ اگرچہ سائنس ایک حقیقت ہے جو ہم نے اپنے بندوں کی آسانی کیلئے اور زمین کی friction (چیزوں اور انسانوں کے درمیان رکاوٹ) کو کم کرنے کیلئے تمہیں عطا کی ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ جب تمہیں خیال آئے کہ اللہ کیا ہے اور کیا کر سکتا ہے تو ہولے سے یوں کہہ دیا کرو ------ "ان ربي يفعل مايشآءُ" (بے شک میرا رب تو جو چاہے کر سکتا ہے)۔ اس کیلئے کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے ------ بھلا ایسے غالب اور صاحبِ قدرت خدا کے آگے آپ اسی کی بنائی ہوئی ایک حقیر سی شے رکاوٹ کے طور پر پیش کر دو تو میرا خیال ہے کہ یہ عقلِ انسان کا بہت بڑا ضیاع ہے۔

مذہب اور سائنس میں کوئی تصادم نہیں تھا لیکن ایک اتفاق بڑا عجیب و غریب ہو گیا وہ اتفاق یہ تھا کہ سائنسز کی مخالفت میں کوئی حصادم شخصیت پیدا نہیں ہوئی۔ سائنسدانوں میں کبھی آپس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا مثلاً (Ptolemy) بطلیموس اچھا سائنسدان تھا مگر غلط تھا، (Copernicus) کوپرنیکس بہت بڑا سائنسدان تھا مگر غلط تھا۔ اسی طرح بہت سے یونانی (Greeks) بہت اچھے دانشور تھے مگر غلط تھے اور بہت سے (Romans) رومی بہت اچھے

تحقیق والے تھے لیکن غلط تھے۔ گلیلیو اور اس کے بعد آنے والوں کی بہت سی غلطیاں نکلیں۔ شاید اگر سائنسی غلطیوں کا شمار کیا جائے تو جو حقائق سائنس دانوں نے دریافت کیے ہیں ان سے ہزار گنا زیادہ ان کی غلطیاں نکل آئیں گی مگر سائنسدانوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ "گلیلیو" جھوٹا ہے اور کبھی یہ نہیں کہا کہ "بطلیموس" بیکار شخص تھا اور سائنس کے قابل نہیں تھا۔ انہوں نے "کوپرنیکس" کو غلط نہیں کہا بلکہ انہوں نے ایک دوسرے کی عزت کی، ایک دوسرے کو مقامِ شرف دیا اور ایک دوسرے کی خدمات و سعی کی تعریف کی۔ اگرچہ کوئی بھی زمانہ گزرا ہو، کتنی غلط بات بھی کسی سائنس دان نے کی ہو وہ اس وقت اس نے بڑی محنت سے کی ہو گی مگر آنے والے لوگوں نے، آنے والے سائنسدانوں نے اپنے اس بھائی کے کام کو سراہا اور اس کی تعریف کی جس نے اپنی زندگی کو بڑی ایمانداری سے کسی تحقیق و جستجو کی طرف لگایا تھا۔

مذہب میں ایک کمال یہ ہوا کہ جب مذہب شروع ہوا تو سب سے پہلے ایک بڑی آفت اس پر یہود نے ڈھائی اور اس پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے یعنی خدا کی ہوا تک کسی اور قوم کو نہیں لگنے دی۔ ان کے خیال میں وہ صرف بنی اسرائیل کا خدا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کس کی عبادت کرو گے تو انہوں نے کہا: "اے اللہ ہم تیری عبادت کریں گے اور ابراہیمؑ کے ربّ کی کریں گے اور اسماعیلؑ کے ربّ کی کریں گے اور اسحاقؑ کے ربّ کی کریں گے"۔۔۔۔۔ یعنی God was a family matter. قومِ یہود نے اللہ کو مکمل طور پر ایک خاندانی خدا بنا لیا کہ قومِ یہود سے باہر خدا exist نہیں کرتا تھا، وہ صرف انہی کا خدا تھا۔ انہی کی family کو پالتا تھا، انہی کی حفاظت کرتا تھا اور یہ "یہووا" یا ربِّ یہود انہی کیلئے مخصوص تھا۔ چلئے اگر کسی قوم کو یہ غلط فہمی ہو بھی گئی تو کوئی پرابلم نہیں تھا مگر جب خدا پر اس قسم کا حق جتا لیا جائے کہ آنے والے کسی بندے کا حق اس پر بالکل رد کر دیا جائے تو خدا بڑا (local) مقامی سا ہو جاتا ہے۔ شاید قومِ یہود کا رب بڑا local سا رب تھا۔ وہ ایک قبائلی خدا تھا۔ شاید اسی وجہ سے آنے والے سارے anthropologist اللہ کو زمینی پیداوار سمجھتے رہے، خاندانی اور قبائلی پیداوار سمجھتے رہے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ قبائل نے جو

اپنے اپنے رب پالے ہیں ان میں ایک اللہ بھی ہے۔

شروع کے عیسائی (Early Christians) بھی بنیادی طور پر اسرائیلی تھے اور حضرت عیسیٰؑ کوئی نیا دعویٰ بھی نہیں لائے تھے۔ وہ شریعتِ موسوی ہی لائے تھے اور اس کے بعد جب انہوں نے یہودی ربیوں کو اور philistines کو ظاہری عمل پر زور دینے کے بجائے اندرونی نیات کے درس دینے شروع کئے تو ان میں آپس میں تصادم ہوا مگر Christians نے (concept of God) تصورِ خدا کو تھوڑا سا پھیلایا۔ اب وہ صرف یہودی ربیوں کا نہیں بلکہ غریبوں اور مساکین کا بھی خدا تھا مگر چونکہ Early Christians بھی یہودی تھے اس لئے وہ اُس ملکیتِ خداوند سے باز نہ آئے۔ اب انہوں نے مزید تخصیص یہ کر دی کہ اللہ یہودیوں کا ہی نہیں اب ہمارا بھی ہے بلکہ وہ کچھ اور آگے بڑھ گئے۔ اور انہوں نے اسے خاندان بھی دے دیا، بیوی دے دی اور اس کے بچے بھی پیدا کر دیئے۔ And they localized the God in a very small pattern. اب جہاں خدا بال بچے دار ہو جائے اور بیگمات بھی رکھنا شروع کر دے تو ایسا خدا سب کا خدا نہیں ہو سکتا اس لئے جیسے یہودیوں نے عیسائیوں کا حق ماننا بند کر دیا اسی طرح جب عیسائیوں نے اسے اپنے ساتھ مخصوص کیا تو کسی اور کو یہ حق نہ دیا کہ وہ خدا کو مانتے، جانتے یا اسے تسلیم کرتے۔ اتنے میں قرآن آ گیا مگر قرآن میں تو اللہ بالکل مختلف ہو گیا۔ قرآن میں اللہ چھوٹے گھروندوں سے باہر نکلا۔ شاید وہ بہت دنوں سے محمد رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہا تھا کہ کوئی تو آئے، مجھے میری طرح مانے ----- اگر میں آقا و رسول ﷺ کا کوئی بہت بڑا وصف سمجھتا ہوں اور اگر میں قرآن کی بہت بڑی تعریف کروں تو میں یہ کہوں گا کہ قرآن نے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو ایسا پیش کیا جیسے اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سے زیادہ میں نہیں کہہ سکتا کہ آقا و رسول ﷺ نے اللہ کی اور تصورِ خداوند کی جو presentation کی ویسی پہلے کبھی نہ تھی۔ Now he is no more a local God. اب وہ مقامی نہیں ہے، وہ کائنات کا مالک ہے، وہ پوری کی پوری کائنات کا تخلیق کار ہے۔ اگر آپ قرآن کی practical تعریف کریں تو آپ

اسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتابِ تخلیق ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں یہ تو بتایا جائے گا کہ پھل کس نے پیدا کئے اور سبزیاں کس نے پیدا کیں مگر یہ نہیں بتایا جائے گا کہ کچن میں کس کس طریقے سے اس کو پکانا ہے اور اس میں کون سے مصالحے ڈالتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بہت بڑے بڑے قوانین کی حد تک تو اللہ آپ کو بتائے گا کہ جو چیزیں اس نے بنائی ہیں ان کے بنیادی اصول کیا ہیں۔

یہ سچ ہے کہ انّ ربیّ یفعل مایشآءُ (میرا ربّ جو چاہتا ہے کرسکتا ہے) مگر جو طریقہء execution اور methodology اس نے چنی ہے اس کو ہم سائنس کہتے ہیں۔ بذاتِ خود وہ ان scientific processes (سائنسی طریقہء ہائے کار) سے آزاد ہے مگر اگر اس نے ایک بچے کی پیدائش کا عرصہ نو ماہ مقرر کیا ہے اور اگر اس نے زمین کی پیدائش کا وقفہ ایک ارب سال ایک دن کے برابر رکھا ہے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے اور processing میں اس نے جس process سے کام لیا ہے وہ شاید اس نے اسی لئے قائم کیا کہ جب لوگ اسے جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ان طریقوں سے گزرتے ہوئے وہ حکمتِ الٰہیہ کو جان جائیں گے۔ اس نے اپنے علم کے ساتھ ایک خصوصی لفظ کا اضافہ کیا جو قرآنِ حکیم میں بار بار استعمال ہوتا ہے کہ میں "علیم" بھی ہوں اور "حکیم" بھی ہوں۔ اگر "علیم" اصول کا لفظ ہے تو "حکیم" execution کا لفظ ہے، اس دوران وقت کا لفظ ہے جو زمین پر بندے نے اور وقت نے گزارنا ہوتا ہے۔ اگر سائنس یہ گمان کرے کہ زمین شاید چار ارب سال میں بنی اور اگر اللہ یہ کہے کہ میں نے زمین کو چار دنوں میں بنایا ہے تو اس میں تصادم واقع نہیں ہوتا۔ ہمیں صرف پیمانہ درست کرنا ہوتا ہے۔ اگر کسی نقشے کا پیمانہ درست کرتے ہوئے آپ یہ کہتے ہو کہ ایک ہزار میل برابر ہے ایک انچ کے تو آپ بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتے ہو کہ یہاں جو پیمانہ اللہ نے دیا ہے تخلیق آسمان وزمین کا وہ اللہ کے نزدیک ایک ارب سال برابر ہے ایک دن یا کم وبیش ..... اسی طرح جب ان پیمانوں کو لے کر آگے چلتے ہیں تو آپ کی کائنات کی عمر ٹھیک چھ ارب سال نکل آتی ہے اور آپ کو پتہ چلتا ہے کہ "فی ستۃ ایام" کا کیا مطلب ہے کہ چھ دن میں اللہ نے یہ کائنات بنائی۔ صرف آپ

کو وہ پیمانہ adjust کرنا ہوتا ہے جو خداوندِ کریم نے استعمال کیا۔

ایک بات بڑی عجیب و غریب قرآن حکیم میں ہے آپ لوگ جب اپنے نقطۂ نظر سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہو تو آپ یہ نہیں سوچتے کہ ہم تخلیق کے بڑے ادق مراحل میں اتنے بڑے تخلیق کار کو شاید present نہیں کر سکتے۔ قرآنِ حکیم میں اگر اللہ کی طرف سے چیزوں کو دیکھو تو آپ کو بہت آسانی سے ان کی سمجھ آنا شروع ہو جاتی ہے۔ The whole procedure is very visible, very easy to understand. مگر اگر میں اپنی طرف سے سورج کی جسامت اور قدامت کو دیکھنا شروع کروں کہ یہ huge آتشی گولہ کسی بھی وقت قیامت خیز ہو سکتا ہے۔ جس کا سائز سوچ کر مجھے خوف آتا ہے اور جس کی حدت دیکھ کر بھی مجھے خوف آتا ہے تو آپ کو یقیناً وہ عظمت بڑی حیران کن لگے گی۔ جس کے تحت خداوند کریم اسے "چراغ" کہتا ہے۔ چھوٹا سا ایک دیا، جلتا ہوا چراغ..... آپ حیران ہوتے ہو کہ وہ اللہ کس سائز کا ہے جو سورج کو جلتا ہوا چراغ کہہ رہا ہے اور کبھی کبھی اللہ کسی بڑی statement کو بڑے حقیرانہ انداز سے، چیزوں کو اتنا چھوٹا کر کے ہمیں دیتا ہے کہ ہم حیران ہو جاتے ہیں کہ واقعی اللہ کتنا بڑا ہو سکتا ہے۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ جب آپ "اللہ اکبر" کہتے ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ ہی بڑا ہے اور کوئی بڑائی کے قابل ہی نہیں اس لئے کہ اس سارے matter، ساز و سامان، اتنی منزلوں اور بلندی پر جا کر اپنی عقل کی مکمل exertion کے بعد بھی ہم ابتدائے حالِ کائنات تک نہیں پہنچ سکتے تو پھر خالقِ کائنات کتنا بڑا ہوگا۔

ذرا غور کیجئے کہ مدت ہوئی، ہزاروں برس گزرے، انسان نے بڑی مشقت کی، بڑی محنت کی اور بڑی ہی بربادیاں دیکھیں، بہت سائنسدان مرے، بہت جان جوکھوں کے بعد بالآخر انہوں نے کیا فیصلے کئے ہوں گے جو چودہ سو برس پہلے نہ کسی نے غور کیا، نہ دیکھا، نہ سوچا مگر جھٹ سے محمد رسول اللہ ﷺ نے دو آیات بیان کر دیں کہ مجھ کو میرے اللہ نے یہ بتایا ہے: "اولم یر الذین کفروا انّ السمٰوٰت والارض کانتا رتقاً ففتقنٰھما" یہاں اللہ "سموات" کا

لفظ استعمال کرتا ہے مگر جب اللہ "سماء" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو وہ اس پوری universe کیلئے استعمال ہوا ہے۔ بہت سارے شارحین اس معاملے میں بہت غلطی کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان سے قرآن adjust نہیں ہو پایا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک چھوٹے سے جملے میں بتاتا ہے کہ "-----انّ السموت والارض کانتا رتقاً ففتقنٰھما" یہ سب زمین و آسمان اس نے ایک مادے سے بنائے۔ اس آیت سے یہی بات نکلی کہ زمین و آسمان صرف ایک نہیں ہے۔ سائنسز ابھی اس نتیجہ پر نہیں پہنچیں مگر options کھلے ہیں۔ ہبل کی آنکھ بھی ابھی اس معراج تک نہیں گئی، کائنات کی دہلیز سے آگے نہیں نکل سکی، "اقطار السموت" سے باہر نہیں جا سکی اور خدا کہتا ہے کہ اے سادا نوالے معصومو! اسی طرح کی چھ اور ہیں۔ یعنی سات آسمان ہیں اور سات ہی زمینیں ہیں۔

قرآن کو سمجھنے کیلئے لازم ہے کہ اس کیلئے تھوڑا سا تردد کیا جائے کہ کسی لفظ کو کس contour اور کس texture میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جب ہم 'سماء' کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اللہ میاں نے کوئی خاص وضاحت نہیں کی بلکہ بہت سادہ سا ایک لفظ بول دیا: "ولقد زینا السمآء الدنیا بمصابیح" (5:67) (ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے سجایا ہے۔) جونہی آپ نظر اُٹھاتے ہو اور آپ کو حدِ نظر تک اَن گنت ستارے سرابِ صحرا کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ ایک آسمان ہے۔ جہاں جہاں تک آپ کی نظر جاتی ہے وہ آسمان ہے مگر بظاہر اگر آپ scientific measure سے دیکھو تو آپ کائنات کو دیکھ رہے ہو۔ جہاں جہاں تک نظر جا رہی ہے ایک کائنات ہے جسے آپ دیکھ رہے ہو۔ آپ کی نظر صرف ایک کائنات تک محدود نہیں ہے بلکہ خدا تو کہہ رہا ہے کہ پوری دنیائے آسمان کو میں نے ستاروں سے سجایا ہے یعنی جہاں بھی کوئی ستارا ہماری آنکھ کے vision میں ہے وہ آپ کی زمینی کائنات کی حدود متعین کر رہا ہے "ولقد زینا السمآء الدنیا بمصابیح" اب آپ اس سے اندازہ کر لیجئے کہ وہ ایسی ہی سات کائناتوں کا خالق ہے اور ایسی ہی سات زمینوں کا بھی وہ خالق ہے۔ انسان بڑا پریشان ہوتا

ہے کہ ابھی تک ان سات زمینوں میں کوئی وجودِ انسان نظر نہیں آیا۔ اس موضوع پر انسان نے ہزاروں فلمیں بنائیں جن میں وہ aliens کا سراغ ڈھونڈتا نظر آتا ہے کیونکہ انسان کے تصور میں یہ خوف ابھی تک موجود ہے کہ کوئی اور تہذیب یافتہ انسان ہی ہمارے اوپر غلبہ نہ حاصل کر لے مگر ابھی اسے کوئی سراغ نظر نہیں آیا But God is very sure جسے آپ اللہ کہتے ہیں وہ بڑے یقین سے یہ بات کہتا ہے: ”اللہ الذی خلق سبع سموت و من الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن“ (12:65) ان ساری زمینوں میں ہمارا حکم اترتا ہے۔ کون سا حکم------؟ اللہ نے قرآن کو ”حکم“ فرمایا: اگر قرآن حکم ہے اور ساری زمینوں میں اتر رہا ہے۔ ساری زمینیں ایک ہی وقت میں judge ہو رہی ہیں اور ساری زمینوں کے انسان اگر جنت میں جانے کی کوشش کریں تو جنت تو بھر جائے گی۔ بڑی مصیبت پڑے گی۔ اپنا حال دیکھتے ہوئے تو ہمارا کوئی chance نہیں رہتا۔ ہم تو بہت پیچھے رہ جائیں گے مگر جب جنت کی وسعت دیکھتے ہیں تو تسلی ہو جاتی ہے۔ جنت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹا سا جملہ کہا: ”عرضھا السموت والارض“ تم لوگ ایک ایسی جنت میں داخل کئے جاؤ گے جس کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں سے بھی بڑی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ اگر ہم سارے انسان یہاں سے نکل کے صرف اپنے galaxial order میں ہی جائیں تو مشکل سے کوئی ایک ستارہ ہی پُر کر پائیں گے------ جتنی ہوس ہے زمین کی لے لو، جتنا اختیار ہے استعمال کر لو، سونے چاندی، ہیرے جواہرات کے پہاڑ لے لو، سمندر لے لو مگر پھر بھی اتنی بڑی کائنات میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ وہاں ارب ہا ارب لوگ ہوں گے۔ مختصراً یہ کہ دو بلین کے قریب تو galaxies صرف آپ کے order میں ہیں اور ایک galaxy میں کم از کم دو بلین ستارے آپ کو مل جائیں گے تو پھر چاہے کتنے ہی انسان جنت میں چلے جائیں------ مگر رسول اللہ ﷺ نے کمال بات کہی------ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سات زمینیں خالی نہیں ہیں۔ یہاں سائنسز کا ادراک ختم ہو جاتا ہے اور یہ ایک بات بتا دوں کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ سائنسز تمام تر حقائق پر ہیں۔ اگر آپ cosmology میں بڑے بڑے سائنسدانوں

کو دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ ساری کی ساری کاسمولوجی (علم فلکیات) guess work پر چل رہی ہے۔ ایک theory کے ٹوٹنے اور دوسری تھیوری کے درمیان تمام انسانی ذہانتوں کا network ہے۔ حقائق کچھ بھی نہیں ہیں صرف basics ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک حقیقت سراب کی طرح چمک دکھا کر ان کو کسی قانون کی خبر دے جاتی ہے اور پھر گم ہو جاتی ہے۔ کبھی وہ اچانک Certainty of law تھی ہے۔ کبھی Special Relativity ہو جاتی ہے۔ پھر وہ بھی غائب ہو جاتی ہے۔ پھر وہ Quantum کی تھیوریاں تھی ہیں جو پھر Uncertainty میں بدل جاتی ہیں۔ یہ مذاق اللہ کرتا ہی رہتا ہے۔ اس نے بڑی خوبصورت بات کہی: "مثلهم كمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حوله و ذهب الله بنورهم وتركهم فی ظلمت لا یبصرون" تھوڑی دیر کیلئے ---- بجلی کی چمک ---- ایک hypothesis ---- ایک قانون ---- بڑا شور و غوغا ---- نوبل انعام ---- ایوارڈز ---- وغیرہ وغیرہ ---- پھر کوئی تھیوری آ گئی، نئی قدر افلاک متعین ہونا شروع ہو گئیں۔ نیا سکۂ عقل و معرفت رائج ہونا شروع ہو گیا۔ اس تصادم میں بھی آخر کہیں نہ کہیں محنت کرنے والے سچے لوگ کسی قانونِ ازل پر پہنچ جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ قرآن میں اپنے طریق کار کی خبر دیتا ہے مثلاً اللہ کہتا ہے: "اولم یر الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السموتِ والْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا ففتقنهما" (پوری کائنات پہلے ایک وجود تھا۔ سات کائناتیں اور زمینیں پہلے ایک وجودِ مطلق تھیں۔ پھر ہم نے اسے پھاڑ کے جدا کر دیا۔) یہ وجود پھٹا اور اس وجود کے پھٹنے سے پھر کیا پیدا ہوا ہو گا ----؟ بڑے بڑے بادل پیدا ہوئے۔ کائناتیں نہیں بلکہ بڑے بڑے بادل پیدا ہوئے تھے۔ حدیث رسول ﷺ نے یہ سمجھنے میں ہماری مدد فرمائی۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کائنات بنانے سے پہلے اللہ کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "کانه فی عماءِ" (وہ تو بادلوں میں تھا) یعنی کائنات تخلیق کرنے سے پہلے ربّ کائنات بادلوں میں تھا اسی لیے لگتا یہ ہے کہ وہ وجودِ مطلق جس کی اللہ نے خبر دی جب اس کو پھاڑا گیا جب وہ پھٹا تو اس کے بعد huge بادل پیدا ہوئے اور اللہ ان بادلوں میں تھا۔ وہ کام کر رہا تھا۔ وہ کیا

کر رہا تھا؟ یہ سوچنا سمجھنا ہمارا کام نہیں ہے مگر اس نے ہمیں طریقہ کار کی خبر ضرور دی۔ ایک بات اس نے بڑے پیار سے قرآن حکیم میں کی کہ میں اس بندے سے نفرت کرتا ہوں جس کو میں نے اپنی سب سے خوبصورت چیز دے دی اور وہ سب سے زیادہ جاہل نکلا۔ "اِن الشــر الـدوآبِ عِند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون" (22:8) (بدترین جانور میرے نزدیک وہ ہے جو عقل و معرفت نہیں استعمال کرتا جو اندھوں اور بہروں کی طرح میری آیات کو دیکھتا ہے) یہ بدترین جانور ہیں، انہیں انسان تو کہتے ہی نہیں، یہ جانوروں سے بھی بدترین جانور ہیں۔ ان کو میں نے ایک غیر معمولی صفت عطا کی، ایک وصف عطا کیا مگر انہوں نے اسے کبھی استعمال نہیں کیا اور وہ بالآخر میری رضا مندی کے اہل نہیں ہیں۔ اچھے لوگوں کی مثال اس نے قرآن میں یوں دی: "اُلـذِیـن یـذکـرون اللہ قیـما وقعودا وعلی جنوبھم" (191:3) وہ صبح و شام میری یاد کرتے رہتے ہیں، صبح و شام میرے دھیان میں رہتے ہیں، میرے خیال میں رہتے ہیں، میری یاد میں رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کیا کرتے ہیں؟ "وَیتفکرون فی خلق السمٰوٰت والارض" جو چیز میں نے بنائی ہوئی ہے جو زندگی میں نے تخلیق کی ہے جو آدم میں نے تخلیق کیے ہیں وہ ان پر غور و فکر کرتے ہیں، سوچتے رہتے ہیں کہ یہ اللہ نے کیا بنایا اور کیوں بنایا؟ کیا وہ اس طرح اپنی قدرتِ الٰہیہ کو ہمارے دل میں نقش کرنے کی کوشش کرتا ہے؟ اور یہ تمام اس لیے تھا کہ ہم اپنے ربِ قدیر کے تکبرات کو سمجھیں اور ہم اپنے ذہنی تکبرات سے گریز کریں۔ ہم اطاعت کی سرشت اختیار کریں، تسلیم اختیار کریں اور اسلام پر رہیں، پھر اس کے بعد ہم اس کائنات کی فتح کا تفاخر حاصل کریں گے جو ہمیں موت کے بعد حاصل ہوگی۔

اس سے اگلی چھوٹی سی آیت میں اللہ کہتا ہے کہ (اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا) اور دیکھیں کتنی مدتیں گزریں، کتنا وقت گزر گیا، تقریباً اڑھائی ہزار سال گزر گئے اور سائنسدانوں کو بیسویں صدی میں یہ دو قوانین confirm ہوئے اور ایک تیسرا بھی آ گیا جو پہلے کسی کے علم میں نہیں تھا۔ مگر قرآن کے علم میں تھا۔ اس کے بعد یہ سائنسدانوں کے علم میں آیا پھر

ساری دنیا کے علم میں آیا اور قرآن اور سائنس میں یہ مطابقت تخلیق ہو گئی اور وہ قانون یہ تھا کہ یہ سورج، چاند، ستارے سارے کے سارے ہم نے مسخر کر دیئے اور ان سب میں ایک قانون رکھ دیا:- "کل یجری الی اجل مسمیٰ" یہ تین بڑے قوانین ہیں جو کسی عام انسان کے علم میں بھی ہو سکتے ہیں کہ کائنات ایک وجودِ مطلق تھی جسے پھاڑ کے الگ کیا گیا، تمام حیات پانی سے پیدا کی گئی اور کائنات میں ہر چیز چل رہی ہے۔ اتفاق سے چلتے چلتے انسان کے سائنسی سفر کے اختتام پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج کا انسان ان تین اصولوں کو پہچان گیا ہے مگر ابھی تو بہت سے قوانین رہتے ہیں جو خدا دے رہا ہے۔ "الا یعلم من خلق" (کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا۔) بڑے سادہ لہجے میں وہ کہتا ہے کہ کیا بیسویں صدی کا دانش ور مجھ سے چھپا ہوا ہے۔ یہ بڑے بڑے sky scrappers والے، High Engineering والے----- Who have classic perfection in human aesthetics کیا یہ مجھ سے چھپے ہوئے ہیں۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ میں، جس نے یہ ابتداء بنائی ہے، جس نے انجام تخلیق کیا ہے، میں، جس نے قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں لکھی ہیں اور میں، جو تخلیقِ دنیا سے پچاس ہزار سال پہلے فطرت اور تقدیرِ انسان لکھ کر فارغ ہو بیٹھا ہوں، ماسٹر پلان میں نے لوحِ محفوظ میں رکھ دیا ہے "و ما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا" (اور زمین پر کوئی ایسا ذی حیات نہیں جس کا ایک ایک دانہ مجھ پر نہیں۔) "ویعلم مستقر ھا و مستودھا" (6:11) مجھے پتہ ہے کہ کہاں کہاں کسی نے جانا ہے، جنگل جانا ہے، گھر جانا ہے، ساتویں منزل پر رہائش اختیار کرنی ہے یا نیچے رہنا ہے، یہ سب میں نے لکھ دیا ہے کہ وہ کہاں سونپا جائے گا، کہاں کھائے گا، کس سے دوستی رکھے گا، کہاں اٹھے گا، کہاں بیٹھے گا اور حیات کے اس جنگل سے کس طرح گزرے گا۔ کیا مجھ سے یہ سب چھپے ہیں؟

فرض کرو کہ آپ کا کوئی عزیز امریکہ جا رہا ہے، وہاں آپ کو بڑا کام ملے گا، بڑی اچھی زندگی گزرے گی، شاید وہ حبِ ارضی ہے کام کاج کے معاملے میں، ڈالر بڑے اچھے ہیں ان پر

نشان بھی لگا ہوا ہے، پھر مستقبل خوش آئند ------ اگلی نسلوں کی پڑھائی لکھائی ------ وغیرہ وغیرہ ------ اور سب سے بڑی بات یہ کہ پیچھے رہ جانے والوں میں معزز ------ یہ "چوڑے چماڑ" پیچھے رہ گئے ہیں اور بڑے بڑے سردار امریکہ چلے گئے ہیں۔ گھر سے ایک غریب آدمی چلا جاتا ہے اور پھر آنکھ اٹھا کر گھر کی طرف نہیں دیکھتا۔ جب اسے بھیجنے لگتے ہیں تو ایک خیال ضرور آتا ہے کہ یہ ایک بار گیا تو پھر واپس نہیں آنے والا ------ (یہ میں امریکہ کی بات کر رہا ہوں، ویسے انگلینڈ والے واپس آ جاتے ہیں) جو گیا سو گیا ------ کہنے کو سب یہ ہی کہہ کر جاتے ہیں کہ جلدی پیسے کما کر واپس آ جائیں گے مگر کوئی کم ہی واپس آیا۔ ہم دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اتنی اچھی جگہ چلے گئے، اتنی اچھی خوراک کھا رہے ہیں، اتنے اچھے کپڑے پہن رہے ہیں۔ بڑے بڑے Sky scrappers میں رہ رہے ہیں تو کون اسکا برا منائے گا۔ ہر کوئی وہاں جانا اور رہنا پسند کرے گا ------ مگر اگر ہمیں یہ پتا ہو کہ مرنے کے بعد بڑا اچھا مہربان مالک اوپر بیٹھا ہے۔ بڑا اچھا مکان ملے گا۔ کھانے پینے کی فراخی ہوگی تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ قبروں پہ لائنیں لگی ہوں کہ میں پہلے جاؤں، میں پہلے جاؤں ------ مگر ------ نادانستگی ہی عذاب اور نادانستگی ہی رحمت ہے ------ یہ جو ہمیں خوف اور بیم ورجا کے درمیان رکھا گیا یہی بڑی بات ہے۔ اسی حوالے سے صدیق اکبرؓ کے ایمان کو بہت بڑا ایمان کہتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ ایمان میں صدیق اکبرؓ کا مسلک کیا تھا تو بتایا گیا کہ "بیم ورجاء کے درمیان تھا" پوچھا گیا کہ بیم ورجا کیسے؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ "جب میں اپنی نیکیوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے گمان ہوتا ہے کہ میں شاید وہ پہلا شخص ہوں جو جنت میں داخل ہوں گا اور جب میں اپنی خطاؤں کو دیکھتا ہوں تو اس خوف سے کانپتا ہوں کہ دوزخ میں بھی شاید پہلا شخص میں ہی ہوں۔" اس لئے ایمان "بیم ورجاء" کے درمیان ہے۔ نہ اتنا بے خوف رکھو امید کو کہ اللہ کو dictate کرنے لگو، "ان اللہ یغفر الذنوب" اور نہ اتنے ڈرو کہ ڈرتے ڈرتے مرجاؤ۔ ایک اللہ کے ولی بڑی عبادات کرتے تھے اور بہت ڈرتے تھے۔ آخر ڈرتے ڈرتے فوت ہو گئے۔ عالم مثال میں اللہ کے حضور پیش ہوئے تو اللہ نے کہا کہ کیوں بھئی میری ساری شخصیت میں کیا تجھے ایک ہی

pattern نظر آیا کہ میں ڈرانے والا ہوں۔ چل اب ادھر بھی ڈرتا رہ۔ تجھے میری کوئی اور چیز یاد ہی نہیں آئی۔ رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ "جس نے اللہ کو چاہنا ہے اسے چاہیے کہ اسے اچھے گمان سے چاہے" اس لئے کہ تمہارا گمان ہی کام آئے گا اور خاص طور پر مرتے وقت کام آئے گا۔ یہ نہ ہو کہ پیچھے اچھا گمان ہو اور بیچ میں پھر گڑبڑ ہو جائے یا بیچ میں سے آتی ہوئی inquiry کی fuss شامل ہو کر scepticism (شک وشبہ) کا شکار ہو جاؤ۔ آخر تک اللہ سے گمان اچھا رکھو۔ ایک حدیث میں پہلے بھی کئی بار سنا چکا ہوں کہ ایک بدو رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ قیامت کے روز حساب کون لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ خود، وہ ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔ حضور ﷺ کو تعجب ہوا، اصحاب کو تعجب ہوا کہ اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ اگر اللہ حساب لے گا تو ڈرو، اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ آپ ﷺ نے اسے واپس بلوایا اور پوچھا کہ تو ہنسا کیوں۔۔۔۔ تو اس نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ ہم نے اکثر دنیا میں دیکھا ہے کہ جب کوئی عالی ظرف حساب لیتا ہے تو نرمی سے لیتا ہے اور اللہ سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو اس بدو کا اپنے رب پر گمان کتنا اچھا ہے۔" یہ وہ گمان ہے جو ہمیں اپنے رب پر رکھنا چاہیئے۔

اب دوبارہ سائنس اور مذہب کی طرف واپس آتے ہیں کہ مذہب میں کیا اہم وجہ ہوئی کہ وہ سائنس سے الگ ہو گیا؟ پچھلے ہزار برس میں ایک حادثہ ہوا۔ حادثہ یہ ہوا کہ ادھر سے یونانی (Greeks) آئے، رومی (Romans) آئے اور بیچ میں دوسری بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ سینا اور فارابی جیسے دانشوروں نے اسلام کی یا قرآن کی intellectual اہمیت کو کم کر کے پیش کیا۔ قرآن کو ایک ایسی کتاب سمجھا جانے لگا جو Scientific standards پر پورا نہیں اترتی۔ کمال کی بات ہے کہ ایک کتاب جو کل تھی اور جس کا ایک جزو سائنس تھا اس کے بارے میں یہ گمان رکھا جانے لگا کہ کل جو ہے وہ جزو سے مغلوب ہو گیا یعنی خالق اپنے تخلیق کردہ ایک institution سے مغلوب ہو گیا۔ یہ ایک عجیب سا گمان مسلمانوں میں پیدا ہوا۔ اس کی وجہ سے

انہوں نے ایسے explanatory methods اختیار کرنے شروع کیے جنہوں نے قرآن کو بہت دور کر دیا۔ ایک ہزار سال یہ تماشا ہوا۔ ایک ہزار سال سے اگر سائنسدان کچھ کہہ رہا تھا اور وہ غلط کہہ رہا تھا تو لوگوں نے قرآن پر اعتبار نہیں کیا۔ فارابی، سینا، ابنِ رشد اور ابنِ خلدون جیسے بڑے نام جن کو آپ بڑی عزت و مرتبہ دیتے ہو بد قسمتی سے ان سب لوگوں نے قرآن کے بجائے موجودہ سائنسی آراء (Current scientific opinions) کو ترجیح دی۔ کسی نے ابنِ رشد سے پوچھا کہ کیا تو اپنے گستاخانہ کلام سے ڈرتا نہیں......کیا تجھے عاد و ثمود کے حال کا نہیں پتہ......اس نے آگے سے جواب دیا کہ تم عاد اور ثمود کے عذاب کی بات کرتے ہو مجھے تو یہ یقین بھی نہیں کہ عاد اور ثمود تھے بھی کہ نہیں۔ میرے پاس تو کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر یہ inquiry کے لہجے سے کہا جاتا اور پھر اس پر inquiry کی جاتی یہ دیکھنے کیلئے کہ وہ ہیں کہ نہیں تو اس حوالے سے تو وہ بڑی اچھی بات تھی اور اللہ کو بھی پسند آتی مگر بظاہر استہزائی انداز سے اس نے کہا کہ کون سے عاد و ثمود کا عذاب......؟ کاش کہ آج ابنِ رشد زندہ ہوتا تو عاد و ثمود کے وہ تمام آثار دیکھ لیتا جو ان صدیوں میں نکل آئے ہیں۔

آج کے بڑے بڑے دانشوروں نے کہا کہ "ہُد ہُد کا واقعہ بڑا فضول سا ہے۔ یہ ہُد ہُد ضرور کوئی تیز رفتار messenger ہوگا جو تین ہزار میل دور مُلکِ سباء میں گیا ہوگا اور اگلے دن واپس آ گیا ہوگا۔ یہ نہ تو کوئی جن ہے اور نہ پرندہ......ابھی تک مجھے تو سمجھ نہیں آئی کہ کیسے اگلے دن کوئی واپس آ سکتا ہے یا تو اس زمانے میں کوئی electronic transportation ہوتی تو پھر یہ ممکن تھا کہ وہ اگلے دن واپس آ جاتا مگر اس زمانے کے communication systems کو دیکھتے ہوئے اگر سلیمانؑ نے کوئی بندہ بھیجا بھی تھا تو وہ پچیس یا تیس سال بعد واپس آیا ہوگا یہ بتانے کیلئے کہ اے پیغمبر میں نے ایک قوم دیکھی ہے کہ سورج کی پرستش کرتی ہے۔ وہ وقت گزر گیا، سائنسز آ گئیں۔ ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے دو چار ماہ پہلے "سبائین" کی کھدائی شروع ہوئی۔ جب کھدائی شروع ہوئی اور سب سے پہلے جو ستون نکلا اس کے بارے میں میں

نے اخبار میں ایک رپورٹ پڑھی۔ That was a nation which used to worship sun. یعنی قوم سبا کا جو سب سے پہلا نشان نکلا وہ یہ تھا کہ یہ قوم سورج کی پرستش کرتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ انتظار کر رہے تھے کہ قرآن کے یہ الفاظ کب پورے ہوں: "اے بادشاہ میں نے ایک قوم دیکھی ہے جو سورج کی پرستش کرتی ہے"۔

بہت سے دانشور کہتے ہیں کہ آپ قرآن کو quote کر لیتے ہو، آپ کا دماغ خراب ہے، اتنی شاندار انسانی محنتوں کو آپ کوئی اہمیت نہیں دیتے، اُدھر سے جوں ہی ایجاد آئی آپ نے اٹھا کر قرآن میں فکس (fix) کر لی، بس اسی کام میں لگے ہوئے ہو...... مگر نظریاتی طور پر اگر آپ قرآن و حدیث کو ملا کے پڑھیں تو آپ کو عجیب و غریب حقائق کا احساس ہوگا۔ سب سے بڑی اس حقیقت کا احساس ہوتا ہے کہ نہ یہ زمین پہلی زمین ہے، نہ یہ آخری ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب لوگ جنت میں داخل کر لئے جائیں گے۔ ظاہر ہے جنت اتنی بڑی ہے جیسے میں پہلے آپ کو اس کی مثال دے چکا ہوں کہ پھر بھی جنت میں جگہ بچ جائے گی اور جب وہ جگہ بچ جائے گی تو نئے لوگ پیدا کئے جائیں گے، پھر نئے سرے سے آزمائشیں شروع ہوں گی اور پھر ان کو جنت میں داخل کیا جائیگا۔ یہ صرف ایک symbolic بات ہے جو ہمیں بتاتی ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین سات مرتبہ جنم لے گی یعنی انچاس مرتبہ یہ process ہوگا۔ اس سارے process کی مدت اس طرح نکل سکتی ہے کہ اگر ہماری کائنات کی تعمیر میں چھ ارب سال لگے تو آپ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ بیالیس یا پینتالیس ارب سال کی مدت ہے، جس میں سات زمینوں کا یہ تواتر جاری رہے گا، لوگ پرکھے جائیں گے، جنت میں بھیجے جاتے رہیں گے اور ہو سکتا ہے کہ 45 ارب سال کے بعد حساب کتاب کی آخری ساعتیں آئیں...... مگر مصنف سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ میں پہلے آپ سے کہہ چکا ہوں کہ یہ صرف میری رائے ہے مگر جب میں اپنی رائے دیتا ہوں تو یہ بے بنیاد نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک گہرے مطالعے پر بنیاد رکھتی ہے۔ میں آپ سے بھی یہی بات کہتا ہوں کہ جب آپ کا تجسس بیدار ہو اور جب آپ

قرآن وحدیث کے مطالعے میں جائیں اور غور وفکر سے جائیں تو آپ کو بھی بڑی کرشاتی باتیں نظر آئیں گی۔

اب میں اگلی بات کی طرف آتا ہوں۔ یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ Big Bang کے بارے میں قرآن میں تائید ہو گئی مگر قرآن Big Crunch کی تائید کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کا مجھ سے متفق ہونا ضروری نہیں مگر قرآن Big Crunch کی مطابقت کے ساتھ ملتا جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ قرآن کائنات کے پھیلاؤ کی بات تو کرتا ہے۔ اور بڑے سادہ سے الفاظ میں کہتا ہے کہ ”والسمآء بنینھا باید و انا لموسعون“ (ہم نے اس کائنات کو بنایا اور ہم اسے پھیلا رہے ہیں۔) یہ تو وہ کہتا ہے مگر وہ کائنات کے سکڑنے کی بات نہیں کرتا۔ اس لیے نہیں کرتا کہ قرآن ایک نئے طریقہ کار کی خبر دیتا ہے۔ ایک بڑی عجیب وغریب سی وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ پوری کائنات سے اپنے تعلق کو واضح کرتا ہے۔ اس آیت کو سمجھنے کیلئے ایک بات یاد رکھئے گا----- کائنات کا ایک بنیادی اصول ہے کہ گرم ستارے یا جتنی بھی جلنے والی چیزیں ہیں یہ اپنی حرارت lose کر رہی ہیں اور جو ٹھنڈک والی چیزیں ہیں وہ حرارت (gain) جذب کرتی ہیں اور چونکہ کائنات میں حرارت کا کوئی اور source نہیں ہے اس لئے تمام گرم چیزیں اپنی حرارت کھو رہی ہیں اور ٹھنڈی چیزیں حرارت حاصل کر رہی ہیں جب وہ ایک درجے پر آ کے برابر ہو جائیں گی تو پھر دونوں طرف حرارت (lose) خارج ہونا شروع ہو جائے گی حتیٰ کہ ایک scientific انجام اس پوری کائنات کا یہ نظر آتا ہے کہ یہ پوری کی پوری حیات ناکارہ بن جائے گی۔ یہ مکمل ناکارہ کائنات بن جائے گی کہ جس میں حرارت تمام طرف سے جذب اور اخراج (absorption & losing) بند کر دے گی کیونکہ کائنات اپنے وجود کے باہر سے کچھ نہیں لے رہی اور نہ اپنے وجود سے باہر کچھ دے رہی ہے اس لیے ایک متفق علیہ اصول یہ ہو گا کہ یہ کائنات دونوں طرف سے اپنی حرارت اور زندگی کھو دے گی اور اگر بہت آگے بڑھ کر سائنسی نکتہ نظر سے کوئی حتمی فیصلہ کیا جائے تو ایک مکمل بچارگی، مکمل موت اور مکمل یخ بستگی ہے جو

اس کائنات کا انجام ہے مگر تھوڑے سے فرق کے ساتھ------ یہ آیت آپ نے بہت دفعہ قرآن پاک میں تلاوت فرمائی ہوگی یہ بڑی عجیب و غریب ہے "اللہ نور السموت والارض ء مثل نورہٖ کمشکوۃ فیھا مصباح ء المصباح فی زجاجۃ ء الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ------ نور علی نور ء یھدی اللہ لنورہٖ من یشآء ء ویضرب اللہ الامثال للناس ء واللہ بکل شیء علیم "(35:24)(اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے جو نہ پورب کا نہ پچھم کا۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور------)اس آیت میں کچھ باتیں بڑی عجیب و غریب ہیں خاص طور پر یہ بات کہ یہ ایک ایسا چراغ ہے جس کی حرارت میں کبھی کمی نہیں آتی۔ اس کائناتی زندگی کے بارے میں ہمارا بنیادی خوف یہ ہے کہ اس کائنات کا ہر ذرہ توانائی کو خارج کر رہا ہے اور توانائی کھو رہی ہے سوائے ان بڑے بڑے ستاروں کے پھٹنے اور پھر جلنے کے ہمارے پاس اس توانائی کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ مگر ہمارا یا سائنس کا یہ خوف بے بنیاد اس طرح ہے کہ بقول قرآن اللہ یہ کہتا ہے کہ یہ جو میں پوری کائنات کو زندگی اور حرارت دے رہا ہوں اس کی بنیاد ایک ایسے چراغ کی طرح ہے جس کی حرارت اور لو کبھی ختم نہ ہوگی۔ So the idea of losing energy in the universe is anti Quran. (کائنات سے حرارت کا ختم ہو جانا ایک ایسا موجودہ سائنسی نظریہ ہے جو قرآن کے خلاف ہے۔)

ایک اور بات سنیے------ یہاں خدا نے ایک مثال دی ہے کہ اللہ اس طرح کائنات کا نور ہے کہ جیسے ایک طاقچے میں ایک چراغ جلتا ہو۔ اس کے بعد ایک آئینہ ہو اور روشنی کا ایک سلسلہ آگے چل رہا ہو اور یہ تمام روشنی جو ہمیں کائنات میں نصیب ہو رہی ہے یہ پوری کی پوری ایک source سے نکل رہی ہے اور یہ وہ source ہے جو کبھی بھی injured نہیں ہوتا اس میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔ اس لیے اس کائنات میں جتنا بھی نور ہے وہ کبھی بھی کم نہیں ہوتا اور نہ ہی زیادہ ہوتا ہے۔ جو مقدار

اللہ نے اس کی مرتب کر دی ہے وہ اسی طرح رہے گی..... مگر ایک فرق کے ساتھ جو ابھی سائنسدانوں کے سامنے واضح نہیں ہے۔

ایک بات پر غور کیجئے گا..... اس کے بارے میں ابھی حال ہی میں تجربات بھی ہو رہے تھے، اخبارات میں رپورٹس بھی آئیں کہ اگر کسی اندھیرے غار میں پروٹانوں (protons) کو انتہائی تیز رفتاری (high speed velocity) سے گزارا جائے تو کس طرح (metal) دھات کی ایک شکل بنتی ہے اور کس طرح پروٹان دھات میں ڈھلتے ہیں۔ اسی طرح یہ ایک عجیب و غریب سوال ہے کہ کس طرح اللہ کے نور سے کائنات وجود پذیر ہوئی؟ یہ کیسے ممکن ہے؟

پرانے زمانے میں لوگ الہیات پر سوال کرتے تھے۔ مادیت والے کہتے تھے کہ اگر اللہ نور ہے تو اس سے مادہ کیسے وجود میں آ گیا اور اگر مادی وجود ہے تو فنا پذیر ہے پھر اس پر نور کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ وہ بڑے بڑے arguments (دلائل) دیئے جاتے تھے حتیٰ کہ آئن سٹائن کا وہ وقت آ گیا کہ جب اس نے mathematical قوانین یا speed کے قوانین دے کر یہ ثابت کرنا شروع کر دیا کہ energy اور مادہ ایک دوسرے میں بدل سکتے ہیں یعنی کائنات میں energy مادے کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور مادہ energy میں بدل جاتا ہے مگر یہ اس پر منحصر ہے کہ آپ اسے کتنی speed سے گزار رہے ہو۔ مختصراً Theory of relativity کے تحت آپ توانائی اور اس کے تعامل کو دیکھ سکتے ہو مگر میں کچھ اور بات کہتا ہوں..... طاقچہ تو اپنی جگہ ہے، لازوال..... غیر متغیر..... ایک ایسا چراغ جس کی لو نہ اوپر ہوگی نہ نیچے ہوگی، نہ کم ہوگی، نہ زیادہ ہوگی۔ ایک مسلسل توانائی اور ایک مسلسل زندگی دینے والا اللہ..... مگر وہ نہیں، اس کے باہر (اس چراغ کے باہر) جو روشنی پھوٹ رہی ہے اس نے آگے حیات کی تخلیق کی ہے، توانائی کی شکل بھی اختیار کی ہے اور مادی وجود بھی پایا ہے۔ قرآن مجید میں اشارتاً ہے کہ نور اور وجود کے درمیان بہت سی ایسی صورتیں ہیں جن سے کوئی آگاہ نہیں، جن سے ابھی سائنسز بھی آگاہ نہیں۔ مثال کے طور پر پہلے کائنات میں کچھ بھی نہیں مانا جاتا تھا مگر اب رفتار کیلئے پلازمہ

کا وجود سامنے آیا ہے تو لگتا ایسے ہے کہ اللہ یہ واضح کرنا چاہتا ہے کہ مجھے تو کوئی اثر نہیں واقع ہوتا مگر جو صرف میرے نور کا انعکاس یا اشراق ہے اس پر کائناتوں کی زندگی منحصر ہے۔ "اللہ نور السموت والارض" کسی بھی آیت میں نور کا لفظ بذاتہٖ توانائی کے power house کیلئے استعمال نہیں ہوا کسی بھی آیت میں چاند کو جلتا ہوا چراغ نہیں کہا گیا۔ یہ بھی ایک معجزہ (miracle) ہے اس کتاب کا----- میں اللہ کا معجزہ نہیں سمجھتا، اگر آپ اللہ کو مانو تو پھر کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر اگر آپ اللہ کو نہیں بھی مانتے تو یہ اس کتاب کا معجزہ ہے کہ پوری کتاب میں سورج کو جلتا ہوا چراغ کہا گیا ہے اور چاند اس سے روشن ہوا۔ "وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجاً" (16:71) (اور کیا چاند کو ان کے درمیان روشن اور کیا سورج کو چراغ) یعنی حیران کن بات یہ ہے کہ ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے جس میں چاند کو بذاتِ خود جلتا ہوا قرار دیا گیا ہو۔ اس کے برعکس کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس میں سورج کو جلتا ہوا نہ قرار دیا گیا ہو۔ This is a major fact of cosmic interpretation مگر ایک بہت بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خداوندِ کریم آپ کی اس کائنات کا حصہ ہی نہیں بنتا وہ تو کہتا ہے کہ میں تو طاقچہ میں ہوں، مجھ سے تو ہو کر چیزیں گزر جاتی ہیں۔ اللہ نے طاقچے سے اپنی مثال دی ہے۔ ایسی ہی مثال Dinesis نے اور اس سے پہلے Platinus of Egypt نے اشراقیہ کے نام سے اپنے ایک فلسفے میں دی تھی جسے نوفلاطونی نظریہ کہتے ہیں اور بعد میں اسی اشراقی فلسفے پر غور کرتے ہوئے مولانا روم نے بھی جمادات اور نباتات وغیرہ پر اپنا فلسفہ دیا کہ جب یہ نور نیچے اترا تو اس نے مختلف صورتیں اختیار کیں اور بالآخر اس نور نے انسان کی ذہانت میں اپنے وجود کو مکمل کیا اور یہ نور مادیت میں ڈھلا ہے۔ بذاتِ خود وہ توانائی جس کے پس منظر سے یہ نور نکل رہا ہے اس کا اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس طرح وجودیت کا فلسفہ اپنی جگہ غلط ہو جاتا ہے یعنی یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ اللہ کیا ہے، کدھر ہے مگر ایک چیز جو ہمیں سمجھ میں آتی ہے کہ خدا بذاتِ خود نہیں بلکہ اس کا پیدا کردہ زمین و آسمان کا نور ہی اس پورے وجود کا خالق ہے مگر نور اور وجود کے درمیان کتنی صورتیں توانائی

اور energy کی ایسی ہیں جو ہم میں سے کسی کے علم میں نہیں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ آنے والی صدیوں میں انسان کو توانائی اور مادے کے درمیان موجود صورتوں کو سمجھنے کیلئے بے تحاشا محنت کرنی پڑے۔

میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ اللہ cosmic crunch (کائنات کے سکڑاؤ) کو بالکل accept نہیں کرتا یا میرے نزدیک نہیں کرتا۔ معاف کیجیے گا ----- میں خدا کی طرف سے کلام کرنے والا نہیں ہوں مگر میرا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بڑا آسان بنا دے گا۔ قیامت کو تو وہ بہت بڑا عمل قرار دیتا ہے مگر اس پوری کائنات کو سمیٹنا اس کیلئے بہت آسان ہے۔ چندرا شیکھرا نے اپنے thesis میں کہا کہ یہ پوری کائنات سمٹتے سمٹتے واپس اسی جگہ پر آ جائے گی جہاں سے یہ شروع ہوئی تھی تو cosmologist یہ سوچ کر خوف زدہ ہو گئے کہ اتنا بڑا mass دوبارہ سمٹے گا -----؟ یہ سمٹ کر جائے گا کہاں -----؟ آخر یہ کتنا بڑا گولہ ہو گا تو انہوں نے اس کا حل یہ نکالا کہ اس کا انکار کر دیا کہ یہ کسی mass میں نہیں ڈھلے گا اس کے بجائے انہوں نے اُرے ہی اس کی ایک مدت متعین کر لی اور ایک حد مقرر کر لی کہ یہاں آ کر یہ contraction (سکڑاؤ) رک جائے گا۔ قرآن کی یہ دو آیات cosmic reality کو سمجھنے کیلئے بہت اہم ہیں۔ ایک وہ جس میں اللہ کے نور کی مثال کو چراغ سے واضح کیا گیا ہے اور دوسری آیت "اللہ نور السمٰوٰت والارض" ان دونوں آیات کو ملا کر دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ کائنات درمیان میں آ کر سکڑے گی۔ اسکا کوئی تعلق آج تک کے سائنسی نظریات سے نہیں ہے۔ آپ کو بتا دوں کہ قرآن ایک vision ہے جو بہت بڑا ہے۔ ----- شاید مستقبل میں بھی سائنسدان اس حقیقت تک پہنچ جائیں کہ خدا کے نزدیک چیزیں slow نہیں ہوں گی۔ اصولاً اس بکھرتی ہوئی کائنات کو سست ہونا چاہیئے کیونکہ جب Big Bang کا وہ جھٹکا ختم ہو گا تو اصولاً چیزوں کو سست رفتار ہو کے واپس پلٹنا چاہیئے مگر اس عظیم قدرت والے رب کی نظر میں ایسا نہیں ہے بلکہ ایسا لگتا ہے کہ جیسے خدا نے کوئی ایسا بندوبست کیا ہوا ہے کہ بیچ میں آ کر اسے کوئی push ملے گی اور چیزیں مزید تیز رفتار ہونا

شروع ہو جائیں گی۔ برطانیہ میں کچھ تجربات ہوئے جس سے پتا چلا کہ ایسا حقیقتاً ہو رہا ہے کہ چیزیں اور تیز بھاگنا شروع ہو گئی ہیں۔ "اللہ نور السمٰوٰت والارض" میں ایک نئی حقیقت ہمارے سامنے آ رہی ہے کہ Relativity is not the last speed کیونکہ روشنی کی موجودہ رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے اس سے بھی کئی گنا زیادہ تیز رفتاری سے چیزیں اپنے مرکز سے بھاگنے کو تیار ہیں اور اتنی زیادہ pushes ہیں کہ بالآخر کائنات کی ہر چیز بھاگتے بھاگتے اپنا وجود کھو بیٹھے گی۔ ہم تھوڑا سا بھاگتے ہیں تو تھوڑا وزن تو کم ہوتا ہی ہے..... تو یوں سمجھئے کہ جب کائناتی وجود بھاگیں گے، بہت تیز بھاگیں گے تو یہ اتنی گہری dieting ہو جائے گی کہ بالآخر یہ اپنے وجود کے ہر ذرے کو کھو بیٹھیں گے اور پھر وہی توانائی کا ایک بھرپور سمندر ہوگا۔ اس کے بکھرنے پر جو اللہ نے قرآن کی آیت بیان کی ہے وہ بڑی ہی عجیب ہے۔ وہ میں آپ کو سناتا ہوں: "یوم نطوی السماءِ کطیّ السجل للکتب....." (104:21) (جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے کاغذوں کا طومار لپیٹا جاتا) ایسے جیسے کوئی جلدی سے اٹھتا ہوا طالب علم کام ختم کر کے بکھرے ہوئے کاغذوں کا ڈھیر جلدی جلدی سمیٹ لے..... اسی طرح کائنات کے خاتمے کو اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی خوبصورتی سے اس انداز میں بیان کیا ہے کہ جب ہم ختم کرنا چاہیں گے..... اور خواتین و حضرات! بیچ میں ایک چھوٹا سا نقطہ یہ ہے کہ "فنا کہیں نہیں ہے"..... آپ کی زمین کی فنا ایک local فنا ہے۔ اس کا اُس فنا سے کوئی تعلق نہیں ہے جو خدا قرآن میں کہتا ہے کہ "کل من علیھا فان" اس کا اور واسطہ ہے۔ یہ ایک چھوٹی کائنات کی فنا ہے جس میں خدا کہتا ہے کہ ہم اس زمین کو کسی دوسری زمین سے بدل دیں گے۔ یہ زمین کسی دوسری زمین سے بدلی جائے گی۔ شاید پیچھے پھر کوئی مخلوق تیار ہو رہی ہو۔

؎ مرا را کاش کہ مادر نہ زادے
(اے کاش کہ مجھے ماں نہ جنتی)

اور مجھے حساب کتاب سے نہ گزرنا پڑتا، مجھے اس accountability سے نہ گزرنا پڑتا مگر لگتا

ہے کہ جس کا نام لوحِ محفوظ پر درج ہو گیا تو اس کی جان بچنا محال ہے مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کائنات کا مکمل cosmological end یا **"کل من علیہا فان"** کی طرز پر اللہ کے نزدیک کچھ اور ہے کہ یہ کائنات بھاگتے بھاگتے اپنا وجود کھو دے گی اور توانائی کا ایک بیکراں سمندر پیچھے رہ جائے گا جسے خدا اپنے وجود میں سمیٹ لے گا جیسے کوئی جلدی سے اٹھتا ہوا طالبِ علم اپنی کتابوں کے انبار سمیٹ لیتا ہے------

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

مجسم خدا کا تصور

سوال: آپ نے لیکچر میں اللہ کے ہاتھ اور بازو وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ کیا اس سے مجسم خدا کا تصور ذہن میں نہیں آتا؟

جواب: میں آپ سے ایک سوال پوچھوں گا کہ اگر وہ مجسم ہو جائے تو اسے روکا کیسے جا سکتا ہے......؟ اگر وہ خود اپنے ہاتھوں اور پاؤں وغیرہ کا ذکر کرے تو ہم اس پر کیا کہہ سکتے ہیں جیسے اس نے کہا: "**والسمآء بنینھا باید**" (میں نے آسمانوں کو اپنے زور بازو سے بنایا) اسی طرح اس نے شیطان سے کہا کہ تو اس انسان کی مخالفت کر رہا ہے جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ قیامت کے دن جب میری ساق (پنڈلی) کھولی جائے گی۔ وہ اپنے آپ کو سمیع کہتا ہے اور بصیر کہتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وجود کا جو تصور ہمارے لئے ہے وہی اس کا ہو جیسے ہمارے لئے زمینی یا خاکی وجود کا تصور ہے۔ اللہ اپنے وجود کا جو تصور رکھتا ہوگا وہی جانتا ہے کہ وہ کیسا تصور ہوگا۔ اس لئے میرا خیال یہ ہے کہ وجود ہو یا خیال ہو، تصور ہو یا سراب ہو یہ سب اسی کو suit کرتا ہے کہ وہ کیسے چیزوں کو دیکھتا ہے۔

عشاء کی سترہ رکعتیں

سوال: میرا سوال یہ ہے کہ عشاء کی ۱۷ رکعتیں جو سکول کی کتابوں میں درج ہیں یہ کس نے اور کیوں شامل کی ہیں جبکہ فرض، سنت اور نوافل کی الگ الگ اہمیت ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی عبادت آپ کی تنگی اور مشکل کیلئے نہیں رکھی بلکہ وہ کہتا ہے: "**ما انزلنا علیک القرآن لتشقی**" (ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا) آپ نوافل کی بات کرتے ہو جبکہ میں آپ سے ایک سیدھی سی بات کرتا ہوں کہ جب سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ میں فرق کر دیا گیا ہے، جب سنتِ مؤکدہ کا ترک بھی آپ کیلئے قابلِ مؤاخذہ نہیں تو نوافل تو اور

نیچے چلے جائیں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب آپ original نماز تک چلے جاؤ تو وہ صرف دو رکعت ہے اسی لئے 'سفر' یا 'خوف' میں نماز اپنی اصلی حالت کو چلی جاتی ہے۔ "کل یرجعوا الی اصل" (ہر چیز اپنے اصل کو لوٹ جاتی ہے۔) شروع میں صرف دو رکعت نماز تھی اور اب بھی جب crisis کے حالات ہوں تو نماز اپنی اصل حالت کو واپس چلی جاتی ہے یعنی دو رکعت...... مگر جوں جوں اسلامی تہذیب آگے بڑھی اور عبادات میں ثبوت و استحکام ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے جیسے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ اے عائشہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں...... پھر نماز میں سنتیں بھی شامل ہوئیں، نوافل بھی شامل ہوئے۔ اب بھی approach تو وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تھی کہ اگر آپ کو شوق ہے، استحکام حاصل ہے، خدا کو منانا ضروری ہے اور اگر آپ پورے اطمینان سے سنتیں اور نوافل بھی ادا کر لو تو ماشاءاللہ قرب پروردگار کی اس سے بڑی اور کیا علامت و آرزو ہو گی مگر اگر جی نہیں چاہتا تو فرض سے چھٹکارہ نہیں ہے۔ اگر آپ رسول اکرم ﷺ کی بات کرتے ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: "الصلوۃ قرۃ عینی" (نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے) ہو سکتا ہے کہ آپ کیلئے ایسا نہ ہو۔ آپ نے بھاگ دوڑ میں، افراتفری میں نماز پڑھنی ہوتی ہے یا اگر آپ یکسوئی سے نہ پڑھ سکیں تو پورے قرآن میں نماز کے بارے میں ایک حکمت یہ ہے کہ اللہ نے نماز کو صرف اقامت کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ آپ کو اس پر غور کرنا چاہئے کہ اللہ نے نماز سے کچھ demand نہیں کیا بلکہ اس بات پر زور دیا ہے کہ اس کو قائم کرو...... اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ تو کہا ہی نہیں جا سکتا کہ آدمی سات دنوں کی نماز ایک ہی mood سے پڑھے گا۔ آدمی ایک دن کی نماز بھی اسی mood سے نہیں پڑھ سکتا۔ آپ فجر اور ظہر کو ایک طرح سے نہیں پڑھ سکتے، عصر اور طرح سے پڑھو گے، مغرب کسی اور mood سے پڑھو گے، ہر نماز کے وقت سستی، الجھن، مسائل، ذہنی یکسوئی بالکل مختلف ہوتے ہیں اور اگر آپ یہ کوشش کرو کہ آپ خشوع و خضوع سے ساری نمازیں پڑھو تو پھر آپ ایک بھی نہیں پڑھ سکتے اس لئے اللہ نے اس میں زیادہ

internal دباؤ نہیں دیا بلکہ صرف اقامت پر زور دیا ہے کہ نماز کو قائم کرو کہ...... ''اگر پانچ وقت دست بستہ آ کر میرے حضور کھڑے بھی ہو گئے تو میں بہت ساری عنایات کرنے والا ہوں''......

اللہ کا اپنے قائم کردہ قوانین سے violation

سوال: آپ نے اپنے لیکچر میں کہا کہ پانچ ہزار فرشتوں نے مسلمانوں کی مدد کی اور زکریاؑ کی بیوی کے بارے میں کہا گیا کہ وہ طبعی عمر سے تو کراس کر چکی ہیں مگر ان کے بچہ ہوگا۔ دوسری طرف سے دیکھا جائے تو آپ کے لیکچر کے مطابق psyshic laws (طبعی قوانین) قرآن سے ظاہر ہوتے ہیں اور وہ کائنات کو run کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف قرآن خود یا اللہ خود ان قوانین کو violate کر رہا ہے تو یہ violation (خلاف ورزی) کیوں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی applications ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ آج تمام مسلم امۃ اس violation کی منتظر ہے کہ پانچ ہزار کے بجائے پانچ لاکھ فرشتے کیوں نہیں آ رہے۔ یا تسبیحوں سے drones نیچے کیوں نہیں گر رہے......

جواب: آپ مجھے حکم کریں تو میں drones کو گرا دیتا ہوں مگر مجھے اس میں کوئی interest نہیں ہے...... میں نے اپنے لیکچر میں کہا تھا کہ قرآنِ حکیم کتابِ علم ہے اور rules مرتب کرتا ہے مگر جب خدا execution (تعمیل) کی طرف آتا ہے تو اس کے ارادے قدرت اور کلام کے درمیان جو execution کا area ہے اسے ہم سائنسز کا نام دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خدا کہتا ہے کہ یہ سارے قوانین جو میں نے بنائے ہیں یہ مختلف کیفیتوں پر بنائے ہیں مگر یہ میرے اس اختیار پر ضرب نہیں لگاتے جو اس ضمن میں ہے کہ ''ان ربی یفعل ما یشاء'' (بے شک میرا ربّ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔) اور یہ نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی رضا کا پابند ہے بلکہ بندے اللہ کی رضا کے پابند ہیں اور وہ جب چاہے لوحِ محفوظ میں تصرف کے قائل ہے جیسے میں نے آپ کو زمین کی مثال دی کہ ہر چیز ہونے کے باوجود اللہ زمین کی عمر پانچ سو برس مزید بڑھا دیتا ہے اور

پندرہ اور نسلیں پیدا کر کے ان کے اسباب بھی مہیا کر سکتا ہے تو کوئی انسان اللہ پہ یہ شرط لاگو نہیں کر سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ نے بار بار یہی کہا ہے کہ تم مجھے نہیں کھلاتے بلکہ میں تمہیں کھلاتا ہوں، تم مجھے نہیں مارتے بلکہ میں تمہیں مارتا ہوں۔ یہاں اللہ نے اپنے خدا ہونے کو بھی قائم کیا ہوا ہے۔ اللہ بہت مہربان ہے، سچ پوچھو تو آپ پر تو سرے سے سختی کرتا ہی نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر میں اپنے laws پر جاؤں تو تم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے۔ وہاں بھی تو ہم اس کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں جہاں اس نے اپنی رحمت کا ذکر کیا کہ: "وکتب علی نفسہ رحمۃ" اس نے کہا کہ میں اتنا مہربان، اتنا رحیم و کریم ہوں اور اپنے رسول ﷺ کے بارے میں کہا: جب کسی نے پوچھا کہ اللہ عذاب کیوں نہیں کرتا تو اللہ نے قرآن میں کہا کہ اے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں کیسے ان پر عذاب کر سکتا ہوں۔ آپ غور کرو کہ وہ اللہ جو اتنا رحیم و کریم ہے کہ اپنے مہربان بندے کی موجودگی میں لوگوں پر عذاب ٹالے رکھتا ہے تو اس پر آپ الزام نہیں ڈال سکتے کہ وہ کیوں نہیں ایسا کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ اچھا اگر میں سارے قوانین اسی طرح لاگو کروں تو پھر تم بچ کر کہاں جاؤ گے۔ میرا خیال ہے کہ اس میں بھی اللہ کی پناہ ہے۔ He has catagorically created life and laws and he does not interfere much in it. مگر جو اسے پسند آجائے، جو اس کا منظور نظر ہو جائے، جس کو وہ چاہ بیٹھے تو پھر اس کی اپنی ایک exceptional (استثنائی) حیثیت بھی تو ہوتی ہے نا ----- All mircale or karamat is born out of this liking. -----تمام معجزات اور کرامت اسی چاہت سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ violation نہیں بلکہ تصرف ہوتا ہے۔ violation اور تصرف میں بہت فرق ہوتا ہے۔ violation کا مطلب ہے کہ کوئی مجرم یا culprit ہے جو قانون کو توڑتا ہے۔ اس case میں قانون ساز اپنے قانون کی ماہیت بدل دیتا ہے۔ وہ مالک ہے، مختار ہے، کریم ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ کل کو وہ خود ہی اعلان کر دے کہ جو کچھ میں پہلے کر رہا تھا غلط ہے ----- چلو! سارے جہنم میں جاؤ! چھٹی کرو -----! تو وہ تب بھی ٹھیک ہوگا اور یہ

violation نہیں ہوگا۔ یہ اسکی طاقتوں کا تصرف اور اپنے قوانین پر اس کی حکومت کا نام ہے۔۔۔۔۔ اللہ اللہ ہے۔۔۔۔۔ کوئی اسے کیا کہہ سکتا ہے۔

وحدت الوجود و شہود

سوال: آپ منصور حلاج کے وحدت الوجود اور مجدد الف ثانی کے وحدت الشہود کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

جواب: میں ان دونوں سے متفق نہیں ہوں کیونکہ منصور کا معاملہ تو بہت مشکوک ہے۔ یہ ہماری فطرت ہے کہ ہم ہر مظلوم کو ہیرو بنا لیتے ہیں۔ ان میں منصور بھی ہے مگر اگر منصور کی تعلیم دیکھی جائے، اگر مذہب اور زندگی کے بارے میں اس کی سوچ دیکھی جائے تو کسی catagory میں بھی نہ وہ تصوف میں شمار ہوتا ہے اور نہ ہی وہ انجذاب کی کیفیتوں میں ہے۔ اگرچہ میرے استاد محترم علی بن عثمان ہجویریؒ اس کے بارے میں ہمدردانہ رویہ رکھتے ہیں مگر میرا ایسا خیال نہیں ہے۔ استاد اور شاگرد میں بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ ہم اس بارے میں زیادہ واضح ثبوت رکھتے ہیں کہ ہم منصور حلاج کو کسی تصوف کی catagory میں نہیں رکھ سکتے۔

شیخ مجدد الف ثانی کے بارے میں آپ نے پوچھا ہے۔۔۔۔۔ میں تو ان کے اس idea کے ساتھ کسی قیمت پر بھی مصالحت نہیں کر سکتا کہ شیخ مجدد نے ایک قول دیا: "کسی نبی کا ایک ہزار سال کے بعد اس کی امت کے کسی بندے کی وجہ سے دوبارہ احمدیت پورا ہوا اور وہ میں ہوں"۔ شیخ مجدد کا یہ قول انتہائی مشکوک اور ناقص ہے چہ جائیکہ اسے mystic مانا جائے یا اسے اعلیٰ ترین بزرگوں میں رکھا جائے۔ اصل میں اگر شیخ مجدد نہ ہوتے تو مرزا غلام احمد بھی نہ ہوتے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ انہی کے نظریہ 'مجددیت' سے آگے بڑھتے ہوئے 'تجدید' اور 'مجددیت' کی وجہ سے مرزا صاحب نے بھی دعویٰ احمدیت کیا تھا۔ ہمارے برصغیر کے بہت سارے علماء ایسے ہیں کہ جن کا اگر آپ technically جائزہ لیں تو They have been playing very dangerously with the faith. They were just gaming with the faith. اور ایسی بھی بات نہیں ہے کہ وہ کوئی بہت بڑے ذہین لوگ تھے کہ ہم ان کے تقدسِ خیال سے مرعوب ہو جائیں مگر ان کے کچھ دعاوی اور کچھ باتیں ایسی ہیں کہ اگر ان کو مان لیا جائے تو میرا خیال ہے کہ ہمارا اپنا مذہب خاصا مشکوک ہو جاتا ہے۔

شیخ ابن عربی اور وحدت الوجود

سوال: وحدت الوجود کے فلسفے کے بانی تو شیخ ابن عربی ہیں۔ ان کے بارے میں کسی عالم نے اچھی رائے نہیں دی مگر آپ کی رائے ان کے بارے میں اچھی ہے۔ اس کی وضاحت کریں......

جواب: بھئی آپ کو کس نے میری رائے بتائی، میری رائے بھی ان کے بارے میں بہتر نہیں ہے مگر اس سے یہ ضروری نہیں ہے کہ میں ان کو کبھی quote نہ کروں۔ اب مغرب میں بھی بہت بڑے دانشور بستے ہیں تو ہم ان کو یا ان کے عقلی level کو discard نہیں کر سکتے۔ شیخ شہابؒ نے ابنِ عربی کے بارے میں ایک رائے دی تھی۔ شیخ شہابؒ کی رائے ایک قسم کی میری رائے ہے۔ انہوں نے غیبت نہیں کی، شکایت نہیں کی مگر انہوں نے بڑے سلیقے سے یہ کہا کہ وہ صاحبِ اسرار ہے۔ جب شیخ شہاب سہروردیؒ اس سے ملنے گئے اور ان کی آپس میں باتیں ہوئیں تو انہوں نے اس کے بارے میں یہ کہا کہ وہ صاحبِ اسرار ہے جبکہ شیخ عربی نے شیخ شہاب کے بارے میں جو باتیں کیں وہ شیخ شہاب کی نیکی کو confirm کرتی ہیں مگر شیخ شہاب نے ان کے بارے میں جو باتیں کیں وہ محی الدین عربی کو doubtful کر دیتی ہیں یعنی He talks of secret things جیسے وہ الجھی الجھی باتیں کرتا ہے یا pithical----- آج اگر کوئی شخص ابنِ عربی کا مطالعہ کرے تو وہ بھی کہے گا کہ He talks in pithical. یعنی وہ مشکل اور مغلق باتیں کرتا ہے۔

اگر اس صورت کو دیکھا جائے تو ہمیں لوگوں سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں ہوتی مثال کے طور پر میں ایک subject کے بارے میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ ابنِ عربی نے ایک subject کو بہت عجیب و غریب کر کے پیش کیا۔ اس سلسلے میں سارے عالمِ اسلام نے ان کو شیخ اکبر کہا۔ اس

کو انہوں نے فصوص' میں پیش کیا اور فتوحات مکیہ' میں پیش کیا اور ان کو پڑھ کر ان میں سے کسی کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ یعنی ابنِ عربی پر جو سب سے بڑی تنقید ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اتنا مشکل ہے اور اتنی پیچیدگی سے بات کرتا ہے کہ اصل بات کو کھو دیتا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو یہی بات لوگوں نے نوسٹرڈیمس' کے بارے میں کی کہ ہو سکتا ہے کہ اس کے خواب سچے ہوں، ہو سکتا ہے کہ اس کی پیشین گوئیاں سچی ہوں مگر اس نے quatrain میں اس طرح ان کو پیش کیا ہے کہ ان کو confuse کر دیا ہے مگر ایک ہزار سال کے بعد جب میں نے اسی subject پر کام کیا۔ جس پر ابن عربی نے کیا تھا اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی مجھ سے اس subject کے بارے میں پوچھے جس کے بارے میں مجھے تھوڑی بہت آگہی ہے تو میں یہ کہوں گا کہ میں اس subject کے بارے میں کچھ scientific rules رکھتا ہوں جو کسی کو بھی بتائے جا سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پرانے زمانے میں جو علوم تھے ان کی آگہی کا باعث زیادہ تر کم فہمی تھی۔ ہر دانشور نے ہی علمیت وقابلیت کے بڑے بڑے دعوے کیے جیسے شیخ وہاب اشعریؒ نے کہا کہ میں یہ گمان کرتا ہوں کہ دنیا کا آخری بڑا عالم میں ہی ہوں۔ سب عالموں نے کوئی نہ کوئی دعویٰ تو ہماری میراث میں چھوڑا ہی ہے تا------ اب رہ گئے ہم تو ہم میں سے بھی بہت سے دعوے دار ہیں، کسی نے اپنے آپ کو امیرِ وقت کہا، کسی نے شیخ الاسلام کہا اور کسی نے نبوت کا دعویٰ ہی ٹھونک دیا------ یہ تو ہماری بھی عادت ہے، برصغیر میں ہر عالم ہی کسی نہ کسی دعوے کا شکار ہے------ میں بھی ایک چھوٹا سا دعویٰ کر دیتا ہوں------ کیونکہ میں نے بھی اسی subject کو touch کیا ہے۔ جس کو ابن عربی نے کیا تھا۔ جب میں ابنِ عربی کے حوالے سے اس subject کو دیکھتا ہوں تو وہاں مجھے کوئی اصول نہیں ملتا اور جب میں اپنے ہاں اس subject کو دیکھتا ہوں تو میں اس کے اصول مرتب کر لیتا ہوں یعنی I'm a little less confused than Sheikh-i-Arabi.(میں شیخ عربی کے مقابلے میں کم الجھاؤ میں ہوں)

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے فلسفہ میں ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ وجود کے

پورے تصور میں جو سب سے بڑی غلطی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم خدا کا ایک جزو لاینفک ہیں بلکہ اگر وجود کو مختصراً پیش کیا جائے تو ایک بہت بڑے ہندو عالم (وہ تھے تو مسلمان مگر ہندوؤں نے ان کو ہندو بنا لیا) منو نے اس کی وضاحت ایک مثال سے پیش کی -----: 'منو' نے 'سمرتی' میں اپنے بیٹے کو درس دیا۔ جب اس نے پوچھا کہ شیوا، وشنو اور برہما کیا ہیں۔ 'منو' کو نوحؑ کے ساتھ مماثل سمجھا جاتا ہے اور اگر منو سے اس کے بیٹے نے پوچھا تو وہ شیوا، وشنو اور برہما کو علیحدہ خداؤں کی حیثیت سے نہیں پوج سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے 'منو' سے پوچھا ہو کہ یہ صفات کیا ہیں جو شیوا، وشنو اور برہما کی ہیں۔ کیا یہ علیحدہ صفات ہیں یا اسی خدا کا حصہ ہیں۔ جس کو ہم مانتے ہیں تو 'منو' نے کہا: بیٹے تم لگن میں پانی لے کر آؤ اور اس پانی میں نمک ملا کر لاؤ۔ 'منو' نے اس سے پوچھا کہ بتا اس پانی میں نمک کہاں ہے۔ اس کے بیٹے نے کہا: "ابا تمام جگہ نمک ہے۔ ایسی تو کوئی جگہ نہیں ہے جہاں نمک نہ ہو"۔ اس نے کہا کہ اچھا بیٹے اب وہ جگہ بتا جہاں نمک نہیں ہے۔ اس نے کہا: "ابا ایسی بھی کوئی جگہ نہیں جہاں نمک نہیں ہے"۔ 'منو' نے کہا: "بیٹا اسی طرح مخلوق میں تو اس وجودِ عالی کو locate نہیں کر سکتا، نہ ہی خارج کر سکتا ہے"۔ یہ وحدتِ وجود ہے۔ یعنی اللہ کو تم اس کی تخلیقات میں سے معدوم نہیں کر سکتے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ یہاں ہے۔ پورے کا پورا وحدتِ وجود کا جو فلسفہ ہے وہ One in many, many in one میں ہے۔ یعنی کہ ایک وجود اپنے انعکاس میں یا اپنے انعطاف میں یا اپنی اشیاء میں ورود کرتا ہے اور وہ ہر چیز میں موجود ہوتا ہے -----مگر دراصل یہ صرف باتیں ہوتی ہیں۔ یہ باتیں اس لئے ہوتی ہیں کہ intellectual level پر faith کو convey کرنے کیلئے اگر کوئی آپ پر اعتراض کرتا ہے تو آپ اس طرح کے دلائل دیتے ہو۔ If you want me to tell you I don't believe in this sense. میں آپ کو صاف گوئی سے بتاؤں کہ مجھے اس بات پر بالکل یقین نہیں ہے کیونکہ مجھے یہ پتا ہے کہ اگر آپ یہ کہو کہ میں خدا کے نور کا حصہ ہوں تو سوال یہ ہے کہ کس نور کا حصہ ہوں؟ کیونکہ خدا ایک نور کا نہیں بنا ہوا اور نور خدا کا ہے ہی نہیں۔ یہ تو اس کے حجابات ہیں جیسے

رسول اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ: "اللہ کے ایک لاکھ چوالیس ہزار حجابات ہیں۔ ان میں ستر ہزار حجاب نوری اور ستر ہزار حجاب ناری ہیں"۔ ہمیں لے دے کے کچھ انوار کا علم ہے: Electrica, gamma rays, Alfa rays and Beta rays and more. وغیرہ مگر جس خدا کے ستر ہزار حجاب نوری و ناری ہوں تو آپ کیسے سمجھ سکتے ہو کہ آپ اس کے کس نور کا حصہ ہو......نوری اور ناری کا مطلب یہ ہے کہ جو وجود ایک لاکھ چالیس ہزار شعاعی لہروں کے پیچھے پوشیدہ ہے یا ان کے اندر موجود ہے اس کو آپ کیا کہیں گے کہ ہم اس کے کس نور کے بنے ہوئے ہیں؟ ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ اس کے تخلیقی نور کا ہم بھی ایک حصہ ہیں۔ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ حیات کے ایک نقطۂ اوّل سے یا ایک وجہ تخلیق ہمارا سب کے ساتھ برابر ہے جیسے اللہ کہتا ہے کہ تم شروع میں ایک نقطہ یا نطفۂ واحد تھے پھر میں نے تمہیں مخلوط کیا، بکھیرا اور پھیلایا، پھر تمہیں عقل دی اور روشنی دی۔ یہ بات تو ہم مان سکتے ہیں مگر اس کے علاوہ اس سے زیادہ ہم کوئی گستاخی و خیال روا نہیں رکھ سکتے کیونکہ یہ تصور آگے کہیں نہیں بڑھتا۔ آپ اگر سب سے پہلے پیدا ہونے والے درخت تک چلے جاؤ تو آپ مشکل میں پڑ جاؤ گے اور پوری دنیا اس کے علاوہ ہے، پہلا بادام کہاں سے آ گیا یہ آپ کو نہیں معلوم۔ یہ سائنس ہے، یہ خیال نہیں ہے...... جب آپ original basis پر جاتے ہو تو آپ کو پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ ساری کی ساری چیزیں کیسے آ گئیں۔ یہ genetic strength جس نے سموئی ہے اس کے احکامات ایک ایک کر کے آپ کے gene میں آئے ہیں خواہ وہ جانور کا ہے، خواہ حیاتیات کا ہے، نباتات کا ہے یا جس کا بھی ہے......یہ process مختلف ہے۔ اس میں وجود اور شہود کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بس ہمارے لئے سیدھی سادی سی بندگی لازم ہے۔ اپنے اندر یہ احساس لازماً رکھیں کہ آپ صرف ایک انسان ہیں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ آپ کتنے بھی عقل کے حامل ہوں مگر یہ عقل خدا کے ساتھ یا اس کے طفیل حرکت کرتی ہے کسی اور چیز کے ساتھ نہیں۔ میں تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ میں تو ایک مایوس آدمی ہوں، میں تو ایک بیکار، حسرت و یاس کا مارا ہوا انسان ہوں، مجھے تو

سمجھ نہیں آتی کہ اس ساٹھ ستر سال کی زندگی کا کیا فائدہ...... میں پیدا ہوا تو موت کا خوف لے کر...... میرے تو وجود میں موت سب سے بڑے شعور کی صورت میں موجود ہے۔ پھر اگر میں نے زمین میں پیدا ہو کر ساٹھ ستر سال میں مرنا ہے تو پھر کس چیز کو میں اپنی نجات کا باعث گن سکتا ہوں......؟ وہ کون سے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ کوئی کتاب لکھ جاؤ پیچھے یاد رہ جائے گی؟! اگر کوئی مر جاتا ہے تو اس کے پیچھے اسکی شاعری اسکے کس کام کی ہے......؟ یا اگر لوگ اس کی یاد میں ایک session منعقد کر دیں گے تو اس کو کیا فائدہ......؟ اس کو فائدہ تو تب ہوگا جب یہ ساری چیزیں اسکو پہنچیں گی...... اس لئے زندگی میں صرف ایک چیز سے امید قائم ہے اور وہ "اللہ" ہے...... وہ آپ کو وعدہ دیتا ہے کہ میں تمہیں دوبارہ زندہ اٹھاؤں گا، وہ وعدہ دیتا ہے کہ میں تمہیں دائمی زندگی دوں گا...... وہ وعدہ دیتا ہے کہ میں نے آپ کو جنت دینی ہے...... وہ آپ کو بخشش کا وعدہ دیتا ہے۔ اس کے علاوہ تو زندگی میں اور کوئی امید نہیں ہے اور اسی کو اگر ہم چھوڑ جائیں گے تو پھر پیچھے کیا رہ جائے گا۔

شیطان اور انسان کا جھگڑا

سوال: شیطان نے تو بارگاہِ الٰہی میں اسے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور انسان کے ساتھ شیطان کا کس بنیاد پر جھگڑا شروع ہوا؟

جواب: ماننے یا نہ ماننے کا اختیار تو شاید سب کو ہی ہے۔ ایک اختیار میں صرف ماننا شرط تھا اور دوسرے اختیار میں ان کو اقتدار دینا شرط تھا۔ اگر آپ قرآنِ حکیم پڑھیں تو اس اختیار کی جنگ میں شیطان مارا گیا۔ اس وقت ماننے یا نہ ماننے کا کوئی جواز نہیں تھا کیونکہ شیطان، ملائکہ اور آدم خدا کو براہِ راست دیکھ چکے تھے اور وہ ہماری طرح تو نہیں تھے۔ شیاطین کو جس طرح اپنے آباؤ اجداد کے vision پر اعتماد ہے ہمیں اس طرح شاید اتنا نہیں ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ دونوں communities شیاطین اور انسان عبادت اور اس اختیار کیلئے تخلیق کئے گئے تھے۔ "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" یہ دونوں communities جن کو ہم ثقلین میں سے

سمجھتے ہیں، زمین کا تعلق یہ دونوں قومیں ہیں مگر دونوں کے درمیان اصل میچ جاننے یا نہ جاننے کی وجہ سے نہیں پڑا، بلکہ یہ تو عقل کا سوال ہے۔ شیطان اور انسان کا match جو ہے وہ خلافتِ ارضی پر پڑا اور علم پر ختم ہو گیا۔ "واذ قال ربک للملئکۃ" اور جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: تو "انی جاعل فی الارض خلیفۃ" میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں وہ بولے کیا تو ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا "قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء" اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری پاکی بولتے ہیں۔ " ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک" یہاں ابلیس ملائکہ میں شامل تھا اور اس کو جو پارٹی بنایا گیا ہے وہ جن کے طور پر نہیں بنایا گیا بلکہ اسے ملائکہ میں شامل رکھا گیا اور ملائکہ نے جب اقرار کیا تو جن بھی اس میں شامل تھے۔ جب ان سب نے مل کر کہا: "قالو سبحنک لا علمنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم" (ہمیں کچھ پتہ نہیں ہمیں تو صرف اتنا پتا ہے جتنا تو ہمیں feed کرتا ہے) جب یہ match ختم ہوتا ہے تو پھر اللہ کہتا ہے "واذ قلنا للملئکۃ اسجدو لا دم......" (اب تم پر فرض ہے کہ تم آدم کو سجدہ کرو) اس سجدے کے بارے میں اللہ کا حکم یہ تھا کہ یہ تعظیم ہے فرائض کی وجہ سے نہیں ہے۔ یہ اس علم کی وجہ سے تھا جو آدم کے وجود سے تمام مخلوقات پر قائم ہوا اور جس کی وجہ سے وہ "خلیفۃ اللہ فی الارض" مقرر ہوا اس لئے شیطان سے ہمارا جھگڑا یقین اور faith کا نہیں ہے۔ شیطان تو ابھی زندہ ہے اور ہم مر چکے ہیں۔ ہمارے پتا نہیں کتنے حصے پہلے مر چکے ہیں۔ وہ تو اللہ کو دیکھ چکا ہے تو پھر کیسے وہ اس یقین سے اختلاف کر سکتا ہے کہ اللہ ہے۔ ہمیں ہی یہ یقین نہیں ہے۔ ہم میں ہی شکوک موجود ہیں، ہم شبہ کرتے ہیں، شیطان تو بالکل شبہ نہیں کرتا۔ اگر آپ قرآن کو دیکھیں تو اس میں شیطان بار بار ایک ہی بات کہتا ہے، جب کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ یہی بات کہتا ہے جاؤ تمہارا برا ہو۔ "انیّ اخاف اللہ رب العلمین" (16:59) وہ تو بڑا خبیث ہے۔ خود سب کچھ جانتا ہے اور ڈرتا ہے۔ صرف ہمیں پھنساتا ہے۔

مذہب اور الحاد

اَعُوذُ بِاللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ ۔ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ۔

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِک وَسَلِّمۡ

Denial of God (انکارِ خدا) اور اللہ کا وجود یوں تو مدتوں سے بحث میں رہا ہے۔۔۔۔۔ مگر جب بھی انسان نے اس تمدنِ دنیا میں آنکھ کھولی اپنے آپ کو تنہا پایا، زمین و آسمان میں کسی اور وجود کو اپنا مقابل نہ پایا۔ اس نے زمین پر سترہ لاکھ مخلوق کو اپنی غلامی میں دیکھا اور ایک natural سا، egoistic self اُس میں پیدا ہوا۔ ایک ایسا وجود جس نے اپنے آپ کو بہت بڑے طنطنے اور بادشاہت میں دیکھا، جس نے ہر memorable activity کو حاصل کیا اور ایک بہت strong, selfish, egoistic انسان پیدا ہو گیا۔ اب ایسا انسان کسی بھی

چیز کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر سکتا تھا مگر اپنے اوپر کسی انجانی اور ان دیکھی authority کو ماننا اُس کے بس کی بات نہیں تھی۔ ایسا انسان ہر زمانے میں موجود رہا اور آج تک موجود ہے۔ ہاں پہلے ایک عوامی احتساب اور اپنے جیسے بہت سے کمزور لوگوں کی شماتوں کی وجہ سے اُس نے شاید خدا کا اتنا انکار تو نہ کیا بلکہ اُس نے خدا کو بہت سارے خداؤں میں بانٹنے کی اہلیت حاصل کر لی۔ درحقیقت شرک کے بارے میں یا بہت سارے خداؤں کے بارے میں اہلِ کفر کی اور خصوصاً اہلِ مکہ کی رائے ایک طرح سے بہت قیمتی لگتی ہے کہ بھلا اکیلا خدا یہ سارے کام کیسے کر سکتا ہے۔ اس کو کچھ نہ کچھ assistance کی تو ضرورت ہوگی۔ سو انہوں نے بڑی احتیاط سے لات و منات، عزیٰ، ہبل اور اِس قسم کے بہت سے بت تخلیق کر لئے۔ مگر یہ human ego بھی کوئی پچھلے دو تین سو سالوں سے ہے اور انسانی intellect کے کمالات نے اسے ایسی بلند منزل تک پہنچا دیا ہے کہ اب وہ وضاحت سے انکار کر رہا ہے کسی بھی ایسی ذات کا، کسی بھی ایسے وجود کا جو خود کو دکھائے بغیر اس کو دیکھ رہا ہے، جو اُس پر نگرانی کر رہا ہے اور اُس پر حکومت کر رہا ہے۔ دراصل اب وہ اپنی حکومت کسی سے بانٹنا نہیں چاہتا۔

خدا کے پاس بڑے مضبوط دلائل ہیں۔ اگر آپ اُن دلائل پر غور نہ کرو تو یہ unjustifiable act ہوگا۔ متعدد schools of thought نے مسلسل خدا کا انکار کیا جن میں کمیونسٹ، سوشلسٹ، منطقی استدلال والے، semantics اور anthropologists شامل تھے اور یہ کوئی آج کے دن پیدا نہیں ہوئے، شروع سے ایسے گروہ پیدا ہوتے رہے ہیں، جنہوں نے خدا کا انکار کیا اور اس انکار کو اپنی ذہانت کا اعلیٰ معیار سمجھا مگر ایک بات ضرور نظر آتی ہے کہ کچھ ایسے لوگ جنہوں نے خدا کی طرف سے آگاہی اور ہدایت پائی آپ اُن کو پیغمبر کہہ لیں، رسول کہہ لیں، وہ ہمیں ہر زمانے میں نظر آتے ہیں۔ اللہ پر سب سے بڑا اعتراض منکرینِ خدا نے یہ کیا کہ اس کی وجہ سے ایک مذہب کا وجود پیدا ہوا اور مذہب نے زمانے میں قتل و غارت کا آغاز کیا۔ بے شمار قتل و غارت صرف مذہب کے نام پر ہوئی اور بے شمار تہذیبیں

اس کے نام پر غرق ہوئیں۔ ایک بڑی عجیب سی بات اُن کے references میں یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک چھوٹے سے واقعے کو اتنا highlight کر دیتے ہیں، اتنا بڑا کر دیتے ہیں کہ ایسے لگتا ہے کہ اوّل و آخر صرف مذہب ہی فساد کرتا رہا ہے۔ اگر ابتدائے زمانہ سے لیکر اب تک کی جنگوں کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ Iberian Peninsula میں جو سب سے بڑی جنگ ہوئی، جنگِ Troy جو دس سال جاری رہی جہاں اگا میمنان (Agamemnon) نے Ilium کے خلاف اعلانِ جنگ کیا اور بے شمار لوگ قتل ہوئے، اتفاق سے یہ کوئی مذہبی جنگ نہیں تھی بلکہ یہ ایک عورت کے اغواء کی جنگ تھی جسے Helen of Troy کہتے ہیں۔ تاریخ میں ایسی بہت سی جنگیں ہمارے سامنے ہیں جو مذہب کی بنیاد پر نہیں ہوئیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پرانے زمانے میں ایک بہت بڑی اور عظیم جنگ کی ابتدا ہوئی جس میں سپارٹا اور یونان سب سے بڑے فتنہ و فساد میں چلے گئے۔ یہ یونانیوں کے ساتھ قوت و اختیار اور مالی مفادات کی جنگ تھی جس میں ایران کے ایک بادشاہ نے مسلسل سپارٹا پر حملے کیے۔ ہم سکندر اعظم یا Alexander the Great کا نام تو سنتے ہیں۔ آج تک سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ ہندوستان میں اپنا مذہب پھیلانے آیا تھا یا مذہب کے نام پر جنگ کرنے آیا تھا؟ آگے بڑھتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی بیشتر جنگوں میں بے چارہ مذہب شامل نہیں تھا سوائے شرقِ وسطی کے ----- آپ منکرینِ مذہب سے پوچھیں کہ جنگِ صدسالہ جو فرانس اور انگلینڈ میں جاری رہی اُن میں کون سا مذہب شامل تھا؟! اگر آپ اس سے بھی بڑی جنگوں کو دیکھیں جنہوں نے دنیا کو آج تک ایک traumatic phobia (زخم خوردہ کیفیت) میں ڈالا ہوا ہے، جنگِ عظیم اوّل اور جنگِ عظیم دوم ----- ان میں مذہب کہاں شامل تھا؟ اس کا تو آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ اگر دنیا کی بربادیوں پر آج بھی نظر ڈالیں تو دنیا کی سب سے زیادہ جدید ترین جنگوں میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ ایک طرف ساری دنیا کی قوتیں ہیں اور دوسری طرف معمولی سے چند لوگ ہیں تو اس کو مذہب کے نام پر جنگ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ If there is no other party to fight you. جہاں تمہارے پاس آلاتِ حرب نہیں ہیں، تمہارا کوئی زور نہیں چلتا اور کسی قسم کی ایسی طاقت نہیں ہے جو آپ کو مذہب کے نام پر جنگ آزما کہہ سکے تو پھر آپ مذہب کو کیسا الزام دے سکتے ہو۔

جب مسلمانوں نے اپنی دفاعی جنگیں شروع کیں تو جنگ کے قانون ضرور بدل دیئے۔ اُن میں سب سے بڑے قوانین یہ تھے کہ سر سبز چیزوں کو نہیں کاٹنا، درختوں اور فصلوں کو نہیں کاٹنا، بوڑھوں کو ختم نہیں کرنا، بچوں کو نہیں مارنا، عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھانا ------ نہ زمانہء اوّل میں اور نہ ہی زمانہء آخر میں بلکہ یہ قوانین صرف اور صرف اسلام کے توسط سے، اصولِ جنگ میں داخل ہوئے ورنہ احترامِ انسانیت کی کوئی صورت پہلے موجود نہیں تھی۔ اب logical positivist (منطق اور مشاہدہ والا) کہتا ہے کہ ہر دماغ میں کوئی نہ کوئی logical construct (منطقی وجود) تو ہوتا ہی ہے۔ ہر دماغ میں کسی چیز کا کوئی نہ کوئی نقشہ تو ہونا چاہیے۔ میز چاہے چار ٹانگوں کا ہو، تین ٹانگوں کا ہو، دو ٹانگوں کا ہو یا چھ ٹانگوں کا ہو مگر جب بھی آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز لائی جائے گی جس پر کوئی چیز رکھ دی جائے تو بنیادی طور پر آپ فوراً یہ اعتراف کرو گے کہ یہ میز ہے۔ کسی چیز کا ایک بنیادی ڈھانچہ یا ایک logical construct ذہن میں ہونا چاہیے اور اگر آپ انسانوں سے پوچھیں تو خدا کا کوئی logical construct ہے ہی نہیں ہے۔ اگر خدا کا کوئی logical construct نہیں ہے تو وہ illogical existence (غیر منطقی وجود) ہے۔ وہ تو وجود ہی نہیں رکھتا۔ خدا پر اعتراض کرنے والے بہت سے ہیں۔ اُن میں سے ایک صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ جو بہت سارے لوگوں نے خدا کو دیکھا ہے مگر خدا تو کوئی نہیں ہے۔ بٹن دباتے ہی ایک simulation software کا مالک ------ ایک simulation software تو ہر ایک کے brain میں ہے۔ سو اگر brain نے کچھ ایسی شکلیں گھڑ لیں، کوئی ایسے غیر معمولی تاثرات گھڑ لئے جن کو تم خدا کہتے ہو تو پھر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خدا ہے۔ یہ تو تمہارا اپنا کمال ہے۔

مغرب یا الحاد کے نئے تصورات نے ہمیں بتایا کہ الحاد کے تمام دلائل خواہ وہ ontological تھے، یا cosmological تھے وہ سارے کے سارے غلط ثابت ہو گئے۔ جب آپ کہتے ہو کہ کائنات کو کوئی move کرنے والا ہے تو بات جا کر ختم ہو جاتی ہے ایک ایسے move پر جو خود move نہیں ہوتا اور وہ اللہ ہے اس لئے آپ کیوں یہ کہتے ہو کہ ہر چیز کا کوئی بنانے والا ہے کیونکہ آخر میں بات جا کے ایسے بنانے والے پر رکتی ہے کہ جس کو کسی نے نہیں بنایا۔ یہ جو بحث اور جھگڑے کے دوران اتنا بڑا logical حادثہ ہو جاتا ہے یہ بالآخر convince کرتا ہے کہ یہ داستان ہے۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے اگر کسی فلاسفر سے پوچھو تو وہ کہیگا کہ خدا پیاز کے چھلکے کی طرح ہے۔ اگر آپ چھلکے اتارتے جاؤ تو آخر میں کچھ بھی نہیں نکلے گا۔ آپ خود ہی لفظ گھڑتے ہو۔ اللہ کو نام دیتے رہے ہو۔ کوئی "رحمان" کہے کوئی "رحیم" کہے کوئی "سلام" کہے کوئی "مومن" کہے...... یہ چھلکے اترتے جائیں گے تو پیاز کے بیچ میں کیا رہ جائے گا؟ آخر میں خالی خولی تصور رہ جائے گا۔ This is not a God at all.

پھر ہم میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں تسلی بخشتا تھا یا تسلی بخشتا ہے تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو خدا کو نہ ماننے کے باوجود تسلی میں ہیں۔ اب اُن کو کون تسلی بخشتا ہے۔ خواتین و حضرات! جوں جوں ہم آگے بڑھتے جاتے ہیں ہمارا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ دیکھو جی آئن سٹائن اللہ کو مانتا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ بڑے بڑے عالم اور دانشور اللہ کو مانتے تھے۔ مگر وہ اس طرح نہیں مانتے تھے جس طرح آپ مانتے ہو وہ اس قسم کے جملے کہہ سکتے ہیں: Science without religion is lame and religion without science is blind. مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے۔ آئن سٹائن کے بارے میں یہ جملے بڑے مشہور ہوئے کہ اُس نے مذہب کے حق میں ایک بیان دیا مگر اس کا اگلا بیان تو سنو۔ وہ بڑی سختی سے کہتا ہے: I don't believe in personal God. "میں تو کسی بھی ذاتی خدا کو نہیں جانتا نہ ہی میں مانتا ہوں۔ مجھے تو کہیں بھی ایسا خدا نظر نہیں آیا۔" معترضین بسا اوقات ماننے والے دوسرے کو

convince کرنے کیلئے اپنے حق میں دوراز کار اور عجیب و غریب دلائل لاتے ہیں جو حقیقتاً دلائل ہوتے ہی نہیں ہیں یا وہ کسی کو misquote کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے حق میں کوئی دلیل نہیں ہوتی، نہ ہونے والی ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اعتراض کرنے والے خدا پر بھرپور اعتراض کرتے ہیں اور اگر اللہ کے بارے میں نظریات کو مختصر کر دیا جائے تو وہ survival of the fittest کی دلیل بن جاتی ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ God is a super human and super natural. وہ انسانوں سے بڑی ذات ہے۔ وہ فطری نہیں ایک غیر فطری طاقت ہے وہ غیر آدمی، غیر جسمانی اور غیر حقیقی ہے۔ وہ ایک مابعد الطبیعاتی اور مابعد النفسیاتی طاقت ہے۔ اتنی بڑی طاقت ہے کہ وہ غیر معمولی ہے۔ چونکہ وہ غیر معمولی ہے اسلئے اسکو معمول کے مطابق بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ہمارا قول اور یقین ہے کہ اُسی نے کائنات تخلیق کی ہے اور کائنات میں جو کچھ بھی ہے اُسی نے تخلیق کیا ہے۔ اعتراض کرنے والے کہتے ہیں: "بھائی! یہ تو بڑا آسان ہے، اگر آپ کسی بھی چیز کو کھلا چھوڑ دو...... جنگل چھوڑ دو...... جانور چھوڑ دو...... تخلیق عالم میں کوئی چیز چھوڑ دو، وہ حادثے میں جائیں یا برباد ہو جائیں آخر کہیں نہ کہیں تو آ کے وہ ٹھہر ہی جائیں گے۔ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی اصول پر ان کا استحکام تو ہو ہی جائے گا اس لئے اتنی بے پناہ فطرت بنتے سنورتے آخر کسی نہ کسی جگہ مستحکم ہو گئی ہے اور اس مستحکم ہونے میں کچھ ایسے اصول وضع ہو گئے ہیں جس کو آپ کہتے ہو کہ یہ کس نے بنایا؟ یہ کتنی پیچیدگی سے بنا؟ وہ کتنی نفاست سے بنا؟ تو ظاہر ہے اس کو خدا تو نہیں کہا جا سکتا۔"

New Darwinian concept بھی دورِ حاضر میں خدا کا ایک بڑا حریف بن کر سامنے آیا ہے خاص طور پر دورِ حاضر میں۔ ایک کتاب ڈاکٹر آرم اسٹرانگ نے حضور سرورِ کائنات ﷺ پر لکھی ہے۔ اس کا نام "Mohammad" ہے۔ میں نے بڑے لوگوں سے اس کی تعریفیں سنی ہیں مگر ایک بات کی مجھے ضرور حیرت ہوئی کہ کتاب محمد رسول اللہ ﷺ پر لکھی جا رہی ہے مگر اس میں بخاری کی صرف ایک reference موجود ہے۔ اِدھر اُدھر سے بہت آراء ہیں۔

اس آدمی کے تاثرات بیان کیے گئے ہیں، اُس آدمی کے تاثرات بیان کیے گئے ہیں۔ مگر جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی بنیاد ہے، جو حضور سرورِ کائنات ﷺ کی زندگی پر سب سے بڑی ماخذ ہے اُس کی صرف ایک ادنیٰ سی روایت quote کی گئی ہے۔ Is this the way to write a book about the Prophet? کیا یہ طریقہ درست ہے کہ تاریخ کی مستند ترین آراء کو چھوڑ کے ہم اپنی طرف سے ہر قسم کے لوگوں کی رائے اکٹھی کر کے ایک کتاب لکھ دیں۔ سلیمان رشدی جو کہ غیر مسلموں کی نظر میں تاریخ کا بہت بڑا عالم بن کے ابھرا ہے مگر موصوف فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں ساری جنگیں مذہبی جنگیں ہیں اور تمام جنگوں کا باعث مذہب ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مذہب کو آپ چھوٹے چھوٹے لفظوں میں explain نہ کریں، ہمیں مذہبیت یا مذہبی لوگوں کو blame نہیں کرنا چاہیے اس لئے اُس نے اپنی طرف سے مذہبی لوگوں کو اشتعال دلانے کیلئے اپنے آپ کو پتہ نہیں کتنا بڑا مصنف سمجھتے ہوئے ایک انتہائی unhistorical اور unethical کتاب لکھی۔ ایسے کمزور اور کم عقل مؤرخین اور بھی ہیں، پہلے بھی گذرے ہیں، آج بھی ہیں۔ ایسا ہی ایک غیر مسلم تاریخ دان ایڈورڈ گبن (Edward Gibben) "عروج و زوالِ روما" میں محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھتا ہے کہ اُن کی اچھائیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی ہیں اور ساری خامیاں اُس کی خود ساختہ ہیں اور آخر میں ایک جملہ لکھتا ہے۔ Still I can not say whether he was a Prophet or an imposter.

بات اُس intellectualism کی ہے جو اُدھوری رہ جاتی ہے۔ بات اُن سوچوں کی ہے جو کسی مکمل شناخت تک نہیں پہنچتیں۔ بات اُس علم کی ہے جو اپنی محدود limitations سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ تو وہی ہوا کہ کچھ intellectual activity میں مغرب بہت برتر ہو گیا اور کچھ میں مذہب بہت برتر ہوئے یا اُن کی رائے زیادہ scientific ہے۔ سائنس کا دعویٰ یہ ہے کہ مذہب ہمیں جکڑتا ہے، بند کرتا ہے، پابند کرتا ہے۔ قید کرتا ہے اور قتل کرتا ہے...... مگر سوال یہ ہے کہ کونسا مذہب......؟ یہ آپ کو explain کرنا پڑتا ہے۔ کون سا مذہب سائنس کو پابند کرتا

ہے؟ وہ مذہب جو کہتا ہے:

"یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ"

جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے۔

"وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا"(269:2)

جسے ہم نے حکمت عطا کی اُسے خیرِ کثیر عطا کر دی۔

کیا یہ بات سائنس کے خلاف ہے؟ یہ مذہب تو ایسی بات نہیں کرتا Richard Dowkins نے ایک کتاب The God Delusion لکھی۔ اُس میں مصنف نے کہا کہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ جو بھی یہ کتاب پڑھنا شروع کرے گا آخر تک جاتے جاتے دہریہ ہو جائے گا۔ پوری دنیا میں ایک آدمی نے اُسے خط لکھا کہ یارا تیری کتاب پڑھ کر میں دہریہ ہو گیا ہوں۔ یعنی آپ اس intellectual seduo کا دعویٰ دیکھیں کہ اُس نے کتاب شروع کرتے ہی یہ دعویٰ کیا کہ ''میرے پاس خدا کے نہ ہونے کے بارے میں اتنے مضبوط دلائل ہیں کہ ان کو پڑھنے کے بعد انسان دہریہ ہو جائے گا۔'' کیا یہ اس بات کا اظہار نہیں ہے کہ اس نے یہ ارادہ کیا ہوا ہے چاہے وہ علمی یا غیر علمی ہو کہ "In this book intentionally I am trying to prove no God." کسی بھی عالم کا یہ انداز اور یہ نقطہ نظر تحقیقی نہیں ہوتا۔ اس کے بجائے اسے یہ کہنا چاہئے: ''میں یہ تو کہہ سکتا ہوں کہ میں اپنی تحقیق کا آغاز کر رہا ہوں، اگر خدا نکلا تو بہت بہتر ہے۔ نہ نکلا تو وہ اُس کی مخالفت میں جائے گی۔'' تحقیق کا انداز تو یہ ہوتا ہے۔ تحقیق کا انداز یہ تو نہیں ہوتا کہ پہلے سے declare کر دیا جائے کہ میں ضرور خدا کے خلاف اپنی arguments ثابت کروں گا۔

پتہ یہ چلا کہ انسان نے جتنے دلائل خدا کے خلاف دیئے اور جتنے لوگوں نے خدا کے حق میں دلائل دیئے، چونکہ وہ سارے کے سارے انسانی ذہن سے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ ایک دوسرے کا توڑ بنتے گئے۔ خدا رسیدہ لوگوں کا اور خدا کے بغیر لوگوں کا بھی زمانہ آگے بڑھتا رہا

اگرچہ اس میں ایک تیسرا part of human بھی آیا جنہوں نے نہ ایک خدا کو مانا، نہ غیر خدا کو مانا، انہوں نے بیچ میں ڈھیر سارے خدا رکھ دیئے۔ اگر آپ اپنی ہمسائیگی میں دیکھیں تو gods and godesses کا جنگل اُگا ہوا ہے۔ انہوں نے تو خداؤں کا میلہ لگا لیا، دیوتاؤں کی شادیاں کرائیں، بچے کیے، دوتے پوتے ہوئے، خاندان بنائے۔ کیا آپ کو اس بات کا پتہ ہے کہ ہر تیسرے ہندوستانی کا خدا جدا ہے۔ تقریباً تینتیس کروڑ خدا تو آپ کے ہمسائے میں رہتے ہیں۔ ہم حیران و پریشان ہیں کہ ہر دوسرے لمحے پر وہاں خدائیاں بدلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ ابھی آپ دُرگا کی گرفت سے نکلے تو سرسوتی کی گرفت میں آگئے اُدھر سے نکلے تو برہما کی آغوش میں آگئے۔ وہاں سے نکلے تو جمنا دیوی آگئی اُدھر سے گنگا دیوی آگئی یعنی قدم قدم پر ایک نیا خدا------ اتنا بڑا الملک ہے اور ماشاءاللہ اتنی بڑی عقل کا مالک ہے۔ برہمن بڑے سیانے ہوتے ہیں۔ مگر اتنے سارے دیوتاؤں میں تو وہ ایک بڑی family کی طرح لگے گا۔ اِدھر قرآن والا ایک خدا تھا۔ وہ تو اس موضوع پر کسی کی بات ہی نہیں سنتا۔ دوسرے خداؤں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

”لَوْ كَانَ فِيهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا“ (22:21)

کیا تم بےوقوف ہو------تم میں عقل نہیں ہے------دماغ نہیں ہے------سوچتے نہیں ہو کہ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو فساد ہو جاتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں اپنی طاقتیں کسی سے بانٹتا نہیں پھرتا۔ میں اس طرح نہیں کر سکتا کہ چار خدا یا دو خدا ہوں اور اُن میں سے میں superior خدا بن کے بیٹھ جاؤں۔

خدائی پر جو بہت سے نئے نئے اعتراضات پیدا ہوئے اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انسانی ego کے علاوہ جب ہم بغاوتوں کے مرتکب ہوتے ہیں تو ایک اُٹھتی ہوئی نوجوانی کم از کم تین بغاوتوں کی مرتکب ہوتی ہے۔ وہ parental tyranny کے خلاف جہاد کرتا ہے پھر آگے جا کے وہ ایک ملکی tyranny اور political tyrannies (والدین، قوانین اور حکومتی جبر) کے خلاف جہاد کرتا ہے اور آخر میں وہ خدائی tyranny کے خلاف جہاد کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔

ے اُلجھتے ہوئے دل ودماغ اس قسم کی جنگ وجدل میں تو معروف رہتے ہیں مگر main idea یہ ہے کہ Mostly God is accepted or denied by personal wishful thinking.

مجھے خدا کے موضوع پر بات کرنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔ مجھے یہ زیادہ اُنس والا موضوع لگتا ہے اور میں اُس کی باتیں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ وہ، حقیقی ہے، میں اس لئے اُسے زیادہ مانتا ہوں۔ میں پچھلے دنوں قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ اللہ میاں! تو نے بھی کمال کر دیا۔ یہ کیا تو نے ہمارا بیڑہ پار کیا......! وہ کہتا ہے:

"تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیء قدیر"

بڑی برکت والا ہے تیرا رب وہ بڑی قدرت والا ہے۔

"الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلو کم ایکم احسن عملاً" (2,1:67)

موت اور حیات تو کوئی شے ہی نہیں ہے یہ تو ہم نے تمہاری زندگی کو بیچ میں سے توڑا ہے۔

اس آیت کو ذرا غور سے سمجھئے۔ آپ کو حیرانی ہوگی کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے؟ خدا کہتا ہے کہ "ہم نے تو آپ کو بیچ میں قینچی ماری ہے ایک طویل زندگی جو کروڑوں سال سے آ رہی تھی اور اس نے کروڑوں سال تک آگے جانا تھا۔ اسکے بیچ میں ہم نے ایک کاٹ ڈال دی"......"الـــــذی خـلـق الـموت والحیاۃ" ہم نے موت اور زندگی جو تم دیکھ رہے ہو اس کو تخلیق کیا۔ ہم نے جبراً تمہارے تسلسل حیات میں اس حصے کو ڈال دیا۔ بھلا کیوں؟ "لیبـلـو کم ایکم احسن عملاً" تمہارا وہ sequence (تسلسل) جو ارب ہا ارب سال سے آ رہا تھا اور اُس نے بہت آگے جانا تھا۔ اس کو ہم نے بیچ میں سے تھوڑا سا توڑ دیا کیونکہ تمہارے اعمال تھوڑے سے check کرنے تھے......اس کے بعد تم بستر بوریا سنبھال کے آگے چلے گئے۔ اس آیت کو پڑھ کر میں حیران ہو گیا کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہوا؟ یہ تو ایک قسم کی اکیڈمی ہے۔ اللہ میاں نے اِدھر سے ملایا اور اُدھر سے بھی ملایا، ایک طویل ترین billion years of galaxial life (کہکشانی)

زندگی) کو اُس نے بیچ میں کہا کہ بس کچھ دیر پانچ دس منٹ تمہیں آزمالوں بلکہ آگے جا کے کہا: "شاید ایک دن"...... جب اُس زندگی کو دیکھو گے تو یہی کہو گے کہ ہم دنیا میں شاید ایک شام رہے تھے یا ایک صبح رہے تھے، پھر ہم نے کام ختم کیا اور پروردگار کا شکر ہے کہ ہم واپس ہوئے...... یعنی بعد میں جو تھوڑا بہت کامیاب ہو گیا، پاس ہونے والا candidate وہ آگے جا کے یہی کہیگا کہ شکر ہے، یہ تھوڑا سا عرصہ ختم ہوا اب ہم کامیاب ہو گئے۔

کارل مارکس نے کہا: "مذہب افیون ہے"۔ جناب! آپ کے اس قول کا بہت شکریہ...... مگر ہوا کیا؟ آپ کو کیا تکلیف ہوئی......؟ وہ کہتے ہیں: "پادری، مذہب کو اپنی ذات کیلئے استعمال کرتے ہیں"...... ٹھیک ہے، کرتے ہیں۔ "چرچ امیر ہے اور چرچ کو ماننے والا غریب ہے"...... آپ نے درست فرمایا۔ "چرچ ظالم ہے، حکومتیں قائم کر رہا ہے اور دوسرے اُن کے احکامات کے تلے پستے ہیں"...... مگر اگر آپ نے مذہب کو reject کرنا ہو تو کیا اپنی local حیثیت میں ایک مذہب کو کرو گے کیا آپ کبھی مذہبی دعویٰ کو مانو گے۔ دہریت کے مصنفوں نے کہا: "بائبل معیارِ صداقتِ سائنس پر پورا نہیں اترتی"...... ہم مانتے ہیں کہ نہیں اترتی، یہ سچ ہے، یہ ہم نے نہیں بلکہ اُن کے سائنسدانوں اور منکرینِ عقل نے کہا کہ بائبل questioning کے معیار پر پوری نہیں اترتی اس لئے بائبل غلط ہے اور بائبل کا مصنف بھی غلط ہے۔ ٹھیک ہے ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں مگر عموماً انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ جس چیز کو وہ reject کر رہے ہیں، جس کا وہ انکار کر رہے ہیں اللہ تو اس کو own ہی نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ ان کتابوں میں میں نے جو احکامات بھیجے تھے لوگوں نے ان کو بھی مسخ کر دیا اور میرا اندازِ گفتگو بھی بدل دیا اور میرے بتائے ہوئے احکامات بھی انھوں نے بدل دیئے...... "**ثم یحرفونه من بعد ما عقلوه وهم یعلمون**" (75:2) (پھر انہوں نے بدل دیا جانتے بوجھتے ہوئے اور وہ خوب سمجھتے تھے) ہم یہ نہیں کہتے کہ خدا نے یہ نہیں کہا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ten commandments خدا کی نہیں ہیں۔ وہ ہیں...... مگر ہم نے تو اُس کی رائے لی ہے جو معارضِ بحث ہے، جس کے اُوپر ہم جنگ کر

رہے ہیں کہ خدا ہے یا نہیں ہے۔ آخر خدا کے ساتھ آپ کو ایک انصاف تو کرنا پڑے گا کیونکہ آپ کے پاس اُس کی documentary evidence تو ہے ہاں۔ logical positivist کہتا ہے کہ خدا کا تو سرے سے data ہی موجود نہیں ہے اور خدا کہتا ہے کہ میرا data زمین پر موجود ہے مگر وہ کونسا data، own کرتا ہے؟ جب ہم کسی پر بحث کرتے ہیں یا کسی کو معارضِ بحث بناتے ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس data کو سامنے رکھ کے اُس پر discussion کر رہے ہیں؟ کہاں سے پتہ چلے گا کہ خدا کا وجود کہاں صحیح اور کہاں غلط نکلتا ہے۔ ہم دہریوں کو یہ نہیں کہتے کہ وہ غلط ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تم نے تو خدا کا data کبھی پرکھا ہی نہیں ہے۔ Christianity is not the data of God. Judaism is not the data of God. Buddhism is not the data of God. ہاں زمین پر اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ کوئی اللہ موجود ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہ کتاب میری ہے قرآن میرا ہے۔ "نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون" میں نے یہ ذکر نازل کیا ہے، یہ میرے لفظ ہیں، یہ میرا انداز ہے، یہ میری گفتگو ہے اگر مجھے غلط ثابت کرنا ہے تو پھر اس کتاب کو غلط ثابت کرو۔" آلٓمٓ o ذلک الکتاب لا ریب فیہ" If you want to approach me, if you want to prove me wrong. This is the book, this is my data, prove it wrong and I'm no where. I'm not there. اس کی کوئی information غلط ثابت کرو۔ مگر خواتین و حضرات! جو کام سائنسدانوں سے نہ ہوا۔ ان دانشور دہریوں سے نہ ہوا آپ وہ کرنا نہ بھولنا۔ because the onus of the argument lies on you. آپ کو یقین ہونا چاہیئے کہ جس قرآن کو ہم مانتے ہیں، ہم واقعی مانتے ہیں اور اس طرح کے مفروضوں میں نہیں جانا، یہ ایک کام کبھی نہ کرنا۔ آپ کو پتا ہے کہ قرآن پر کیا اعتراضات ہیں؟ "قرآن میں پچھلی آراء بہت لکھی ہیں"۔ Anthoropoligist کہتا ہے کہ "اِدھر اُدھر سے گھسیٹ کے قرآن کے مصنف نے رائے جمع

کی ہوئی ہے۔ قرآن پرانی civilizations کی داستانیں لیتا ہے۔ قرآن کا پیغمبر بڑا shrewd (ذہین) تھا"۔ کیا بات ہے------ shrewd! انہوں نے تو کہہ دیا ہے اور آپ خوش ہو گئے مگر قرآن کا مصنف کہتا ہے کہ میرا پیغمبر تو اُمی ہے۔ مصنفِ کتاب کہتا ہے کہ میں جس شخص کو کتاب دے رہا ہوں وہ اُمی ہے۔ وہ تم میں سے کسی کے ساتھ کوئی information، share نہیں کرتا۔ اُمی کا مطلب "ان پڑھ" نہیں ہے۔ اوپر بہت بڑا استاد تھا، وہ کسی شریک استاد کو بھی قبول نہیں کرسکتا۔ اُس نے وضاحت سے بتایا ہے کہ میرا شاگرد کسی اور سے پڑھا ہوا نہیں ہے۔ اس کی تعلیم میں کسی اور استاد کی تعلیم شامل نہیں ہے اور یہ اس لئے ہے کہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ پتہ نہیں یہ اللہ کی رائے تھی یا فلاں صاحب کی رائے تھی۔ اس لئے اس کو اُمی رکھا کہ اس کی information میں زمین و آسمان کے کسی فرد و بشر، مَلک اور جن کی کوئی رائے شامل نہیں تھی۔ He is only the carrier of my information. میں ہی اُسے تعلیم دیتا ہوں، میں ہی اُسے علم دیتا ہوں، میرے لفظ ہی زبانِ محمد ﷺ سے ادا ہوتے ہیں۔ اس لئے The only source of my knowledge in my book is Mohammahd (P.B.U.H). خواتین و حضرات! اس سے زیادہ قرآن کا کوئی ثبوت ہی نہیں ہے۔ آپ زمین و آسمان سے دلائل ڈھونڈ لاؤ۔ آپ جہاں سے مرضی قرآن کے بارے میں دلائل اکٹھے کرلو۔ There is no arguement for the Quran to be a book of God, no arguement except one: Mohammad said, it's the book of God. اس کے علاوہ زمین و آسمان میں اور کوئی دلیل نہیں ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ اب آپ کو سمجھ آئی کہ پیغمبر کو اُمی کیوں رکھا گیا؟! اب آپ کو یہ بھی پتہ چلا کہ صادق اور امین کیوں کہلوایا گیا۔ امین وہ اس لئے نہیں تھے کہ لوگوں کی امانتیں رکھتے تھے۔ یہ تو ایک by product تھا۔ اگر اتنا بڑا آدمی ہے جو خدا کے ایک ایک لفظ کی امانت رکھتا ہے تو زمین پر بھی امانت کا حق تو ادا ہوگا------ زمین پر وہ اتنے اچھے امانت دار تھے کہ خلائق نے

انہیں امین کا لقب دے رکھا تھا مگر دراصل وہ اس لئے امین تھے کہ اللہ نے امانتِ علمیہ، عقلیہ اور مذہبیہ جو ان کو دی تھی وہ اُس کے ایک ایک لفظ کو انتہائی خلوص اور امانت سے لوگوں تک پہنچائیں۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ قرآن میں کسی آیت کو چھپاتے تو وہ اس آیت کو چھپاتے جس میں انہیں زینبؓ سے شادی کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس لئے اللہ کے رسول ﷺ over conscious تھے کہ یہ عجیب سا کام ہے کیونکہ زید میرا منہ بولا بیٹا ہے اور مجھے حکم دیا جا رہا ہے کہ اُس کی بیوی سے شادی کر لوں۔ مگر اللہ نے کہا کہ اے میرے پیغمبر! میں آخر زمانہ تک یہ اصول چھوڑنا چاہتا ہوں کہ یہ رشتے حقیقی نہیں ہیں۔ یہ تمہارا اپنا سوچا ہوا رشتہ ہے یہ اصلی نہیں ہے اور میں نے قیامت تک کیلئے قانون چھوڑنے ہیں اس لئے افسوس اے پیغمبر! اس معاملے میں مَیں آپ کے شرم وحیا اور لوگوں کے regard کی رعایت نہیں دوں گا اور پھر آپ ﷺ نے چاہے آپ بادلِ نخواستہ کہیں مگر بہرحال راضی برضا ہو کر وہ پیغام (آیت) بھی آپ تک پہنچا دیا۔ اس امین اور امانت دار کے ذریعے آپ کو قرآن ملا جس نے نہ آگے سے کوئی share،information کی، نہ پیچھے سے کوئی share, information کی۔ جو کچھ اللہ نے اُسے دیا تھا اُس نے آپ کے ساتھ share کر دیا۔ But not with his own authority.

آپ کو جتنی arguments خدا کے خلاف ملیں گی یا مذہب کے خلاف ملیں گی اُن میں لارڈ برٹرینڈ رسل بڑے نمایاں ہیں۔ اس نے اپنے خلاف عیسائیت کے دفاع کو برباد کر دیا۔ اس نے عیسائیت پر وہ تنقید کی کہ بے چارے مذہبی پریشان حال اور دردمند آسمان کو دیکھتے کہ یہ ظالم فلاسفر کہاں سے آ گیا۔ یہ دستِ درازِ مذہب کہاں سے آ گیا۔ اِدھر تو مذہب کی عصمت و عظمت ہی ختم ہوتی جا رہی ہے پھر کسی نے اُسے ایک خط لکھا۔ "Have you read the Quran?" تو اُس نے جواب دیا۔ "Why should I? All gospel truth is alike." اے بندگانِ خدا! جنہوں نے تالمود پڑھی، جنہوں نے Ten commandements (موسوی شریعت کے دس احکام) پڑھے، جنھوں نے تورات پڑھی، جنھوں نے نغمات سلیمان پڑھے، جنھوں نے اناجیل پڑھیں، جنھوں نے یوحنا، متی، مرقس اور لوقا پڑھا وہ ذرا ایمانداری سے بتائیں کہ کیا وہ قرآن جیسے ہی ہیں؟ کیا قرآن اُن جیسا ہے؟ There is no way, nothing is alike. کوئی چیز بھی مشترک نہیں ہے کسی شے میں اُن کا اشتراک نہیں ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر ہم کس طرح قرآن پڑھتے ہیں؟ قرآن کی کیا دلیل نکلتی ہے؟ مزے کی بات یہ ہے کہ آپ کا قرآن پڑھنے کا طریقہ اتنا ناقص ہے------ معاف کیجئے گا چاہے آپ کسی مکتب میں جا کے پڑھتے ہو، چاہے آپ کسی سکول میں پڑھ رہے ہو، چاہے کسی یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہو، چاہے آپ دنیا میں کسی بھی مرکز میں پڑھ رہے ہو۔ میں نے قرآن کا مطالعہ ناقص پایا ہے۔ ایک بات کا تو آپ کو پتا ہونا چاہیئے کہ اگر دنیا اس قسم کے اعتراض کرتی ہے تو آپ یہ دیکھیں کہ آپ اس کتاب کو کس طرح پڑھتے ہو۔ کیوں آپ کو اللہ کے بارے میں وہ دلیل نظر نہیں آتی جو آپ کے دل کو تسکین دے، اسے مضبوط کرے، آپ کو سمجھ آئے کہ خدا ہے۔ وہ کون ہے؟ کدھر ہے؟ ہم نے وہ authority ڈھونڈی ہے جس کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تصوراتی authority ہے، جس کے بارے میں cosmologist کہتا ہے کہ "order تو نظر آتا ہے، design تو نظر آتا ہے مگر یہ ڈیزائن automatically بھی develop ہو سکتا ہے۔ اگر فتنہ وفساد کی تخلیقات پیدا کر دی جائیں تو یہ design ویسے بھی پیدا ہو سکتا ہے اس لئے کہ اگر آپ ٹوٹی پھوٹی لکیروں کا ویسے ہی چھٹا مار کے دیکھو، ویسے ہی آپ آسمان کو دیکھو تو بکھرتے ہوئے بادل بالآخر کوئی نہ کوئی تصویر بنا ہی لیتے ہیں اور اگر آپ کسی کھڑکی پر paint کا ایک دھبہ بھی لگا دو ادھر اُدھر بکھرتا ہوا تو آپ کہتے ہو، یار! کمال کی بات ہے۔ اسکے اوپر کتنی خوبصورت تصویر بن گئی ہے۔ آپ کہتے ہو کہ چلو definite نہ سہی abstract شکل تو بن ہی گئی ہے۔ وہ بھی تو آرٹ ہے۔ اسی طرح اگر کائنات میں بکھرتے، ٹوٹتے پھوٹتے کوئی ترتیب آ گئی ہے تو اس پر آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اس پر خدا کا ہونا کہاں لازم آتا ہے؟" They have an arguement in that. تو پھر ہمیں دلیل کہاں سے ملتی ہے؟ آپ کا مطلب ہے کہ ہم پیچھے جاتے ہیں اور پیچھے جا کے اُس احمق کی طرح سوچتے ہیں جس نے رازی کی داستان پھیلا رکھی ہے۔ (عالمِ اسلام میں جس کے پاس جاؤ تو علامہ فخر الدین رازی کی مثال بہت پیش کی جاتی ہے۔) علامہ فخر الدین رازی نے کم سے کم ننانوے (۹۹) دلائل اللہ پر جمع کیے ہوئے تھے۔ یونانیوں کے علم کی وجہ سے، Romans کے علم کی وجہ سے Alexandria کے راہبین کی وجہ سے ------ وہ بہت بڑا دانشور تھا۔ اُس نے اللہ کے اوپر ننانوے دلائل پیش کیے (یہ بات ذرا غور سے سنیں گے تو آپ کو سمجھ آئے گی) اُس کی وفات کا وقت قریب آ گیا کہ

چراغِ آخرِ شب تھوڑی دیر اور ٹھہر
تمہارے ساتھ ہی جائے گا کوئی سودائی

تو حضرت بھی چلنے کو آ گئے ------ چراغِ آخرِ شب تھرتھرا رہا تھا ------ اور وہ ایمان بھول گئے۔ شیطان نے کہا: (یہ داستان بڑی مشہور ہے ہر پڑھنے والا آپ کو یہ کہانی سنائے گا) "رازی! کہاں گئے تیرے دلائل، آج میں نے تیری ہر دلیل میں شک پیدا کر دیا ہے۔" وہ اتنے پریشان ہوئے کہ پتا چلا ایمان جا رہا ہے، ختم ہو رہا ہے۔ اس گھبراہٹ میں اُن کے شیخ و مرشد، شیخ نجم الدین کبریٰ نے آواز دی کہ اے بے وقوف! یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں خدا کو بے دلیل مانتا ہوں۔ رازی نے کہا: "ہاں ہاں میں خدا کو بے دلیل مانتا ہوں"۔ شیطان نے کہا: "تو آج میرے ہاتھ سے بچ نکلا" ------ "لیھلک من ھلک عن بینة ویحییٰ من حیّ عن بینة" "جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا" "جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔" "وان اللہ لسمیع علیم" "بے شک اللہ علم والا ہے اور سننے والا ہے"۔ یہ نہیں کہ وہ تمہارے دلائل نہیں سنتا، تمہاری باتیں نہیں سنتا، کیا کم ہمتی ہے کہ ہم اپنے ایمان کیلئے کوئی دلیل ہی نہیں رکھتے، کیا ہمتِ مردانہ ہے ------!! اقبال نے کہا تھا کہ کبھی چھوٹی موٹی باتوں پر توجہ نہ دے۔ اگر تم نے intellectual supermacy (عقلی برتری) حاصل کرنی ہے، اگر تم intuitional (الہامی) انتہا تک پہنچنا چاہتے ہو، اگر تم مملکتِ

الہام میں داخلہ چاہتے ہو تو

یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

بھئی چھوٹے موٹے شکار چھوڑو، اللہ ہے، اُسی پر کمند پھینک کے دیکھو تا کہ آگے وہاں سے بھی کوئی آواز آئے، کوئی لرزے، کوئی کانپے، کوئی مستور، کوئی پردہ دار کہے:

حذر اے پردگیاں پردہ درے پیدا شد

(ڈرو اے کم بختو یہ تو آسمانوں تک آ پہنچا) اُدھر بھی کوئی لرزش پیدا ہو۔

مگر خواتین وحضرات! ایک اصولِ علم ہے وہ آپ کو قرآن کے بارے میں پرکھنا ہو گا۔ You must know whatever knowledge was existing before Quran came. کیوں؟ کم از کم آپ کو یہ تو پتہ چلے گا کہ قرآن نے کسی چیز کو repeat نہیں کیا۔ اگر آپ قرآن سے پہلے کے علوم جانتے ہیں تو آپ کو اچھی طرح پتہ ہونا چاہئے کہ تاریخ عالم میں جو سب سے معتزز تہذیب ماضی کے ادوار میں گزری ہے وہ Democratic Greeks کی تہذیب تھی۔ جس میں بڑے بڑے فلاسفر اور بڑے بڑے خیال پیدا ہوئے، جو بڑی بڑی باتیں کہی گئیں، جو افلاطون و سقراط و ارسطو کی باتیں ہیں وہ آپ کے علم میں ہونی چاہئیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ قرآن پڑھتے ہوئے یہ کہو کہ اچھا، یہ تو ارسطو پہلے کہہ چکا ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ کہیں کہ اس Theoratical thesis of Quran (قرآن کے نظریات) سے افلاطون کی رائے جھلک رہی ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ پہلے کیا آیا؟ اسی طرح Roman civilizations کے جو بھی کمالات ہیں۔ تعلیمی یا سماجی کمالات وہ آپ کے علم میں ہونے چاہئیں۔ Alexandria تہذیب کے کچھ نہ کچھ نکات آپ کے ذہن میں ہونے چاہئیں تا کہ آپ کو معلوم ہو کہ جب قرآن آیا تو لوگوں کی ذہنی، علمی اور سائنسی حالت کیا تھی؟ تبھی آپ قرآن شروع کر سکتے ہو۔ تبھی آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ انوکھا informer کہاں سے آ گیا۔ اسکے بعد آپ کو یہاں تک بھی آنا چاہیئے۔ اس کری کے علم تک بھی آنا چاہیئے آپ کو

اپنے مقامِ علم تک بھی پہنچنا چاہیئے تا کہ دورِ حاضر کا کوئی specialist یہ نہ کہہ سکے کہ تمہارا خدا صرف simulation software ہے۔ بس----- You must have a reason to say there is something different about him who set this.

خواتین وحضرات! میں بھی اپنی طرف سے کوئی چھوٹا موٹا چیلنج دے سکتا ہوں۔ یہ چیلنج آپ کو نہیں دے رہا۔ یہ چیلنج دنیا کے تمام دانشوروں، تمام سائنسدانوں اور اعلیٰ ترین مفکرین وقت کو ہے۔ past کو ہے، present کو ہے، future کو ہے، ذرا غور کر لینا، پھر آپ کو میری بات سمجھ آئے گی۔ پھر ہمیں پتا چلے گا کہ خدا نے زمانے کے ساتھ کیا کیا ہے؟ From where did you bring all this? قرآن کی ایک سورت ہے جس کو میں نے جتنا پڑھا، جتنا غور کیا، بڑا حیران ہوا میں نے کہا: "یار! کیا کمال کی شے ہے جو یہ ہے"۔ اللہ نے فرمایا: "الٓرٰ – کتاب احکمت ایته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر" (1:11)(یہ کتاب ہے جس کی ہر آیت جانچ پرکھ کے میں نے تفاسیر کیلئے چھوڑی ہے۔) "جانچ پرکھ" یہ بڑا important لفظ ہے "اس کو میں نے پرکھا ہے، ہر آیت کو میں نے جانچا ہے محکم کیا ہے-----" اور اس نے محکم کس کیلئے کیا ہے؟ عرب میں کون جاننے والے تھے؟ عرب نے تو اسے صرف ایک ہی طریقے سے جانچا ہے۔ language کے لحاظ سے، اہلِ عرب نے تو اقرار کر لیا کہ ہم نے پرکھا، یہ کمال کی زبان ہے، یہ غیر انسانی زبان ہے۔ بہت سے عرب اسی وجہ سے مسلمان ہو گئے کہ اس زبان کا ہم سے تو ذکر نہیں ہو سکتا۔ "----- فاتوا بسورة من مثله" (23:2)"اے اہلِ عرب! اگر تم میں ہمت ہے تم دوسروں کو عجمی کہتے ہو، گونگا کہتے ہو تو پھر آؤ اور اس جیسی ایک سورت لے آؤ" مگر کوئی دعوٰی دار یہ کہنے کیلئے نہیں اٹھا کہ میں اسکے مقابلے میں اچھی زبان لکھ سکتا ہوں۔ ایک یا دو نے کوشش کی مگر خود ہی اقرار کر رہے ہیں کہ Sorry! it's not possible. اُس وقت زبان کا کوئی معیار ہوگا، جس کو یہ تمام معترضینِ خدا touch نہیں کر

سکے۔ مگر قرآن اُس زمانے میں ختم تو نہیں ہو گیا تھا۔ قرآن میرے زمانے تک آیا۔ آپ کے زمانے تک آیا پھر قرآن یہ دعویٰ کر رہا ہے۔

"...... کتب احکمت ایتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر"

وہ کہتا ہے کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں نے قیامت تک کیلئے ان آیات کو مستحکم کر دیا ہے میں نے ان کو جانچا ہے، پرکھا ہے...... کس کیلئے جانچا پرکھا ہے؟ ہر چیز کا سب سے بڑا امتحان زمانہ ہوتا ہے۔ بدلتے ہوئے وقت ہوتے ہیں۔ زمینوں کا گھٹنا بڑھنا، بدلتے ہوئے موسم، انسانی قافلوں کا ادل بدل اور کیا کیا تبدیلیاں نہیں آتیں۔ ان ساری کائناتی تبدیلیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، سفر انسان کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ نے آیات کو پرکھا اور اس کی تفسیر کو زمانے پر چھوڑ دیا...... کہاں ایک پہیہ، ایک تلوار، روغنِ نفت؟ ایک چھوٹی سی توپ؟ یہ سارے انسانوں کی middle ages تک متاعِ جنگ تھی اور آج ڈیڑھ دو سو برس کے بعد انسان کے ذرائع ہلاکت کتنے بڑھ گئے ہیں۔ آپ سوچ نہیں سکتے کہ کہاں کسی وقت میں میدانِ جنگ میں ایک آدمی کو قتل کرنا مشکل تھا۔ Greeks والوں نے کہا Ajax the great, a host in himself. کہ Ajax اتنا بڑا پہلوان ہے کہ اکیلا ایک لشکر کیلئے کافی ہے۔ آپ ﷺ نے کہا کہ ہمارے پاس علی مرتضیٰ شیر خدا ہیں۔ ید اللہ ہیں، ایک ایسا طاقتور ہاتھ جو دس دس بیس بیس پہلوانوں کو پچھاڑ سکتا ہے۔ جس نے عمرو بن عبدود جیسے پہلوان کو بھی پچھاڑ دیا جس کا زور ایک ہزار پہلوانوں کے برابر تھا۔ مگر یہ قرآن ہمارے زمانے تک محفوظ کیسے رہا؟ چلیے حادثاتِ زمانہ سے ہو گا، وقت کے تغیر ہوں گے ورنہ چیزیں محفوظ نہیں رہتیں۔ پندرہ سو برس تک تو ان کے محفوظ رہنے کا کوئی chance نہیں رہتا۔ میں آپ کو ایک بڑی مشہور مثال دیتا ہوں کہ پندرھویں اور سولھویں صدی میں انگریزی لکھی گئی۔ اس کو ہم ماڈرن انگلش کہتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا مصنف Chaucer (چوسر) سمجھا جاتا ہے۔ Chaucer نے انگریزی شاعری لکھی اور بڑا مشہور ہوا اور تمام انگریزوں نے کہا کہ یہ ہمارا اتنا عظیم شاعر ہے کہ اس نے نئی زبان کی ابتداء کی ہے ذرا آپ سُن کے تو دیکھو کہ کیا ماڈرن انگلش

آپ کو سمجھ آ جائے گی؟----- Wan that Aprille with its showers soote the droughte of March hath perced to the roote. تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کتنے سال گذرے؟ چار پانچ سو سال میں modern english جو وہاں سے نکلی ہے آپ کے پاس کس حال میں پہنچی ہے۔ اب آپ ماڈرن انگلش کو پہچانتے ہی نہیں ہو۔ chaucer کے زمانے کی انگلش کو سمجھنے کیلئے آپ کو chaucer کے زمانے کا استاد چاہیئے۔ آج کل تو استاد بے چارے اُس زبان کی ادائگی سے لاچار ہیں۔ مگر اُدھر قرآن میں عجیب بات ہے۔ "نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" (ہم نے یہ ذکر نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔) جیسے قرآن کل سمجھ آ رہا تھا ویسے ہی قرآن آج بھی سمجھ آ رہا ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کو نہیں سارے زمانے کو ایک دعوت دیتا ہوں کہ مجھے آپ ڈھونڈ کے دکھیے گا اور بتایئے گا۔ میں اُس information کو دور سے لاؤں گا۔ پھر آپ سے التجا ہے کہ آپ اس کا جواب دیجئے------

مذہب کی سب سے بڑی مخالفت cosmology کرتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ ہم بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ Richard Dowkins کہتا ہے کہ مذہب کو کیا پتہ کہ کائنات کیا ہے۔ اس نے مذہب کے خلاف بحث کرتے ہوئے سب سے پہلے کارل سیگاں کا حوالہ دیا ہے جو کہ بڑا اچھا مصنف، رائٹر اور سائنسدان تھا۔ اُس نے بڑی مختصر بات کی ہے کہ اگر اس وسیع تر کائنات کا خاکہ ملّا کو دے دیا جائے یا مولوی کو دے دیا جائے یا کسی مذہبی عالم کو دے دیا جائے تو وہ کہیگا کہ مجھے یہ نہیں چاہیئے، میں تو اسے مانتا ہی نہیں ہوں، یہ ہے ہی نہیں ہے، یہ کائنات ہی نہیں ہے، یہ بکواس ہے، خرافات ہے، یہ کوئی شے نہیں ہے، کوئی انسان چاند تک نہیں پہنچا۔ ہمارے اللہ نے اتنی بڑی کائنات لے کر کیا جھونک ڈالنا ہے؟ اس نے اس کا کیا کرنا ہے؟ نہیں یہ ہمارے والے خدا کی کائنات نہیں ہے۔ کارل سیگاں مذہبی لوگوں کو represent کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی دینی عالم کائنات کے اس آفاقی تصور کو قبول نہیں کرسکتا جو اس وقت science

دے رہی ہے۔ اس لیے قدرتی طور پر تمام مذہب سائنس کے خلاف ہے۔ میرے خیال میں اہم بات یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ sciences کب، کیا کہہ رہی تھیں؟ اور قرآن کب، کیا کہہ کر رہا تھا؟ آیئے ہم پیچھے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ Greeks (یونانیوں) کا نظریہ، سماوات کیا تھا؟ Greeks کے پاس کیا نظریات تھے؟ پچھلے زمانے میں Ptolemy جسے آپ اردو میں بطلیموس کہتے ہیں، وہ ایک بڑے cosmologist کے طور پر نظر آتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ساری کائنات ثابت و سیار سے بھری پڑی ہے۔ stationary stars اور moving stars سے بھری ہوئی ہے۔ But the earth is a stationary and is the center of universe. قرآن سے پہلے کائنات کا واحد نظریہ یہ تھا کہ زمین ساکت ہے اور ساری کائنات اس مرکزی سیارے کے گرد گھوم رہی ہے۔ پھر قرآن آ گیا۔ بات آگے چلتی گئی، لوگ ماڈرن ہوتے گئے۔ sciences آ گئیں۔ کوپرنیکس اور گلیلیو کا زمانہ آ گیا۔ کوپرنیکس نے اس نظریہ کی مخالفت کی اور کہا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ سورج ساکت ہے اور ساری کائنات اس کے گرد گھوم رہی ہے۔ اُس نے Ptolemy (بطلیموس) کا نظریہ رد کیا اور اپنا نظریہ دیا۔ ذرا غور کیجئے گا کہ اللہ کیا کہتا ہے:

”والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرة“ (54:7)

(ہم نے دن، رات، شمس و قمر اور ستارے مسخر کیے ہوئے ہیں یعنی خاص قسم کی قید میں ڈالے ہوئے ہیں اور ان میں تمہارے لیے آیات رکھی ہوئی ہیں۔) اس قید سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ کس قسم کی قید میں رکھے ہوئے ہیں؟ یہ تو non-scientific (غیر سائنسی) سا لگتا ہے۔ چونکہ ہمارا مقابلہ ایک ایسی information سے ہے جو کہ بڑی exact اور true ہے۔ ہم سمجھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ سورۂ یٰس میں اس کا مطلب نظر آئے گا:

”لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر“

سورج کبھی چاند کو نہیں پکڑ پایا۔

"یہ جو تمہارا خیال ہے کہ کہیں اُوپر ٹکر نہ ہو جائے، یہ کبھی نہیں ہوگا"۔ **"ولا الیل سابق النھار"**
اور رات دن سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔

مجھے صرف اس سوال کا جواب چاہیے کہ کیوں نہیں بڑھ سکتی......؟

"وکل فی فلک یسبحون" ○ (40:36)

ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔

خواتین و حضرات! Is there anybody on God's earth? زمین و آسمان میں کوئی ایسا دانشور موجود ہے جو انصاف سے کہے کہ یہ information کہاں سے آئی ہے؟ کیا غلط آئی ہے؟ کیا پندرہ سو برس پہلے جب ہارورڈ نہیں تھا، دنیا میں کوئی یونیورسٹی نہیں تھی۔ کوئی cosmologist نہیں تھا اور اگر تھے تو وہ دوسری بات کہہ رہے تھے، وہ کچھ اور کہہ رہے تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ زمین ساکت ہے کوئی کہہ رہا تھا سورج ساکت ہے مگر جو اُوپر بیٹھا ہوا تھا، جو دعوئی خدائی کر رہا تھا وہ کیا کہہ رہا تھا؟ کیا قرآن کا خالق اُن کا ساتھ دے رہا تھا؟ وہ کہتا تھا کہ نہیں -----Absolutely, nobody is right, I'm right. اس نے فرمایا:

"اللہ الذی رفع السموت بغیر عمد ترونھا" (2:13)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے

ابھی یہ آرٹ آرہا ہے کہ ستونوں کے بغیر عمارتیں بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر یہ اتنا بڑا نہیں ہوا کہ آسمان create کرے۔ اللہ نے فرمایا:

"اللہ الذی رفع السموت بغیر عمد ترونھا ثم استوٰی علی العرش وسخر الشمس والقمر کل یجری الی لاجل مسمی"

(اللہ نے آسمان کو بغیر ستونوں کے بلند کیا پھر بلند ہوا آسمانوں کو اور سورج اور چاند اور ستارے ہم نے مسخر کیے۔ یہ تمام وقتِ مقررہ تک چل رہے ہیں)

غور کریں کہ قرآن کا مصنف کہہ رہا ہے کہ ان میں سے کوئی ساکت، کوئی ثابت، کوئی ایسا ستارہ

نہیں، کوئی ایسی چیز نہیں جو کائنات میں کھڑی ہو۔ یہ تمام وقتِ مقررہ تک چل رہے ہیں۔ پھر آج آپ کس کا ساتھ دو گے؟ Who's right? Who's wrong? مگر right اور wrong کا فیصلہ کوئی اتنا معمولی نہیں ہوتا۔ آپ کو معلوم کرنا ہے کہ یہ کس نے کہا ہے۔ یہ کیا شے ہے؟ پندرہ سو برس پہلے نہ کوئی لیبارٹری، نہ مکتب، نہ کوئی یونیورسٹی، نہ کوئی عالم، نہ کوئی علم والا۔ پھر کس نے کہا ہے یہ؟ یہ کون ہے جو اتنی exact statements دے رہا ہے۔ خدا نظر نہیں آتا، لوگوں کے پاس خدا کا ثبوت نہیں ہے۔ خدا یہ آپ کو کہہ رہا ہے اور یہ romantic, statements نہیں ہیں یہ سینٹ ویلنٹائن ڈے کا خط نہیں ہے۔ یہ تو اعلیٰ ترین scientific حقائق ہیں۔ ایک بات یاد رکھیے گا کہ انسان ہزار غلطی بھی کرے تو انسان ہے مگر اللہ ایک غلطی بھی کرے تو اللہ نہیں رہے گا۔ یا تو اگر غلطی کرے تو میں مان لوں کہ یار واقعی یہ بھی ایسے ہی تھا۔ new-Darwinianism تو اب آئی ہے مگر بہت سال پہلے کسی نے اس کتاب کی حکمت کو پرکھا، جانچا اور ایک آیت چھوڑ دی۔ اس نے کہا:

"وما من دآبة فی الارض"

زمین پر کوئی ایسا جانور نہیں ہے

"ولا طئر یطیر بجنا حیه الا امم امثالکم"

اور آسمانوں پر کوئی ایسا پرندہ نہیں اڑتا، مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔

This is the origin of species. وہ تمہاری طرح species ہیں، وہ اکیلا کیلے پیدا نہیں ہوئے یا ایسا نہیں ہے کہ کوئی لاوارث، اکیلا کوا اُڑ کے آ گیا ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی پرندہ بغیر کسی نسل کے آ گیا ہے۔ یہ تمہاری طرح پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے تم ایک نقطۂ غیر موجود سے موجود ہوئے۔ جیسے تم ایک single cell سے وقوع پذیر ہوئے، اسی طرح ان سب کا بھی origin ہے۔

ایک بڑی دلچسپ statement ہے جو شاید آپ کے علم میں نہ ہو۔ بہت کم لوگوں کے علم میں ہوگی مگر اُس کو بہت پہلے سے اس کا علم تھا کہ یہ ایسے ہے: **"وتری الجبال تحسبها**

جاملۃ" (تمہارا پہاڑوں کے بارے میں کیا خیال ہے کہ یہ کھڑے ہیں یا چل رہے ہیں؟) آپ خود سوچ لیجئے۔ آپ جو اس آخری زمانے کے intelligent لوگ بیٹھے ہوئے ہو۔ دانشور بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ پہاڑ کھڑے ہیں یا چل رہے ہیں؟ جب تک آپ کسی جیالوجی کے ماہر کے پاس نہ جاؤ آپ نہیں جان سکتے کہ پہاڑ زمین کے ساتھ چالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بھاگ رہے ہیں۔ اللہ آپ سے پوچھتا ہے:

"وتری الجبال تحسبھا جاملۃ"

(تم گمان کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں۔)

"وھی تمر مر السحاب"

(یہ تو سرمئی بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہیں۔)

یہ کمال کی بات ہے۔ میں پھر اُس آیت پر واپس جاتا ہوں جو پہلے کہی تھی:

"کتب احکمت ایتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر"

(یہ کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت سے بھری ہیں پھر تفصیل کی گئی ہیں حکمت والے خبردار کی طرف سے)

جب پہلے Astronaut نے فضائے بسیط میں قدم رکھا۔ تو اس نے ایک پیغام زمین پر بھیجا۔ The most beautiful sight on earth is that the mountains are running along the earth as multi_coloured clouds. یہ ہے "احکمت" کا مطلب۔ فضائی ابن بطوطہ (first astronaut) اوپر جا کے جو لفظ بول رہا ہے وہ تو قرآن کی کاپی لگتے ہیں مگر وہ قرآن نہیں پڑھ رہا وہ تو اپنے لفظ بول رہا ہے---- It looks like another verse, "وھی تمر مر السحاب" کہ زمین پر پہاڑ ایسے اُڑے جا رہے ہیں، جیسے سرمئی رنگ کے بادل جا رہے ہوں۔ خواتین و حضرات! ایک آیت پڑھیے۔ I want to say that you work out that who is saying this? who is right? یہ مفروضہ تو نہیں ہے، یہ محمد رسول اللہ ﷺ تو نہیں ہیں۔ He does not claim it. وہ تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ نے کہا ہے پھر اس authority کو دیکھو کہ یہ کون ہے جو اتنی perfection سے اور اتنی authority سے باتیں کر رہا ہے۔ اگر اس کا انکار کرنا ہے تو پھر یہ بتانا پڑے گا کہ اس کتاب کا مصنف کون ہے؟ You have to find a reason. ہمیں بتانا پڑے گا کہ یہ کون ہے جو اتنی حقیقتیں بیان کر رہا ہے۔ ذرا آگے چلتے ہیں۔ آگے میں آپ کو ایک چھوٹی سی آیت میں cosmological heights بھی بتاؤں گا۔ قرآن کی اس version پر پہلے کسی کا دھیان نہیں گیا ہوگا۔ آخر ہم نے اس information کو معلوم تو کرنا ہے۔ یا پھر آپ اُسے غلط ثابت کرو۔ جان چھوٹ جائے اور آدمی آزاد ہو، نہ آسمانوں پر گئے ------ نہ حساب کتاب ------ وہ سیدھی سادی سی بات ہے کہ جسم و جاں سے گئے، ہڈیاں خالی ہوئیں اور راکھ دریائے گنگا میں بہادی ------ پھر تو وہی لوگ سچے ہیں۔ پھر تو کوئی چیز حقیقت ہی نہیں رکھتی۔ اللہ نے فرمایا: "اولم یر الذین کفروا" How dare you deny me? تم میرا انکار کرنے کی جرأت کیسے کر سکتے ہو۔ "اولم یر الذین کفروا ان السموت والارض" "کیا تم نہیں جانتے کہ یہ آسمان، یہ زمینیں ------ "کانتا رتقا ففتقنهما" ایک وجود تھے یہ سب پہلے ملے ہوئے تھے۔ یہ ساری کائنات ایک وجود تھی۔ پھر ہم نے انہیں جبراً پھاڑ کے بکھیر دیا۔" Now there are about thirty six thesis on the origin of the earth and the origin of universe, but the most accepted thesis till now is big bang in them. پوری کائنات ایک وجود تھی۔ پھر ہم نے اسے پھاڑ کے جدا کر دیا۔ کیا آپ اس بات کو سمجھتے ہیں؟ یہ آج سے پندرہ سو برس پہلے قرآن کہہ رہا ہے۔ پھر اگلی آیت میں اُس نے بات کو مختصر کر دیا۔ "وجعلنا من المآء کل شیءٍ حی" "ہم نے ہر ذی حیات کو پانی میں سے پیدا کیا" خواتین و حضرات! یہ کوئی رومانوی افسانے نہیں ہیں۔ "ہم نے پانی میں سے ہر ذی حیات کو پیدا کیا"۔ ایک طرف تو اس نے کہا کہ کائنات پہلے ایک وجود تھی۔ It was one mass, we torn it apart. اور دوسری طرف کہا کہ We created all life out of water. اب جب کہ آپ ایک ماڈرن صدی میں رہتے ہو، اب بڑے بڑے نظریات hypothesis میں ڈھل گئے ہیں۔ theories آگے اصول بن گئیں ہیں، laws بن گئے ہیں مگر زندگی کے بارے میں سب سے زیادہ مضبوطی سے قائم رہنے والا قانون جس کے بعد اس پر مزید بحث نہیں ہوتی------سر جیمز جینز (James Jeans) کی زبانی: All life is created out of water. (تمام زندگی پانی سے بنی ہے، وجعلنا من الماء کل شیء حی)

کتنا آسان ہے ان دلائل سے اس بات کو جاننا کہ خدا ہے یا نہیں ہے۔ یہ تمام تصورات جس کے بارے میں لوگ شبے میں رہتے ہیں کہ خدا ہے کہ نہیں ہے، قرآن کے ان دلائل سے ان کو پرکھنا کتنا آسان ہے۔ خدا بندوں سے اپنی دلیلیں جمع نہیں کرواتا۔ It's not a matter of drawing room talks. اگر اُس کے پاس اپنے لئے کوئی دلیل نہ ہوتی تو وہ دنیا ہی تخلیق نہ کرتا۔ وہ جو علم و عقل کو زندگی دینے والا ہے، جو پیدا کرنے والا ہے، جو آپ لوگوں کو غور و فکر کی ہدایت کر رہا ہے۔ جو سوچنے، سمجھنے کی صلاحیتوں پر حسرت کرتا ہے کہ اے لوگو! تم سوچتے کیوں نہیں ہو۔ "افلا یتدبرون القرآن"(82:4)(کیا تم قرآن پر غور نہیں کرتے۔) کیا تمہیں پتہ نہیں چلتا کہ حقیقت کیا ہے؟ اور یہ سارے کے سارے حقائق------یہ خالی نہیں ہیں۔ ابھی تو زندگی ختم نہیں ہوئی، یہ چل رہی ہے۔ آپکا خیال یہ ہے کہ اللہ آپ کو نہیں جانتا؟ اُس نے ایک چھوٹا سا جملہ لکھا: " الا یعلم من خلق "(ارے تم کتنے نادان ہو جاتے بڑے بڑے حقائق کی تمہیں پندرہ سو برس پہلے خبر دے رہا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ تم اکیسویں صدی کے لوگ اُس کی scanning سے بچ جاؤ گے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ کوئی انسان اُس کے scan سے پوری زندگی بچ نکلیگا۔) وہ کہتا ہے: "الا یعلم من خلق" مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ میں نے کیا تخلیق کیا ہے؟ کیا کرتا ہے اور کہاں کرتا ہے؟ "ھو اللطیف الخبیر" (وہ لطیف ہے، خبیر ہے۔) لطیف ہے کہ زمین کی ساتویں تہہ تک بھی اگر آپ میں کوئی ایک خوبی بھی ہوگی تو وہ قیامت

کے دن اسے آپ کے سامنے لے آئے گا۔ "فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ؕ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ" (جو ایک ذرہ برابر بھلائی کرے گا اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ برابر برائی کرے گا اسے دیکھے گا) اللہ تعالیٰ اُس شر والے حصے پر تو پردے ڈال دے گا اور دعا یہ ہے کہ وہ خیر والے حصے کو ہمارے سامنے رکھ دے۔

ابھی تک سائنسدانوں نے اسے زیادہ calculate نہیں کیا مگر وہ کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ قرآن حکیم میں اتنی advance باتیں ہیں کہ انسان ابھی اُس مقام تک نہیں پہنچے۔ ہم انتظار میں ہیں کہ زمان و مکاں کی ان حدود سے گزرتے ہوئے یہ متشابہ آیات بھی بالآخر محکم اثبات میں ڈھل جائیں گی۔ "افلا یرون انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها" (سورۃ الانبیاء: آیت نمبر 44) (کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے آ رہے ہیں۔) کیا تمہیں نہیں پتا کہ ہم زمین کے کنارے تھوڑے تھوڑے گھٹا رہے ہیں؟ زیادہ گھس گئے تو یہ کھڑکھڑاہٹ کے ساتھ باہر نکل کے کھو جائے گی۔ یہ عجیب غیر مرئی سی بات ہے کہ ہم زمین کو کناروں سے گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔ تھوڑی تھوڑی زمین کناروں سے گھٹ رہی ہے۔ Our geologian have a big task to establish this fact about the earth. کہ زمین کناروں سے گھٹ رہی ہے۔ اللہ نے فرمایا: "اللہ الذی خلق سبع سموٰت ومن الارض مثلهن" تمہارا چھوٹا موٹا اللہ نہیں ہے------ یہ cosmology والوں کا اللہ نہیں ہے۔ cosmology والوں کے پاس تو صرف ایک کائنات کی ایک دہلیز کا علم ہے۔ الٹا ہمیں طعنہ دیتے ہیں۔ آپ اندازہ کرو کہ الحاد والے ہمیں طعنہ دیتے ہیں کہ اللہ واللہ کوئی نہیں ہے------ یہ بہت بڑی کائنات ہے، اس کی designing بہت بڑی ہے، تم تو برقعے میں لپٹے ہوئے ہو، تمہیں تو صرف اندر کی زندگی کا پتا ہے اور سائنسدان کائناتی وسعتوں میں جا رہا ہے مگر خدا کہتا ہے۔ "اللہ الذی خلق سبع سموٰت من الارض مثلهن" اللہ تو وہ ہے جس نے اس قسم کی سات کائناتیں تخلیق کی ہوئی ہیں اور اللہ تو وہ ہے جس نے اس قسم کی سات زمینیں تخلیق کی ہوئی

ہیں اور وہ سات زمینیں خالی نہیں ہیں۔ "ویتنزل الامر بینھن" (12:65) ان ساری زمینوں میں اللہ کا حکم اترتا ہے اور ہم وہاں بھی وارث ہیں۔ ساری زمینوں پر انسان بستے ہیں۔ ساری زمینوں پر وہ امتحان دیتے ہیں۔ "الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا" اللہ کہتا ہے کہ مجھے پتا ہے کہ کچھ لوگ سمجھیں گے، کچھ نہیں سمجھیں گے مگر بہت آنے والے لوگ شاید میری بات سمجھ جائیں۔ شاید مجھے اللہ تسلیم کریں۔ میں اُن کے دل روشن کروں، اُن کے دماغوں کو وسعتیں دوں تو وہ یہ بات سمجھ جائیں۔ "لتعلموا ان اللہ علی کل شیء قدیر" (12:65) تاکہ وہ یہ بات جان لیں کہ اُن کا اللہ کتنی بڑی قدرت والا ہے کیونکہ ان تمام زمینوں میں ایک ہی وقت میں اللہ کا حکم اترتا ہے۔ ان زمینوں کے بعد بھی زمینیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جنت میں لوگ داخل کر دیئے جائیں گے تو پھر بھی جنت میں بہت جگہ بچ جائے گی۔ پھر اللہ نئے لوگ پیدا کرے گا۔ نئے سرے سے انہیں آزمائے گا پھر اُن کے داخلے شروع ہو جائیں گے۔ It is an enternal continuous process of distances. خواتین و حضرات! اس process سے گزرتے ہوئے آج کا کوئی انسان اس قابل نہیں ہے کہ وہ ان وسعتوں کو دیکھ سکے۔ مگر آخر ان کے اور ہمارے بقول صرف جو فرق ہے وہ یہ کہ آخر وہ کیا چیز ہے۔ ذرا اس کی وسعت تو دیکھو...... کسی cosmologist سے تو پوچھ کے دیکھو...... اللہ کہتا ہے کہ دوڑو، بھاگو، اللہ کا نام لو تاکہ تمہیں اُس جنت میں داخل کیا جائے جس کی چوڑائی ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے برابر ہے۔ I leave you guessing on this issue and if you find the author of all these informations, I will be delighted to know. میں اس مسئلے کا حل آپ پر چھوڑتا ہوں اگر آپ یہ تمام معلومات مہیا کرنے والے مصنف کو تلاش کر سکتے ہو، اس کا نام بتا سکتے ہو تو مجھے یہ جان کر خوشی ہوگی کہ خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا موجود ہے۔

وما علینا الا البلاغ

سوال و جواب

قرآن کا چیلنج اور صحیح بخاری

سوال: پروفیسر صاحب! آپ نے فرمایا کہ قرآن کا ایک challange تھا: "فاتو بسورۃ من مثلہ" اس کا جواب شاید کافر تو نہیں دے سکے لیکن مسلمانوں نے صحیح بخاری کے تین سپارے لکھ کر مثلہ معہ کے اعلان کے ساتھ قرآن مجید کے چیلنج کا بھرپور جواب دے دیا ہے۔ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ اور قرآن کا پہلا حرف کیا ہے؟

جواب: قرآن کا پہلا حرف "ق" ہی ہے۔ اگر صرف لفظِ قرآن کا پہلا حرف دیکھنا ہے تو "ق" ہے۔ قرآن کا آغاز بسم اللہ سے ہے کیونکہ جب کسی کتاب کو کسی لاحقے کے بغیر نہ پڑھا جائے تو وہ اس کی حصہ بن جاتی ہے۔ اسلئے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اسکی پہلی آیت ہے اور اس کا پہلا حرف "ب" ہے۔ اس سوال کا جواب کہ "قرآن کا چیلنج" ----- "فاتو ابسورۃ من مثلہ" اگر آپ کو یاد ہو تو میں نے اپنی تقریر کے دوران یہ کہا تھا کہ ہماری understanding بعض اوقات بڑی sceptic کیفیات کی حامل ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ تقریباً چھ لاکھ احادیث تھیں اور بخاری نے تقریباً ساڑھے سات ہزار اپنی کتاب میں جمع کیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ احادیث خاصی غلط ہو سکتی ہیں یا اسکا مطلب یہ ہے کہ باقی احادیث صحیح نہیں ہیں۔ اسلئے بخاری نے آٹھ ہزار احادیث جمع کیں تو یہ ایک پہلو ہے۔ اگر ہم دوسری طرف سے دیکھیں تو وہ لوگ جنہوں نے احادیث collect کیں یا ایک شخص نے چھ لاکھ میں سے ساڑھے سات ہزار احادیث quote کیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ اُس کے معیار criticism (تنقید) کتنے high, strict اور سخت ہوں گے۔ کوئی آپ میں سے بتا سکتا ہے کہ اُس شخص نے کتنی بے پناہ محنت، خلوص اور جاں نثاری برتی ہوگی۔ جس نے اتنے بڑے ہجوم احادیث میں سے ساری زندگی لگا کر محنت اور مشقت کر کے صحیح حدیث کو چنا۔ اس لحاظ سے اگر معیارِ احادیث کو

دیکھیں، روایت اور درایت کو دیکھیں تو میں آپ سے قسمیہ کہتا ہوں کہ جو معیار بخاری اور مسلم نے رکھے ہیں، روایت و درایت کے جو کڑے اصول انہوں نے رکھے ہیں اُن پر میں بھی پورا نہیں اترتا۔ اگر میں بھی اُس زمانے میں ہوتا اور اگر میں نے کوئی روایت لی ہوتی تو میں قسم اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ بخاری میری بھی حمایت نہ کرتے۔ وہ اتنے سخت تھے کہ آج تک پوری دنیا میں، شرق و مغرب میں criticism کے جتنے معیار ہماری نظر سے گزرے ہیں بلکہ مغرب جس کو اپنے تنقید کے معیار (Standard of criticism) پر بڑا ناز ہے، اُن میں سے ایک شخص بھی حدیثِ رسول ﷺ کے معیار پر پورا نہیں اترا۔

میں آپ کو ایک بڑی دلچسپ بات بتاؤں کہ میں کچھ عرصہ پہلے انگلینڈ گیا تو وہاں ایک پروفیسر صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ وہ Anthropology کے پروفیسر تھے انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی جو شاید ان سے لکھوائی گئی تھی، جیسا کہ انہوں نے کہا----- اُس کتاب کا نام تھا "Dreams of Mulla Umar" اُس کتاب میں مُلّا عمر نے رسول ﷺ کے بارے میں بتیس خواب نقل کئے تھے کہ مجھے یہ یہ بشارتیں نصیب ہوئی تھیں۔ جب اُس نے کہا کہ پروفیسر صاحب میں نے آپ کو ایک کتاب بھیجی ہے اس لئے کہ آپ چیک کر کے بتائیں کہ یہ کہاں تک درست ہے۔ میں نے ساری کتاب پڑھنے کے بعد کتاب پر یہ لکھ دیا کہ: This is all rubbish. تو پروفیسر کو اتنا غصہ آیا، ظاہر ہے He must be very frustrated. وہ بریڈفورڈ میں میرے پاس پانچ گھنٹے کی نشست میں رہا اور اُس کا ایک جملہ مجھے حیرت زدہ کر گیا۔ وہ کہنے لگے: کیا یہ حدیث مصدقہ نہیں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھے دیکھا۔" میں نے کہا: "ہاں، ٹھیک ہے یہ بات سچ ہے۔" انہوں نے کہا کہ پھر تمام dreams جو نقل ہوئے ہیں وہ غلط کیسے ہو سکتے ہیں۔ بات تو اُن کی بہت معقول اور زبردست تھی مگر میں نے انہیں کہا کہ دیکھو بھائی! بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھنے کے شائق ملتِ اسلامیہ میں سے ہزاروں، لاکھوں لوگ ہیں اور ہمیں کسی کے دیکھنے پر کوئی

اعتراض نہیں ہے۔ This is a personal vision. مگر اگر رسول اللہ ﷺ نے کوئی بات کہی ہے تو وہ حدیث ہے اور جب وہ حدیث ہوگی تو اُس پر روایت و درایت ضرور لاگو ہوگی، چاہے وہ خواب دیکھے۔ اگر وہ خواب میں آئیں اور زندہ انسانوں کی طرح انہوں نے کوئی بات کہی اور کسی نے سنی ہے تو پھر اُس پر روایت و درایت کے اصول لاگو ہوں گے اور جب روایت و درایت کے اصول لاگو ہوں گے اور جب رویت و درایت کے اصولوں پر ملا عمر کے تمام خوابوں کو پرکھا جائے تو اس میں سے کوئی بھی سچ ثابت نہیں ہوتا۔

بہت سے لوگ احادیث پر اسلئے معترض ہوتے ہیں کہ یہ قرآن کی مخل ہیں جیسے یہ بات کہ "مثلہ" مگر ایک سادہ سا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس خدا نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے وہ ان اعمالِ قرآن کی حفاظت کا ذمہ کیسے نہ لیتا جنہوں نے اُن آیات کو ثابت کرنا تھا اور انہیں آگے بھیجنا تھا۔ فرض کریں کہ اگر قرآن کے الفاظ ہیں اور اُن کے ساتھ پیغمبر کا عمل موجود نہیں ہے یا ان کے ساتھ پیغمبر کی وضاحتِ اعمال موجود نہیں ہے تو اس کو کس طرح سمجھا جائے گا۔ اس سے پہلے یہ بات یاد رکھئے کہ قرآن خلا (void) میں ہے۔ قرآن لوحِ محفوظ پر ہے یا آسمانِ اول پر ہے یا شبِ قدر کی رات کو اترا ہے۔ قرآن اُس وقت تک void میں ہے جب تک اُس کا explanator (شارح) نہیں ہے۔ اُس کا executor نہیں ہے۔ The first thing is how to prove it is the word of God. The second thing is how to perform according to the word of God. قرآن میں اگر نماز کا حکم ہے تو نماز ادا کرنے کا طریقہ آپ کو پیغمبر بتائے گا۔ اگر قرآن میں ایک آیت واضح نہیں ہے تو پیغمبر کی performance بتائے گی کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ قرآن جب یہ کہتا ہے کہ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" (اور عبادت کئے جا حتیٰ کہ تو یقین تک پہنچے) تو دنیا کے سارے تراجم اُس کا ترجمہ یقین کرتے ہیں اور پیغمبر ﷺ اُس کا ترجمہ موت کرتے ہیں۔ یہ فرق ہے understanding میں۔ جب قرآن کی آیت "ان اللہ یحب التوابین

ویحب المتطھرین" کے بارے میں پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ لوگ کون ہیں؟ (آپ مجھے دنیا میں کوئی شخص بتادیں جو "متطھرین" کا ترجمہ وہ کرے جو حضور ﷺ نے کیا)------ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ڈھیلے کے بعد آب دست لیتے ہیں۔ Those who are a little more clean. مسئلہ یہ ہے کہ وہ لوگ بھی صاف ستھرے ہیں جو ڈھیلا استعمال کرتے ہیں مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اُن کو مطہرین کہہ رہا ہے جو ڈھیلے کے بعد آب دست لیتے ہیں۔ This is only explained by the Prophet. یہ وضاحت فلسفہ مذہب سے نہیں آتی۔ یہ execution of religion order میں آتی ہے۔ اللہ کا مذہب کسی ایک intellectual کیلئے نہیں ہے۔ arm chair thinkers کیلئے نہیں ہے۔ دانش مند کیلئے نہیں ہے جو بیٹھ کر قرآن کے بارے میں اپنے thesis لکھتا ہے------ میں نے ایک محترم کو دیکھا جن کا تعلق پنجاب سے تھا۔ غلام احمد پرویز اُن کا نام تھا۔ وہ ایک مسئلہ لکھتے ہوئے بار بار یہ جملہ لکھے: "استغفر اللہ، اعوذ باللہ" ایک بات کرتے ہیں اور ساتھ لکھتے "استغفر اللہ، اعوذ باللہ" فرض کرو وہ بات سچ ہوئی تو پھر یہ استغفر اللہ کدھر جائے گا۔ اگر وہ باتیں ویسی ہی ہیں جیسا انہیں احادیث بیان کر رہی ہے یا جیسے رسول اللہ ﷺ کہہ رہے ہیں تو پھر یہ استغفر اللہ کس پر پڑھ رہے ہیں------ کیا قولِ وفعلِ رسول ﷺ پر پڑھ رہے ہیں؟ کیا اللہ کے رسول ﷺ پر پڑھ رہے ہیں؟

کسی social setup یا معاشرتی نظام کے اندر قرآن حکیم کسی فردِ واحد کیلئے نہیں اترا بلکہ basic intelligence کے انسانوں سے شروع ہو کر وہ highest pattern کے انسانوں کی طرف بڑھتا ہے۔ اگر عموی لوگ یہ کہیں کہ قرآن تو سارا صرف ذہین لوگوں کیلئے ہے، arm chair physicians کیلئے ہے، arm chair intellectuals کیلئے ہے تو اُس قرآن کی کیا حیثیت واہمیت رہ جائے گی؟ اگر میں یہ سمجھوں کہ میں پڑھ لکھ کے قرآن کو اس طرح واضح کرنا چاہتا ہوں۔ میں تو آپ کو suggest کر رہا

ہوں اور اگر آپ کو سننے کا شوق ہے تو آپ سن رہے ہیں مگر ان لوگوں کا کیا بنے گا کہ نہ ان کو cosmology سے دلچسپی ہے نہ technology سے دلچسپی ہے، جن کو ابتدائی mathematics نہیں آتی، جن کو شاید لکھنا نہیں آتا۔ کیا وہ امتِ مسلمہ سے نکل جائیں گے؟

The Quran always starts from the basic human intellect. قرآن ہر سطح پر انسانی ذہن کی تربیت کرتا ہوا آگے بڑھتا ہوا اُن اعلیٰ ترین ذہانتوں (highest most intelligencia) تک پہنچتا ہے جو ذہنی طور پر properly commit کر کے خدا تک پہنچتی ہیں اور اس کے لئے ہمیں افعال و اعمالِ رسول ﷺ کی وضاحت کی از حد ضرورت ہے۔ میں آپ کو ایک ذاتی مثال دیتا ہوں: میں نے ایک شخص سے قرض لیا۔ وہ تقاضا کرنے آ گیا۔ میں نے دور سے اُس کی شکل دیکھی تو میں نے سوچا کہ بھاگ جاؤں۔ اُس وقت میرے پاس پیسے نہیں تھے تو میں بھاگ گیا۔ آدھے راستے تک جب پہنچا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: "یار بات سنو: "فان العزۃ للہ جمیعًا" تو اس شخص سے اس لئے بھاگ گیا کہ لوگوں کے بیچ تیرے گریبان میں ہاتھ ڈالے گا۔" I came back and faced the situation. I was ready. مگر آپ کو پتا ہے کہ میں کیوں واپس آ گیا؟ مجھے حضور کائنات ﷺ کی ایک حدیث یاد آ گئی۔ انہوں نے بھی ایک شخص کا قرض دینا تھا، وہ ایک یہودی تھا اُس نے قرض کا مطالبہ کیا۔ حضور ﷺ نے معذرت کی۔ وہ سخت الفاظ بولنے لگا اور بار بار حضور ﷺ کی داڑھی پر ہاتھ ڈالتا تھا کہ محمد ﷺ! تم تو ہمیشہ یہی کہتے ہو۔ حضرت عمرؓ ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے بدبخت اگر پھر تم نے حضور ﷺ کی ریشِ مبارک پر ہاتھ بڑھایا تو میں تیری گردن کاٹ ڈالوں گا۔ حضور ﷺ پیچھے پلٹے اور فرمایا: "عمرؓ! تو باؤلا ہو گیا ہے، میں نے اس کا قرض دینا ہے، اس کا مجھ پر حق ہے جو میں نے ادا کرنا ہے۔" یہ صورتِ حال تھی کہ جب حضور ﷺ مقروض تھے۔ یہ وہ بات تھی جس نے مجھے convince کیا کہ حضور اکرم ﷺ ایسی عظیم ترین اور بزرگ ترین ہستی اگر ان معاملات میں اس قدر حق شناس ہو سکتی ہے تو پھر میری کیا حیثیت

ہے۔ Why should I avoid. میں اسی وقت واپس گیا۔ صرف اس حدیث کو یاد کرنے کیلئے میں آپ کو یہ بات بتا رہا ہوں۔ میں واپس آ کر اسی جگہ پر کھڑا ہو کر اس کا انتظار کرنے لگا تا کہ وہ آئے اور میری insult کرے----تو اُس نے دور سے کہا کہ میں آج جا رہا ہوں۔ اگلے ہفتے پھر آؤں گا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حدیث کے بغیر زندگی گزار سکتے ہیں۔ وہ حماقت کی دنیا میں بستے ہیں۔ کمال کی بات ہے کہ بجائے اسکے کہ وہ لوگ پندرہ سو برس کے بعد اپنے استاد کے کمالات کا مجموعہ دیکھیں اور ان کی ایک ایک حرکت کو copy کرنے میں فخر محسوس کریں۔ وہ اُن اصحاب پر بھی گلہ کرتے ہیں جنہوں نے اپنے آقا و رسول ﷺ کی ایک ایک بات کو جمع کیا اور صدقاً ہمیں پہنچا دیا۔ آج پندرہ سو برس کے بعد میرے پاس قرآن کو ماننے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ میرے پاس مسلمان ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ میں تو محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے اس اعلیٰ ترین معیار جو اُن کے بقول قرآنِ ناطق تھے اُن کی وجہ سے میں اس دلیل تک پہنچا ہوں۔ مجھے یہ حق حاصل ہے کہ میں کچھ احادیث کو مانوں یا نہ مانوں مگر میں پندرہ سو برس پہلے حاضر نہیں تھا۔ یہ یاد رکھنا کہ میری یادداشت میرے باپ کی باتیں بھی یاد نہیں رکھتی اور ان لوگوں نے اپنے حافظے کو، اپنی زندگی کی جدوجہد کو، اپنی تمام محنت کو اُن احادیث کے مجموعے کیلئے جمع کرنے میں زندگیاں گزاریں۔ آپ حیران ہوتے ہونگے کہ یہ credit بخاری کو جاتا ہے کہ چھ لاکھ احادیث میں سے جان مار مار کے انہوں نے ساڑھے سات ہزار احادیث کو منتخب کیا۔ باقی احادیث وہ کیوں نہیں جمع کر سکتا تھا۔ جب ایک شخص کے پاس چھ لاکھ احادیث ہیں تو وہ ساری اُسی طرح جمع کر کے آپ کو کیوں نہ دے دیتا؟ کیا اُس کے اخلاص اور محنت کا صلہ آج کا مسلمان یہ دینا چاہتا ہے کہ بخاری غلط تھا۔ ہاں! خطا کے امکانات قرآن میں نہیں بخاری میں موجود ہیں اور وہ لفظی خطا بھی ہو سکتی ہے مگر جس شخص کو بخاری کے standard پر شبہ ہے وہ مقوقس شاہِ مصر کا وہ خط پڑھ لے جو مصر میں تاریخ کے نوادرات میں سے نکلا ہے۔ وہ خط جو سرکارِ رسالت مآب ﷺ نے عزیزِ مصر مقوقس کو تبلیغ کیلئے لکھا تھا اور پھر صحیح بخاری میں بھی اُس خط کو پڑھ لے جو بخاریؒ نے نقل

کیا ہے۔ اگر کوئی فرق نظر آئے تو پھر کہنا کہ بخاری نے غلط collection کی ہے۔ یہ کہاں کے لوگ ہیں جو اتنی بڑی بات کہہ رہے ہیں ------ ذرا ایک لطیفہ سنیئے ------ ''ایک شخص کہتا ہے کہ میرے نزدیک ابابیلیں نہیں تھیں۔'' میں اس سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم وہاں موجود تھے ------؟ Were you the eye witness? ایک شخص کہتا ہے کہ مصر میں دریائے نیل نہیں پھٹا تھا بلکہ کچھ اور واقعہ ہوا تھا ------ کیا میں وہاں تھا یا تم وہاں موجود تھے ------؟ تاریخ اور قانون کی سب سے بڑی گواہی عینی شہادت ہوتی ہے۔ All evidences unnecessary, if you find an eyewitness. اب اگر واقعہ ابابیل کے بارے میں آپ نے عینی شاہد کی بات سنی ہے تو وہ لشکر ابرہہ کا گائیڈ تھا جو ایک عرب سردار تھا۔ وہ عرب سردار شاعر تھا اور اسے کسی سے محبت تھی۔ اُس نے شاعری کر کے وہ قصیدہ اپنی محبوبہ کو دیا اور اس میں اپنے اس واقعہ کا آنکھوں دیکھا حال لکھا۔ جب وہ قصیدہ لکھ رہا تھا تو اُس نے دو جملے بڑے دلچسپ لکھے۔ اس نے لکھا:

> ''میں ابرہہ کے لشکر کو گائیڈ کر کے لایا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آسمان پر
> پرندے آئے۔ پھر میں نے ابرہہ کا لشکر دیکھا تو ابرہہ کا سارا لشکر مجھے
> ڈھونڈ رہا تھا جیسے میں ان کے باپ کا نوکر ہوں کیونکہ اُن کو واپسی کا رستہ
> معلوم نہیں تھا ------ اور اے میری محبوبہ! جب وہ پتھر گرے اور پرندوں
> نے وہ پتھر گرائے اور ہم مر رہے تھے تو میں ڈر رہا تھا کہ کوئی پرندہ میرے
> سر پر آ کے کنکر نہ گرا دے تو میں بھاگ کے ایک پہاڑ کی کھوہ میں گھس
> گیا''۔

اتنی بڑی personal evidence کے ہوتے ہوئے کون یہ شک کر سکتا ہے کہ وہ پرندے تھے یا کوئی مرض تھا جبکہ وہ پورے کا پورا visual اُس کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ اسی طرح جب نیل سے موسیٰ کا لشکر گزر رہا تھا تو تورات میں باب گنتی کے مطابق بارہ لاکھ یہودی دریائے نیل سے گزرے ------ دو ہی شہادتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو بارہ لاکھ یہ کہیں کہ اسی طرح ہوا ہے یا بارہ لاکھ

میں سے کوئی ایک یہودی یہ کہے کہ ایسا نہیں ہوا تھا۔ کمال کی بات ہے کہ اُن بارہ لاکھ نے شہادت دی کہ یہ واقعہ ہوا۔ ایک یہودی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا۔ مگر کمال کی بات یہ ہے کہ پندرہ سو برس بعد آپ کا "یہودی" کہہ رہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا، آپ کا "مسلمان" کہہ رہا ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ How can we trust him against all those twelve lac people's witness. یہ وہ لوگ ہیں جو armed chair پر بیٹھ کے theoratical thesis مرتب کرتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ ان سے بڑا جاہل کوئی موجود ہو سکتا ہے۔

ایک بڑے مفکر نے بخاری کی احادیث پر ایک اعتراض کیا: حدیث میں ہے کہ "جس نے کہا لا ادری وہ نصف عالم ہے" (وہ نہیں جانتا اسلئے وہ نصف عالم ہے۔) موصوف نقاد فرماتے ہیں کہ "جس نے دو مرتبہ کہا لا ادری وہ پورا عالم ہو گیا"۔ یہ مزاحیہ انداز ہے کسی چیز پر crticism کا ----- حالانکہ حدیث بڑی واضح ہے کہ جس کو آتا ہے وہ بتا دے تو وہ عالم ہے اور جس کو نہیں آتا وہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا تو وہ بھی عالم ہے۔ علم کے دو حصے ہیں: "جاننا یا نہ جاننا" ----- اگر کوئی صدقِ دل سے یہ اعتراف کرے کہ مجھے اس کا نہیں پتہ تو وہ نصف عالم ہے۔ میں اس بارے میں آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص باہر سے آیا اور اُس نے کہا کہ اے ابنِ مسعود! اس بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے کہا: "میں نہیں جانتا، جاؤ فلاں سے پوچھو"۔ وہ اُدھر گیا، اُس عالم نے کہا کہ میں بھی نہیں جانتا۔ ایسا کرو جناب علیؓ سے پوچھ لو۔ وہ حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ ایک صحابی نے دوسرے کے پاس پہنچایا پھر دوسرے نے تیسرے کے پاس ----- ایک نے کہا: "اے سادہ دل! اس کا علم صرف عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس ہے"۔ وہ پھر واپس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا اور کہا: "عبداللہ بن مسعودؓ! تو مجھے دوڑا دوڑا کے پاگل کر رہا ہے۔ سب کہہ رہے ہیں کہ اس بات کا صرف تجھے ہی پتہ ہے اور تو مجھے بتا نہیں رہا"۔ انہوں نے کہا کہ "میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ میں مر جاؤں مگر رسول اللہ ﷺ پر authority سے کوئی بات نہیں کروں گا"۔ اور یہ آج کے عالم ہیں -----! جو

بے سروپا کہانی یہ حدیث کے بارے میں سناتے ہیں اور احادیث پر اعتراض کرتے ہیں یہ عالم نہیں ہیں۔

جب ہم بہت ساری احادیث کے ناقص ہونے کی بات کرتے ہیں تو یاد رکھئے کہ اس کی وجہ احادیث نہیں ہیں بلکہ اس کی وجہ روائین ہیں۔ آپ کو پتہ ہونا چاہئے کہ روایت و درایت میں الفاظِ حدیث پر گفتگو نہیں ہے بلکہ راوی پر اُن کے صدق اور غیر صدق attitudes پر ہے۔ کلام بعد میں آئے گا، پہلے ہم نے یہ confirm کرنا ہے کہ پیغام کی series of transference کسی سچے بندے سے ہو رہی ہے یا کسی غلط بندے سے ہو رہی ہے۔ حال یہ ہے کہ واقدی کی حدیث قبول نہیں کی جاتی اور اسحاق کی جاتی ہے یعنی اُستاد کی قبول نہیں کی جا رہی اور شاگرد کی قبول کی جا رہی ہے۔ باپ کی قبول نہیں کی جا رہی اور بیٹے کی قبول کی جا رہی ہے۔ اسکی وجہ صرف ان کے وہ کڑے ترین معیارات ہیں جو کم از کم میرے زمانے کا تو کوئی عالم عبور نہیں کر سکتا۔ ان کی رائے اتنی strict ہے کہ دنیا کا کوئی سخت ترین teacher بھی اُن کو عبور نہیں کر سکتا۔ باقی رہا یہ سوال کہ قرآن کی معیت میں ہونا...... ہاں، اور آپ کیا کہہ سکتے ہو کہ اگر حدیث معترز ہے تو اس لئے کہ وہ افعالِ رسول ﷺ ہیں اور اگر افعالِ رسول ﷺ ہیں تو یہ قرآن کے مطابق ہیں۔ کیا آپ اس قول کو نہیں جانتے کہ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس لوگ پوچھنے آئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا اخلاق کیسا تھا تو انہوں نے فرمایا: "کیا تم قرآن نہیں پڑھتے" مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون پوچھے گا؟ اور کون کہے گا؟ جب کسی وقت وہ استاد بیٹھتا ہے...... اور پتہ نہیں کہاں کہاں سے آ کے لوگ اُن سے سوال پوچھتے ہیں۔ اُن سے باتیں پوچھتے ہیں۔ اب وہ لوگ جو آتے ہیں وہ multi facet (مختلف پہلوؤں) پر سوالات کا ایک ڈھیر لگاتے ہیں پھر اُن کے گواہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو استاد کے پاس ہوتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے زمانے کے لوگ کہتے ہیں کہ ستر ہزار لوگ اُن کا وعظ سننے کیلئے ان کی مجلس میں جاتے تھے۔ اب اُن لوگوں کا standard کیا ہوگا؟ کیا سب ایک standard کے ہونگے؟ اگر کوئی

یونیورسٹی کا پروفیسر ہو گا تو ہو سکتا ہے کہ دوسرا کوئی آم بیچنے والا ہو۔ قدرتی طور پر جب بات آگے بڑھے گی تو اُس گفتگو میں یا اُس انداز میں کوئی نہ کوئی لفظی کمی بیشی آ جائے گی کیونکہ ہر انسان ایک ہی طرح ذہنی طور پر کسی چیز کو یاد رکھنے کے قائل نہیں ہوتا چنانچہ اگر کوئی تفاوتِ الفاظ ہے اور اگر کوئی short calibre ہو گیا ہے تو ہم جانتے ہیں کہ قرآن حکیم کے الفاظ میں یہ calibre short نہیں ہو سکتا مگر اگر رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ الفاظ کے version میں کوئی چھوٹا موٹا اس قسم کا لفظ آ جاتا ہے تو ہم اُسکی حقتر رائے کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ لے لیتے ہیں۔ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ کچھ احکامات پہلے آ گئے اور کچھ احکامات بعد میں آئے اور بعد میں آنے والے احکامات کی وجہ سے پہلے آنے والے احکامات ختم کر دیئے گئے۔ اس لئے بعض احادیث آپ کو صرف contradictory نظر آتی ہیں مگر اُس کی وجہ contradicition نہیں ہے بلکہ progressive religion of the statements ہیں۔ آپ قرآن میں بھی ایسے ہی پائیں گے:- "ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير منها او مثلها" (106:2) (جب ہم کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر آیت عطا کر دیتے ہیں) مگر سوال یہ ہے کہ منسوخ کیوں کر دیتے ہیں۔ اللہ کو منسوخ کی ضرورت کیوں پڑ گئی؟ شاید لوگ ایک چیز کو نہیں جانتے کہ یہ ناسخ و منسوخ سب انسان پر اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے فرمایا: "تم میں سے ایک مومن دو سو کافروں پر بھاری پڑے گا۔" پھر فرمایا: "میں نے تمہاری کمزوری دیکھی ہے اب میں اُس standard کو ہٹا دیتا ہوں۔ اب یہ ہے کہ تم میں سے ایک دو پر غالب آئے گا۔" یہ صرف اس وجہ سے اللہ نے کیا کہ وہ دو سو والا ختم نہیں ہوا کہ جو بھی ایمان کی اُس limit تک پہنچے گا اس پر دو سو کا ہی قانون ہو گا مگر عمومی طور پر ایک مومن کو جرات و ہمت دینے کیلئے یہ کہا کہ ایک مسلمان دو کافروں پر غالب آئے گا اور یہ عمومی قانون بن گیا اور پہلا خصوصیت میں چلا گیا۔ میں آپ کو 65ء کی جنگ کا ایک واقعہ بتا سکتا ہوں کہ جب ہمارا ایک میجر یا کیپٹن اکیلا کشمیر میں پورے دو سو انڈین آرمی کے بندوں کو گرفتار کر کے لایا تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں تھا، اُس نے

آواز دی کہ تم سب گھیرے میں آ گئے ہو لہٰذا یہ جگہ چھوڑ کے چلے جاؤ----- ابھی بھی آپ 65ء کی جنگ کے بارے میں کسی فوجی سے جا کے یہ پوچھ سکتے ہو کہ کس طرح ایک آدمی دو سو لوگوں کو قید کر کے لایا۔ اسی طرح ہم آج بھی ویسے ہی حالات سے دوچار ہیں۔ اگر کوئی ہم پر غالب آئے اور ہم میں سے کوئی ایمان والا ہوا تو اس پر بھی یہی دو سو والا اصول apply ہوگا۔ اگر اس کے برعکس غور کریں تو ہندوستان میں جنگ پلاسی میں سراج الدولہ کے پچاس ہزار سپاہی بھی لارڈ کلائیو کے تین ہزار سپاہیوں سے شکست کھا گئے۔ ----- یہ کوئی ناممکنات نہیں ہیں۔ خدا کے قوانین صرف مخصوص لوگوں کیلئے نہیں بنائے جاتے بلکہ وہ عمومیت میں جاتے ہیں۔ اسی طرح احادیث ہمیں رسول اللہ ﷺ کے قرآن کے اُس معتدل انداز کو سکھاتی ہیں جو شاید کبھی بھی ہمارے علم میں نہیں آ سکتا۔ ہمارے علماء کو کیا پتہ؟ یہ تو ہمیں شکوک کی طرف لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

میں حال ہی میں ایک مسئلہ سن رہا تھا۔ میں کسی کو غلط نہیں کہوں گا مگر جب میں وہ بیان دیکھ رہا تھا تو مجھے حیرت یہ ہو رہی تھی کہ کیا اس مسئلہ کو حل کرنے کا یہ طریقہ ہے، شاید پشاور میں اعلان ہوا کہ چار سو لوگوں نے چاند دیکھا۔ ہمارے ہاں اعلان ہوا کہ چاند دکھائی نہیں دیا اور اس کے بعد اگلے دن ہم نے عید منائی۔ میں نے بھی اِدھر ہی عید منائی۔ انہوں نے بھی اعلان کیا کہ جس نے روزہ نہیں رکھا اور جس کا ایک رہ گیا وہ قضا کرے۔ میرے ذہن میں ایک عجیب سا خیال آیا کہ اگر یہ ایک چھوٹا سا کام کر لیتے کہ جب اُدھر پشاور سے چار سو لوگوں کی گواہی آئی کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو اُن کا ایک حق تو بنتا تھا کہ اِدھر کے لوگ آسمان پر دیکھ کر confirm کریں۔ اگر چاند نہیں تھا تو کہہ دیتے کہ نہیں ہے اور اگر ہوتا تو کہتے کہ ہاں ہے اور بجائے قضا کے مسلمانوں سے یہ کہتے: "-----فدیة طعام مسکین" (184:2) اے مسلمانو! عید ہو گئی ہے جب باہر نکلو تو فطرانے کے ساتھ فدیہ میں غریب آدمیوں کو کھانا کھلا دو۔ تمہارا رمضان پورا ہو جائے گا۔ مجھے یقین تھا کہ اگر اس طرح ہوتا تو یہ طریقہ اللہ کو زیادہ پسند آتا کیونکہ اُس نے لکھا ہوا ہے کہ مجھے کھانا کھلانا سب سے زیادہ پسند ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا مجموعی طور پر غلطی نہیں ہو سکتی-----؟ جب ایک

بار الجیریا میں سخت گرمی پڑی تو مفتی اعظم نے اعلان کیا کہ اس دفعہ رمضان کے روزے کوئی نہ رکھے کیونکہ جان کے ضیاع کا خطرہ ہے، گرمی بہت زیادہ ہے اور میرا فتویٰ یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان روزہ نہ رکھے تو کوئی پرابلم نہیں ہوگی۔ پھر بھی کئی لوگوں نے رکھے ہوں گے مگر مفتی اعظم کا فتویٰ یہ تھا کہ کوئی روزہ نہ رکھے۔ That's where religion is made easy. یہاں ایک فقیہ قرآن کی اس آیت پر عمل کرتا ہے:- "طٰہٰ ○ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ" (ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔) اسی وجہ سے جب ایک بار دورِ فاروقی " میں قحط پڑا تو حضرت عمرؓ نے نصِ قطعِ ید کا قرآن کا قانون معطل کر دیا----- "چونکہ روٹی مل ہی نہیں رہی، فاقہ زدگی ہے تو میں ہاتھ کاٹنے کی سزا معطل کر رہا ہوں" تا وقتیکہ حالات نارمل نہ ہو جائیں، تا وقتیکہ ریاست اپنے فرائض نہ پورے کرے۔ یہاں دیکھئے کہ ایک روزے کی خاطر کبھی اس پر دشنام طرازی، کبھی اس پر دشنام طرازی----- بھئی! Just try to come up and see whether they are wrong or right. How can you tell they are wrong? آپ نے تو کوشش ہی نہیں کی، نہ پنجاب میں نہ سندھ میں کہ چھت پر جا کر چاند دیکھیں۔ اگر ایک روزہ کم بھی ہو گیا تو کیا قیامت آ جائے گی۔ کیا اللہ میاں کو آپ کے روزے خوش کرتے ہیں؟ کیا اُس نے قرآن میں بتایا نہیں کہ تمہاری قربانیوں کا گوشت مجھے نہیں پہنچتا۔ مجھے تو تمہاری نیتیں پہنچتی ہیں۔ جس نے اچھائی کی اُس نے اپنے لئے کی۔ جس نے برائی کی اُس نے اپنے لئے کی۔ مجھے تو تمہاری نیت اور اخلاص پہنچتا ہے۔ اگر وہی تم میں نہیں ہے تو تم کاہے کو اپنی عبادتوں سے مجھے خوش کرو گے۔ اس طرح کبھی نہ کرنا۔ Until we know the attitude of the Prophet according to the verses of the Quran, we can understand nothing about God. اس لئے حدیث سے مغائرت اچھی نہیں----- ہاں، آپ کی مرضی ہے کہ آپ دیکھو کہ کون سے standards آپ کو اپیل کرتے ہیں یا آپ اپنی طرف سے ایک نیا criticism لے آؤ اور

پھر حدیث کا مطالعہ کرو حتیٰ کہ "موطا امام مالک" کو لوگ کہتے تھے کہ یہ سب سے زیادہ standardize تھے تو آپ موطا پر عمل کرلو یا امام انس بن مالک کی احادیث پر عمل کرلو۔ ہم کسی حدیث کو نہ تو neglect کر سکتے ہیں اور نہ reject کر سکتے ہیں۔

لادین سے دوستی

سوال: میری ایک (atheist) لادین دوست ہے میں اس دوستی کو اسلام کی حدود میں رہ کر کیسے نباہ سکتی ہوں؟

جواب: atheist میں بھی بڑی قسمیں ہوتی ہیں۔ آپ ان سے دوستی رکھ سکتے ہو۔۔۔۔۔۔ کھاؤ پیو، عیش کرو۔۔۔۔۔۔ اگر وہ حرام کھا رہا ہے تو آپ نہ کھاؤ بلکہ اسے اتنا حلال کھلاؤ کہ وہ حرام سے ہی رک جائے۔ اُس سے دوستی یا کوئی relationship رکھنا ممنوع نہیں ہے۔ ہم اُس جگہ دوستی ترک کرتے ہیں جہاں ہمیں شبہ ہو کہ یہ ہمارے مذہب پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہو رہی ہے مثلاً اگر وہ بڑا impressive ہے، شاندار ہے اور آپ کے پاس اس کو face کرنے کیلئے مناسب دلائل نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے faith میں کمزور پڑ جاؤ۔ رفتہ رفتہ وہ آپ پر حاوی ہو سکتا ہے کیونکہ اس کے پاس مضبوط کلچر اور مضبوط دلائل ہیں تو وہاں کمزوری آپ کے مذہب کی نہیں ہوگی بلکہ آپ کی ہوگی۔ اصولاً جو سوچ سمجھ کے مذہب قبول کرتے ہیں وہ بہت فراخ دل، فراخ دست اور فراخ مزاج ہوتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ کوئی شخص بھی مذہبی لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہو سکتا ہے۔ I don't think so. I don't know. کہ آپ کون سے مذہب کو مانتے ہو اور کون سے مذہب کو تسلیم کیے بیٹھے ہو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ نے قرآن میں وعدہ کیا ہوا ہے کہ میرے بندے، مجھے چاہنے والے، جو مسلمان ہیں ان کے آگے آگے میرا نور دوڑتا ہے۔ Obviously they are more attractive than anybody else as God said. جن کے آگے آگے، دائیں بائیں اللہ کا نور چل رہا ہو اُن سے زیادہ خوبصورت، باوقار اور attractive بندہ کون ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو

atheist سے ڈرنے کوئی کوئی ضرورت نہیں بلکہ آپ اپنا مذہب ذرا ٹھیک کر لو۔

خدا اور سائنس دان

سوال (۱): کیا مذہب کے ماننے والوں کیلئے الحاد کوئی مسئلہ ہے؟ (۲) اللہ اس کائنات پر سوچ وبچار کرنے والوں کی بڑی تکریم کرتا ہے مگر یہی سوچ و بچار کرنے والے اشخاص یعنی scientists اللہ کا سب سے پہلے انکار کرتے ہیں۔ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اصل میں یہ درست نہیں ہے۔ سب ایک جیسے نہیں ہوتے مگر سب سے بدترین بات یہ ہے کہ جیسے شیخ ابن عربی نے کہا کہ "علم حجاب اکبر ہے۔" سب سے بڑا مسئلہ کسی intellectual کیلئے اُس کا اپنا intellect ہوتا ہے۔ This is a big dilemma, more psychological and scientific attitudes. جب میں دیکھ رہا ہوں کہ میری باتیں صحیح ہیں۔ میری محنت کے نتائج صحیح ہیں۔ میرے غور وفکر (delebrations) کے مطابق کائناتی اور آفاقی مسائل حل ہو رہے ہیں تو اچانک مجھے کوئی کہتا ہے کہ تم مذہب کو مان لو تو میں کہتا ہوں کہ میرے پاس کوئی scientific evidence نہیں ہے، کوئی مثال نہیں ہے تو میں کیسے اس کے بغیر اسے مان سکتا ہوں اس لئے جو بھی سائنسدان خدا کو مانتا ہے یا ماننے کی کوشش کرتا ہے وہ اس مسئلے کا سامنا کرتا ہے۔ جس طرح باقی لوگوں نے scientific مسائل پر research کی ہے میں نے بالکل اُسی طرح اللہ کے تصور پر research کی ہے۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کہ west میں مجھ سے ایک پروفیسر نے پوچھا کہ تم نے خدا کو کیسے تلاش کیا؟ میں نے اُس سے کہا کہ بھائی میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں اُلٹا نہیں لٹکا۔ میں نے کوئی چگادڑ کا روپ اختیار نہیں کیا، بس میں نے ایک عام طالب علم کی طرح جدوجہد کی۔ مجھ میں سچائی کو جاننے کی خواہش تھی اور زیادہ تر خواہش یہ تھی کہ میں اللہ سے جان چھڑاؤں۔ سچ یہی تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میری زندگی میں ہر جگہ ایک خوف سا تھا، ایک وسوسہ تھا کہ جدھر سے گزروں اللہ مارے گا، اللہ یہ کرے گا، اللہ وہ کرے گا۔ وہی concepts جو پیچھے سے چلے آرہے تھے۔ اُس خوف وہراس سے بچنے کیلئے

میں نے فیصلہ کیا کہ چلو یارا اسکو ڈھونڈ کے ہی رہو، اگر وہ ہے تو ٹھیک، اگر نہیں ہے تو جان چھوٹ جائے گی۔ اس طرح میں نے خدا کے تصور پر آٹھ سال تک تحقیق کی۔ اُس کو میں نے چھوٹے level پر تلاش نہیں کیا۔ ان فلاسفروں اور دانش وروں کے خدا پر کئے گئے بڑے بڑے اعتراضات میرے سامنے تھے جن کو واقعی atheist (لادین) کہا جا سکتا ہے اور میں نے اُس معیار پر خدا کو پرکھنا شروع کیا۔

مجھے سائنس دانوں میں خاص طور پر cosmology کے سائنس دانوں میں خدا کے بارے میں ایک بہت بڑی کمزوری نظر آئی وہ میں آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ الیگزینڈر فلیمنگ ایک کلچر پلیٹ پر تحقیق کرتا رہا۔ وہ ایک پلیٹ رکھ کے اُس پر جرثوموں کی افزائش کر رہا تھا----- بارہ سال گزر گئے----- راتوں کو اُٹھ اُٹھ کے دیکھتا تھا----- (culture جرثوموں کے پالنے کو بھی کہتے ہیں، فیشن بھی کلچر کی طرح ہی ہوتے ہیں، جب یہ پھیلتا ہے تو بالکل جرثوموں کی طرح پھیلتا ہے سائنس دان جو جرثومے پالتا ہے اس کو بھی کلچر ہی کہتے ہیں) بارہ سال بعد اچانک الیگزینڈر فلیمنگ پینسلین دریافت کر لیتا ہے۔ مائی سین اور ایسی ہی کئی چیزیں اسی طرح اچانک دریافت ہوئیں۔ اچانکیت بڑا اثر رکھتی ہے مگر اس اچانکیت کے پیچھے اٹھارہ، بیس یا پچیس سال کی ایک بڑی شدید labour ہوتی ہے۔ اتنی محنت کے بعد جب وہ کچھ دریافت کر لیتے ہیں تو وہ ایسے الفاظ کہتے ہیں: Excellent...! very good...! exceptional hard work...! This is a meticulous work...! dedicated, great people work with... But when they talk about God they talk like quacks. مگر جب وہ خدا کی بات کرتے ہیں۔ چاہے وہ ہود بھائی ہوں یا الطاف بھائی ہوں یا سرکار بھائی ہوں تو لگتا ہے جیسے گلی میں بندر والا کھڑا ہے نہ اُن کا کوئی مطالعہ ہوتا ہے، نہ انھوں نے کوئی غور کیا ہوتا ہے، نہ اُن کی کوئی فکری کاوش ہوتی ہے، نہ انہوں نے کوئی research کی ہوتی ہے، نہ انہوں نے قرآن پورا پڑھا ہوتا ہے، نہ

انہوں نے حدیث پڑھی ہوتی ہے، نہ تاریخ اسلام کا مطالعہ ہوتا ہے اور نہ ہی انہیں مذاہب کا ادراک ہوتا ہے۔ وہ عجیب سے funniest way میں اس پر بات کرتے ہیں----- بالکل ایسے جیسے میں اس وقت مذہب کے thesis کے بجائے atomic physics پر لیکچر دیتا اور بڑا سا ہال سائنسدانوں سے بھرا ہوتا، جو یہ توقع کرتے کہ کب یہ احمق جائے اور ہماری جان چھوٹ جائے۔ اسی طرح جب یہ لوگ خدا پر بات کر رہے ہوتے ہیں تو کس قدر بے وقوف لگ رہے ہوتے ہیں آپ یہ جان نہیں سکتے کہ وہ کتنے ان پڑھ ہوتے ہیں اس لئے میں ان کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ جس بات کا تمہیں پتہ نہیں، اس پر کیوں اپنی رائے دیتے ہو۔ میرے ساتھ ایک practical واقعہ پیش آیا۔ میں نے قرآن کے حوالے سے جب یہ کہا کہ اللہ نے پہاڑ زمین میں گاڑے ہیں تا کہ زمین کو لے کے دوڑ نہ جائیں اور زمین balance میں رہے تو قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے physcis department کے ہیڈ نے مجھے ایک خط لکھا۔ My dear professor if you come at university I will teach you about that, you should not talk on these realities. We have not such evidence. This is not right. میں نے جواب میں صرف ایک بات کہی کہ Sorry professor, you are not a professor of Geology, you are a professor of physics, do not involve yourself into other peoples job. حال تو یہ ہے کہ فزکس والا مجھے طنز کر رہا ہے کہ تم نے geological statements کیوں دی ہیں۔ ظاہر ہے کہ میں نے یہ علم نہیں پڑھا کیونکہ مجھے سائنس دان تو نہیں بننا مگر مجھے اپنے اللہ کے ساتھ یا قرآن کے ساتھ جتنی تعلیمات ملیں گی چاہے وہ سائنس سے ثابت ہوں، آرٹس سے ہوں یا کسی بھی اور ذریعے سے ہوں ان کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

اللہ کی ایک statement ہے۔ آپ مجھے بتایئے کہ میں اس statement کا

ثبوت کہاں سے حاصل کروں----- statement عجیب سی تھی کہ ہُدہُد سلیمانؑ کے پاس آیا اور کہا: "اے بادشاہِ عالم! ہم نے ایک بڑی عجیب اور اعلیٰ مملکت دیکھی جن کی ایک ملکہ تھی اور وہ قوم سورج کی پرستش کرتی تھی" خواتین و حضرات! آپ پتا کرو کہ ہُدہُد کون صاحب تھے؟ مجھے تو نہیں پتہ----- بہت سے لوگ تو اُن کو ہُدہُد ہی نہیں مانتے۔ بھلا پرندے کیسے بول سکتے ہیں۔ آج کل کے intellectuals کہتے ہیں کہ پرندے کہاں بولتے ہیں اور پیغمبر کیسے اُن سے باتیں کر سکتے ہیں۔ ایک صاحب نے کہا کہ سلیمانؑ نے چیونٹیوں سے کوئی خطاب نہیں کیا۔ مگر انہیں تھوڑا سا انتظار کر لینا چاہیئے تھا تاکہ شاید کوئی شہادت نکل آئے مگر ہم تو فوری فیصلے کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ چیونٹیاں سنتی ہی نہیں ہیں۔ تین سال پہلے تک چیونٹیاں نہیں سنتی تھیں۔ سائنسدانوں کو کچھ پتا نہیں تھا کہ چیونٹیاں سنتی ہیں۔ یہ سب داستان ہے اور کوئی کلام نہیں ہوا۔ سلیمانؑ نے کوئی بات نہیں کی۔ یہ اشارتاً کنایتاً بات ہے، بدقسمتی یہ ہوئی کہ جدید تحقیقات میں پتہ چلا کہ one mega hertz (1MHZ) پر چیونٹی بات کرتی ہے، سنتی ہے، اشارہ لیتی ہے۔ چلیں! اب بتائیں کہ قرآن کو سچا کہیں یا ان کو سچا کہیں۔ آپ خود کہتے ہو کہ شہادت دو۔ اب شہادت مل گئی ہے کہ چیونٹیاں کلام بھی کرتی ہیں، باتیں بھی سنتی ہیں مگر 1 mega hertz پر----- اب مجھے کیا پتہ کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو وہ کون سی صفت دی ہوگی کہ وہ 1 mega hertz پر بھی بات سن لیتے ہوں گے۔ ظاہر ہے سلیمانؑ غیر معمولی انسان ہے۔ وہ کوئی عام بندہ تو نہیں ہے مگر یہ ثابت ہو گیا کہ چیونٹیاں بہری نہیں ہیں، یہ کلام کر سکتی ہیں۔ جب میں نے وہ ذکر پڑھا تو میں پریشان ہوا کہ میں کہاں سے evidence لاؤں----- خواتین و حضرات آپ کو evidence ملیں گے۔ archaeologists (ماہرین آثار قدیمہ) سے آپ کو evidence ملیں گے جب آپ "سبائین" کے آثار کو پھرولیں گے تو evidence آپ کو اُس فرسودہ تہذیب سے ملیں گے جہاں وہ تباہ ہوا، برباد ہوا۔ اُدھر ہم جائیں گے، اُن کو ڈھونڈیں گے اور دیکھیں گے کہ یار یہ کیا-----! آتے ہی ہُدہُد نے پہلی بات کہی کہ "وہاں اے بادشاہ! ہم نے ایک قوم دیکھی ہے جو

سورج کی پرستش کرتی ہے۔" کیا آپ جانتے ہیں کہ پچھلے تین چار سالوں میں sebains کی جگہیں ملی ہیں اور سب سے حیران کن، سب سے پہلے یہ بات سامنے آئی کہ یہاں ایک ایسی قوم سبا آباد تھی جو سورج کی پرستش کرتی تھی۔ جو پہلا ستون نکلا وہی پالوکا گیا۔ سورج اور اُسکی پرستش کا نکلا۔ اب تو اللہ کی باتیں حیران نہیں کرتیں مگر میں تھوڑا سا حیران ہوا کہ پہلی بات قرآن میں ہُد ہُد نے یہ کہی کہ قوم سبا سورج کی پجاری تھی۔ یہاں archaeology نے جو کھدائی کی تو پہلی بات یہ کہی کہ یہ قوم سورج کی پرستش کرتی تھی ..... خواتین و حضرات! اس لیے تلاش علم میں تمام لوگوں کی مدد لینا پڑتی ہے۔ میرے شیخ و مرشد سیدنا علی عثمان ہجویریؒ کا ارشاد ہے کہ اگر تمہیں اللہ کے بارے میں جاننا ہے تو پھر تھوڑا تھوڑا ہر اُس علم سے حاصل کر جو تجھے قرآن کی وضاحت کیلئے ضروری ہے اور اگر آج کے زمانے میں آپ اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو قدرتی طور پر ہم تمام علوم میں ماہر تو نہیں ہو سکتے مگر ہم مختلف علوم کو پڑھ کر ذہانت کے اس دہانے تک تو جا سکتے ہیں جہاں ہم کسی خاص علم کے حتمی نتیجہ کو سمجھ سکیں۔ جب آپ ایک ذہنی معیار حاصل کر لیتے ہو اور مزید پروان چڑھتے ہو اور جب آپ کا ذہن آگے بڑھتا ہے تو ایک level of maturity ایسی ہے جہاں آپ کسی بھی علم کی کوئی بھی بات باآسانی سمجھ لیتے ہو کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ ساری mathematics سیکھ لیں مگر ہو سکتا ہے کہ جو آخری نتیجہ نکلے اُس کو آپ جلدی سمجھ لیں۔ Newton نے پتہ نہیں کتنے سال لگانے کے بعد قوانینِ حرکت دریافت کیے مگر اس سے جو نتیجہ نکلا اس کو آج بچے بھی سمجھ جاتے ہیں اس لئے research ایک مختلف چیز ہے اور جب اس کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے تو وہ ایک سادہ سی بات رہ جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ سائنسدان مذہب کے بارے میں زیادہ محنت نہیں کرتا جتنی آج ہم لوگ محنت کرتے ہیں۔ ویسے میں کیا کہوں کہ اتنی ہم قرآن کیلئے محنت نہیں کرتے۔ sorry to say اب دیکھئے قرآن میں ایک آیت ہے: "کان الناس امۃ واحدۃ" (سب انسان ایک امت تھے) بعد میں لوگوں نے شرک کیا اور اپنے اپنے theme بدل لئے اور نئی باتیں نکال لیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس کی evidence کہاں سے

ملے گی۔ جہاں تک تاریخ جاتی تھی وہاں تک بُت پرستی تھی۔ اس کے پیچھے علم الاصنام تھا وہاں بھی بت پرستی تھی تو سوال یہ تھا کہ یہ evidence کہاں سے ملے گی پھر میں نے بڑی پیچیدگی سے دنیا کی تمام mythologies کا مطالعہ کیا۔ میں اس چکر میں تھا کہ خدا کی غلطی پکڑوں اور مجھے خدا کے انکار کا موقع مل جائیگا اس لئے میں نے بڑی کوشش کی اور ساری mythologies اور علم الاصنام سے گزرتے ہوئے Greek mythology تک آیا۔ ایک سوال میں آپ سے ضرور پوچھوں گا کہ جب آپ Greek mythology یا کوئی بھی mythology پڑھتے ہو (میں صرف دو یا تین مثالیں دوں گا۔) تو اتفاق کی بات ہے کہ آپ زیادہ پیچھے نہیں جاتے۔ آپ رائج الوقت mythology تک ہی جاتے ہو۔ رائج الوقت Greek mythology آپ کو بتاتی ہے کہ Olympia کے کئی دیوتا تھے۔ اُن میں Zeus تھا، Afrodite تھی، سیفاسٹس تھا۔ آپ سوچتے ہو کہ یہ تو پانچ چھ gods ہیں مگر اگر آپ تھوڑا سا اور پیچھے جاؤ تو آپ کو عجیب و غریب داستان نظر آتی ہے کہ اولمپیا (Olympia) کے تمام دیوتا صرف ایک دیوتا کرونس (Chronus) سے پیدا ہوئے تھے۔ اُس کے بارے میں mythology کہتی ہے کہ Chronus اپنے بچے پیدا ہوتے ہی کھا جاتا تھا اس لئے Zeus اپنے بہن بھائیوں کو لے کے بھاگ گیا اور شروع میں وہ کریٹ کے ایک جزیرے میں جا کے آباد ہو گیا۔ اب لطیفہ یہ ہے کہ شروع میں تو وہ ایک خدا کی پرستش کرتے رہے جب وہ پرستش شروع ہوئی تو وہ واحدانیت ان سے برداشت نہیں ہوتی تھی اس لئے ان کو وہ جگہ چھوڑ کر کسی اور جگہ جانا پڑا They had to shift their place to built other temple at some other place. اور اِسی سے بت پرستی شروع ہوئی۔ اب آئیے ذرا انڈیا کا حال دیکھیں کہ انڈیا میں بت ہی بت ہیں اور پھر بتوں کی نسلیں اور اُن کے آباؤاجداد...... مگر جب آپ Indian mythology کے آغاز کو دیکھیں تو آریا (Aryans) جب انڈیا میں داخل ہوئے تو یہ موحد تھے اور Aryans کا صرف ایک خدا تھا اور اُس کا نام اندرا تھا۔ اگر آپ اُس کی

صفات سنیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ واقعی خدائے واحد تھا اسلئے کہ اُس کی دو صفات تھیں۔ God of swarg and God of thunder یعنی ذوالجلال والاکرام-----وہ جنت کا خدا تھا اور سزا دینے والا خدا تھا-----عذاب دینے والا، ثواب دینے والا اور جزا و سزا کا مالک ایک ہی تھا جونہی وہ انڈیا میں داخل ہوا تو یار لوگوں نے اُسکی دو شادیاں کرائیں۔ متھرا اور ورونا دیویوں کے ساتھ اُس کو attach کر دیا۔ یہ ایک trinity بن گئی اور واحدانیت ختم ہو گئی۔ کچھ عرصے کے بعد دوبارہ واحدانیت نے جوش مارا اور پھر ایک خدا بلند ہو گیا۔ جس کا نام برہما تھا اور اسی زمانے میں شیوا اور وشنو آ گئے اور پھر ایک trinity قائم ہو گئی۔ first trinity to the second trinity. سمرتی میں جب منوؔ سے اس کے بیٹے نے پوچھا کہ خدا کی حقیقت مطلقہ کیا ہے؟ تو اُس نے کہا-----’’حقیقت مطلقہ واحد ہے مگر اُس کی امثال دو ہیں۔‘‘ وہ destroyer ہے اور constructive ہے۔ خواتین و حضرات! آپ کو معلوم نہیں کہ ایک آیت کیلئے کتنی محنت کرنا پڑتی ہے اس لئے جو جیسا ہے اُس کو ویسے ہی رہنے دو۔ اتنی details میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔

روحانی رہنما کی پہچان

سوال: ایک اعلیٰ روحانی رہنما کی پہچان آج کل کے اس مادی دور کے تناظر میں بیان فرمایئے؟

جواب: سب سے بڑی پہچان میرے نزدیک یہ ہے کہ آپ بندے کو خطا کا حامل سمجھیں۔ جب آپ راہنما کی بجائے بت تلاش کرتے ہو جب آپ اُن کو لافنا اور لاخطا سمجھتے ہو تو آپ ایک بت تراش لیتے ہو۔ کوئی بھی راہنما جب زمین پر آتا ہے تو اپنی بہت ساری کمزوریوں سے پروان چڑھتا ہے۔ پھر اُس کو استطاعت نصیب ہوتی ہے یا کوئی اخلاص نصیب ہوتا ہے یا علم و دانش نصیب ہوتا ہے۔ پھر اُس کے بعد لوگ اُس سے راہنمائی طلب کرتے ہیں مگر اسکا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے پیغمبر کی طرح سمجھا جائے۔ یہ بات آپ کو یاد رکھنی چاہیئے کہ جب آپ کی طلب اور جستجو نے ہتھیار ڈال دیئے تو آپ کسی نہ کسی بت کا شکار ہو جاتے ہیں اور آپ کا ذہن رُک جاتا

ہے۔ آپ ایک استاد سے دوسرے استاد کے پاس جاتے ہیں۔ تیسرے یا چوتھے کے پاس جاتے ہو۔ وہ استاد کبھی بھی روحانی عالم نہیں ہو سکتے۔ روحانی تو لفظ ہی فضول ہے۔ میں تو صرف تعلیم کے بارے میں کہوں گا کہ وہ شخص کبھی اچھا استاد نہیں ہو سکتا جو اپنے شاگرد کو اپنے اقوال کا پابند کرتا ہے۔ وہ شخص کبھی اچھا استاد نہیں ہو سکتا جو اپنے شاگرد کے تجسس کو پابندِ سلاسل کرتا ہے۔ استاد کا کام یہ ہے کہ طالب علم کو علم کیلئے initiate کرے۔ There is a difference in teaching and initiation. استاد کا کام یہ ہے کہ اپنے طالب علم کو دیکھے، جانچے، پرکھے اور اُسے علم کیلئے intiate کرے۔ وہ کلاسیں نہیں پڑھاتا صرف کورس ختم نہیں کراتا بلکہ وہ اپنے طالب علم میں ہوسِ تعلیم پیدا کرتا ہے، آرزوئے علم پیدا کرتا ہے، وہ اپنے طالب علم میں شناخت کی طلب پیدا کرتا ہے اور میرا ایک اصول رہا ہے کہ جس شخص نے جتنی بھی تعلیم حاصل کی اور خدا کیلئے کی، جاننے، سوچنے کیلئے کی تو میں نے بہت پہلے ایک بات کہی تھی کہ علم کی جستجو، محنت اور ذہن کی طلب کی صرف ایک منزل ہے اور وہ اللہ ہے۔ اگر کوئی شخص اس جستجوئے علم کے بعد اللہ تک نہیں پہنچا تو اُس کو پلٹ کے دیکھنا چاہیئے کہ میری approach کہاں غلط ہو گئی۔ اُس کو واپس آ کے اپنی approach درست کرنی ہو گی۔ میں نے اللہ کو نہیں بنایا، اللہ نے مجھے بنایا ہے، میں نے اللہ کو اپنے لئے نہیں بنایا اللہ نے مجھے اپنے لئے بنایا ہے اس لئے میں اسے تلاش نہیں کر رہا بلکہ وہ مجھے تلاش کر رہا ہے۔ اس زمین کے پہلے انسان کو اللہ نے initiate کیا ہے اور initiation کا صرف ایک مقصد ہے:

"وعلم ادم الاسماء كلها ثم عرضهم على الملئكة فقال انبئونى باسمآء هؤ لاء ان كنتم صدقين"

ہم نے آدم کو اسماء سکھائے۔ ہم نے طالب علمی کے شائبے کو دور کرنے کیلئے ملائکہ کو بھی وہی اسماء سکھائے مگر ملائکہ آگے نہ بڑھ سکے اور آدم آگے بڑھ گیا۔ آدم اس قابل تھا کہ وہ خدا کی شناخت کے قابل ہوا اس لئے اللہ نے اُسے آگے بڑھا لیا۔ اسے پوچھا: **"قال یادم انبئهم باسماء هم"**

(اے آدم! جو ہم نے تمہیں سکھایا تھا اُس کا کیا کیا؟)"فلما انبا ھم باسمآء ھم" میں نے یہ کیا اللہ میاں! اور میں نے یہ بھی کیا۔ استاد بہت خوش ہوا اور بولا: "واہ......" جب شاگرد نے یہ ہونہاری دکھائی تو استاد نے اُس پر ناز اور تفاخر کیا "قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السمٰوٰت والارض واعلم ما تبلون وما کنتم تکتمون" (کیا میں نہ کہتا تھا! دیکھا کیا چیز نکلی ہے یہ فتنۂ آخر الزمان ......دیکھو یہ کیسے بول رہا ہے! کیسے بتا رہا ہے! میں نہ کہتا تھا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، میں جانتا ہوں جو تمہارے دلوں میں ہے اور جو تم چھپاتے ہو مگر جو میرا دعویٰ میرے طالب علم پر تھا وہ سچا نکلا۔) خواتین و حضرات! وہ ہمیں ڈھونڈ رہا ہے، ہو سکتا ہے کہ اُس کو ہم سے کوئی کام ہو......

جلتے ہر شب ہیں آسماں پہ چراغ
جانے یزداں ہے منتظر کس کا

جب آپ اُس کی تعلیم سے انحراف کرتے ہو۔ جب آپ نالائقی کرتے ہو تو وہ کہتا ہے "یحسرۃ علی العباد" اے لوگو! مجھے تم پر حسرت آتی ہے۔ میں نے کتنے ناز سے تمہیں زمین پر پیدا کیا۔ کمال کی بات یہ ہے کہ ہم کن چکروں میں پڑ گئے یا کس خوف میں ہم پڑ گئے۔ آپ کو ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں کہ اگر ہمارا کوئی بندہ امریکہ جاتا ہے تو پوری family اُسے چھوڑنے کیلئے جاتی ہے۔ اس کے بڑے ناز نخرے اٹھائے جاتے ہیں۔ سب بڑے خوش ہوتے ہیں کہ شاید یہ آخری ملاقات ہی نہ ہو، یہ تو جا کے عیش کرلے۔ کسی کو تحفوں کی اُمید ہوتی ہے۔ Do you know why it is so....? land of opportunity, land of comfort, land of luxuries. Every thing is there. کھائے گا، پیئے گا، عیش کرے گا......اس کے بچے عیش کریں گے......ہم خود اُسے چھوڑنے جاتے ہیں۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہو سکتا ہے یہ اٹھارہ، بیس سال کے بعد آئے، ملے یا نہ ملے......خواتین و حضرات! اگر ہمیں پتہ ہو کہ ہم ایک ایسے ملک میں جا رہے ہیں جہاں نہ کوئی غم، نہ کوئی وحشت، نہ آرزو، نہ کوئی درد......کھلا کھانا،

میرے جو مرضی عیش کرو تو مجھے قسم ہے اللہ کی کہ تم اپنے بوڑھوں کو زبردستی قبر میں دبا کر آؤ------ بھئی اِدھر کیا کر رہے ہو؟ جاؤ فراخ دنیا میں ------ یہ ہماری estrangement ہے کہ جس کی وجہ سے ہم اگلے جہان سے ڈرتے ہیں۔ بھئی اگلا جہان تو آرام کا ہے، آسائش کا ہے، کھلی دنیا کا ہے اور اس کا standard بڑا low ہے۔ یہ کوئی امریکہ نہیں ہے، یہ کوئی لاٹری نہیں ہے۔ اگلا standard بڑا low ہے۔ اگلا standard بڑا simple ہے کہ پوری زندگی میں اگر ایک دفعہ بھی تم نے دل سے یہ کہا ہو: "اشھدان لا الـہ الا اللہ و اشھدان محمد عبدہ و رسولہ" تو Passport is stamped, visa is given, galaxial world is open, go and enjoy... یہ بہت سادہ ہے۔ آپ نے اپنی راہوں کو بہت مشکل کر دیا ہے۔ It is too simple to be a muslim, it is too simple to love God. آپ کے تصور سے وہ خدا کیوں نکل گیا------؟ آپ نے بیچ میں ایجنٹ کیوں تھما لئے ہیں۔ کسی مسجد کے مولوی کو بیچ میں کیوں لے آئے ہو۔ کیا تمام ایجنٹ آج تک ٹھیک نکلے ہیں ----- اور تو اور کعبے تک لے جانے والے ایجنٹ تک فراڈ کر رہے ہیں۔ بھئی خدا کا خوف کرو۔ سیدھے سادھے جاؤ۔ علامہ اقبال نے بڑی مشہور بات کہی تھی کہ There is no church in Islam, every body has the right. جب طلب ہو گی تو آپ اِن علماء کے پاس بھی جانا۔ جب ناظرہ کی ضرورت ہو گی تو ضرور کسی مولوی سے پڑھ لینا۔ اگر اس سے زیادہ علم کی ضرورت ہوئی تو آپ کسی بڑے عالم کے پاس جانا اس سے زیادہ جاننے کی ضرورت ہوئی تو کسی یونیورسٹی کے پروفیسر کے پاس چلے جانا۔ It depends on you. How much do you want? How much do you need? مگر آپ کے اخلاص کو رد نہیں کیا جائے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ شیطان نے پروردگار سے کہا کہ اے پروردگار! تو نے مجھے بڑی سزا دی ہا، اس بندے کیلئے--------- میں اس کے آگے سے آؤں گا، پیچھے سے آؤں گا، اُوپر سے آؤں گا، نیچے سے آؤں گا، میں اسے مطلق گھیروں گا اور میں اسے گمراہ کروں گا، تیرے

رستے سے ہٹاؤں گا اور اسے جہنم میں ڈلوا کے رہوں گا۔ اللہ نے کہا: تُو کر لے جو کرنا چاہتا ہے۔ میرا بڑا simple سا رستہ ہے تو سارے لوگوں کو گمراہ کرے گا میں جانتا ہوں: "الا عبـــاد الله المـخلصين" مگر جس بندے کے دل میں میرے لئے ذرہ برابر اخلاص موجود ہوا سے تو کبھی گمراہ نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ کیلئے تمہاری آنکھوں سے مکھی کے سر کے برابر بھی آنسو نکل آئے اور ڈھلک کر تمہارے رخسار تک آ جائے تو اللہ نے دوزخ تم پر حرام کر دی اور تمہیں دوزخ پر حرام کر دیا۔ جنت کا passport کتنا قریب، کتنا آسان اور کتنا سادہ ہے مگر یہ کوئی آج کی بات نہیں ہے کہ آپ مذہب کو تو جانتے ہو مگر اللہ کو نہیں جانتے۔ We are worshipping a religion without God. ہم تو مدرسوں میں اٹکے ہوئے ہیں یہ دیوبندی ہے------ یہ وہابی ہے------ یہ فلاں ہے یا یہ فلاں ہے۔ بھئی مدرسوں سے میں نے کیا لینا ہے؟ میں نے تو علم حاصل کرنا ہے۔ اچھا استاد تو کہیں بھی ہو سکتے ہیں، وہابی اچھا استاد ہو سکتا ہے، دیوبندی ہو سکتا ہے You want to learn but not because of a school or a college. ہاں ان میں سے جو بندہ خدا کا شعور اور اس کی محبت کا ایک ذرہ بھی دلا دے گا تو میں اُس کا شاگرد ہوں۔ مگر ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ school تو سارے ہی لگے ہوئے ہیں، سب بیٹھے ہوئے ہیں۔ دھڑا دھڑ بھرتیاں بھی ہو رہی ہیں۔ مسلمان ان میں جانے کیلئے بے چین بھی ہیں مگر اُن میں کوئی خدا شناس نہیں نکلتا، حکومتیں قائم ہو رہی ہیں------ Everybody is crazy پہلے بھی ایسے کئی موصوف گزرے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ اُن کا ایک مکاشفہ سننے میں بڑا سخت ہے۔ وہ کہتے ہیں: "مجھ پر اللہ نے انعام کیا کہ تم پر اسم مصطفوی اور اسم عیسوی دونوں کا جلال وارد ہوتا ہے اور تو عالم کا سردار ہے (اور آخری جملہ بڑا دلچسپ تھا) اب ہم سمجھتے ہیں کہ جب تُو ہے تو مہدی کی کوئی ضرورت نہیں"------ ہمارے عالم تو اپنی تعریف و توصیف سے باہر نہیں نکل سکتے۔ انہوں نے بندوں کو خدا کی طرف کیا لے کے جانا ہے۔

اللہ کو محسوس کرنے کی حس

سوال: اللہ محسوس کرنے میں کیسا ہے؟

جواب: یہ کیفیت کا سوال نہیں ہے۔ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ ٹھیک ہے، ہوا بھی نہیں دیکھی جا سکتی۔ بہت ساری چیزیں ہیں جو نظر نہیں آتیں۔ ہماری نظر پہ بہت سے حجاب ہیں جس کی وجہ سے ہم نہیں دیکھ سکتے۔ ہماری نظر پہ جنات کو نہ دیکھنے کا حجاب ہے، ملائکہ کو نہ دیکھنے کا حجاب ہے۔ شاید آپ کو پتا بھی نہ چلے کہ اس وقت کتنے ملائکہ یہاں موجود ہیں یا کتنے جنات موجود ہیں۔ وہ تخریب کار بھی ہوتے ہیں اور تعمیر کار بھی ہوتے ہیں مگر یہ جو کہا جاتا ہے کہ خدا feel نہیں ہوتا یہ غلط ہے۔ کسی بھی لمحے میں کسی خاص فریکوئنسی پر وہ محسوس ہو جاتا ہے۔ It's a question of frequency. وہ فریکوئنسی آپ کے اخلاص سے مرتب ہوتی ہے۔ جب آپ وہ فریکوئنسی gain کر لیتے ہو تو اُس وقت اللہ واقعی آپ کی شہ رگ سے بھی قریب ہوتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم اسے نہیں دیکھ سکتے مگر بہت سی چیزیں ہم نہیں دیکھ سکتے مگر محسوس کر لیتے ہیں اور محسوس سے بھی زیادہ یہ چیز ہے کہ ہم اسے پورے کا پورا اپنے دل و نظر میں پا لیتے ہیں اور اُس وقت وہ ہماری نظر میں بھی ہوتا ہے اور احساس میں بھی......

اللہ کو جاننے کا ایک طریقہ بڑا مزے کا ہے۔ وہ یہ کہ جب آپ تمام اسباب پورے کر لو اور اسباب سارے کے سارے نا کام ہو جائیں تو آپ اپنے ذہن کو convince کر لیں کہ اب کوئی سبب نہیں رہا کہ میں اس مشکل سے نکل سکوں اور پھر آخر میں آ کے خدا کو پکارو...... پھر اگر کام ہو جائے تو اللہ کو داد دو اور یہ محسوس کرو کہ وہ ہے مگر جب کام ہو جائے، آرزو پوری جائے، جب مشکل سے نکل آؤ تو اللہ کو محسوس کرنے کے بجائے آپ اللہ کو بھول جاتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ تو ایسے ہی ہونا تھا۔ It was natural to be done. یہ atheist بھی یہی کہتے ہیں۔ وہاں آپ خدا کا بڑی شد و مد سے انکار کرتے ہو مگر خدا ہمیشہ حقائقِ زندگی میں آپ کو علم دیتا ہے۔ وہ آپ کو خواب و خیال میں علم نہیں دیتا اور ایک ایک قدم پہ آپ کو واضح کرتا ہے کہ اے بندے!

دیکھ میرے سوا اور کون ہے جو یہاں کچھ کر سکتا ہے۔ "امن یجیب المضطر اذا دعاہ" کون ہے جو مضطرب کو اضطراب میں سکون بخشتا ہے۔ "ویکشف السوء" کون ہے کہ جب تم پھنس جاتے ہو، الجھ جاتے ہو، مبتلائے بلا ہوتے ہو، مصائب میں پڑے ہوتے ہو تو تمہاری مصیبت کی گرہیں کھولتا ہے۔ "ویجعلکم خلفاء الارض" کون تمہیں زمین میں عزتیں بخشتا ہے۔ کون اپنے گرے پڑے بندوں کو اُٹھا کر فلک آشنا کرتا ہے۔ کون ایک بے درد اور غیر معقول آدمی کو لوگوں کا سردار بنا تا ہے۔ "ءالہ مع اللہ" (اللہ ہی تو ہے اور تو کوئی نہیں ہے۔) "قلیلا ما تذکرون" (مگر تم مجھ کو بہت کم یاد کرتے ہو۔) پھر اللہ کہتا ہے کہ یار! کمال کی بات ہے کہ تم نے مجھے اتنا جابر مطلق سمجھ لیا ہے۔ کیا میں صرف سزا کیلئے بیٹھا ہوا ہوں؟ میں رحم رحم پکار رہا ہوں۔۔۔۔۔۔ محبت، محبت پکار رہا ہوں۔۔۔۔۔ کرم کرم کی صدا بلند کر رہا ہوں مگر تم الٹا مجھ پر تھوپے جا رہے ہو کہ میں بڑا سخت ہوں، میں بڑا جابر ہوں، میں بڑے جوتے مارنے والا ہوں، وہ کہتا ہے: نہیں، یہ غلط ہے۔۔۔۔۔ "ما یفعل اللہ بعذابکم" (ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں تکلیف دیں۔) "ان شکرتم وامنتم" (اگر تم ہماری یاد کرنے والے ہو، اگر تمہارا ایمان ٹھیک ہے تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ تمہیں سزا دیں۔) "وکان اللہ شاکرا علیما" (اللہ تمہاری یاد قبول کرتا ہے اور وہ علم والا ہے۔) ایک بات یاد رکھیئے گا کہ اللہ علم والا ہے اور علم کی قدر کرتا ہے اور علم کی تلاش جاری رکھنی چاہیئے، چاہے آپ نے ایک جماعت پڑھی ہے یا دس پڑھی ہیں یا چاہے آپ نے پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ خدا کی شناخت علم میں ہے۔ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا" سب سے زیادہ اللہ سے اُسکے عالم اور اس کے شناسا ہی ڈرتے ہیں۔ علم والے ہی خدا کو جانتے ہیں۔ علم والے ہی ہدایت خالص کے بغیر خدا کے حریف ٹھہرتے ہیں۔ علم والے ہی اُس کے گستاخ بھی ٹھہرتے ہیں مگر وہ علم دوسری قسم کا ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جتنی Superior evaluation علم اور شناخت کو دی ہے اُتنی کسی اور شے کو نہیں دی بلکہ جب دنیا وما فیہا میں اس نے درجاتِ انسان مقرر کیے تو ہر چیز کے درجات مقرر کر کے اُس نے کہا کہ "نرفع درجٰت من نشآء" (میں جس کے

چاہتا ہوں درجات بلند کرتا ہوں۔)"وفوق کل ذی علم علیم" (اور ہر علم والے کے اُوپر ایک علم والا ہے۔)

قیامت کے دن اللہ کا ظہور

سوال: اللہ تعالیٰ کا ظہور قیامت کے دن کس shape میں ہوگا؟ کیونکہ نور تو نظر نہیں آتا۔

جواب: religious world اتنی مختصر نہیں ہوتی جتنی آپ مساجد میں دیکھتے ہو یا مکاتب میں دیکھتے ہو۔ Religion is cosmic knowledge ہے جس میں ہمیں ہزارہا علوم کی چھوٹی چھوٹی شقوں کا جائزہ لینا ہوتا ہے۔ یہ آپ کے فکر و تجسس پر منحصر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک میڈیکل ڈاکٹر اللہ کو اپنے profession کے توسط سے دیکھ کر حیران ہو۔ ایک physicist اپنے تصور سے، مگر ایک general student خدا کو اپنے توسط سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جو تمام علوم سے تھوڑی آگہی لے رہا ہو اُس کے لئے کچھ چیزیں shocking سی اطلاع بن کے نکلتی ہیں۔ اس حوالے سے قرآن کریم میں ایک بڑی خوبصورت آیت ہے بلکہ اکثر میں اسے اس کی لذت کیلئے پڑھتا ہوں۔ "واشرقت الارض بنور ربھا" (69:39)(قیامت کے دن زمین تیرے رب کے نور سے چمک جائے گی) حالانکہ اس میں تھوڑی سی تجلی بھی موجود ہے۔ "لمن الملک الیوم وللہ الواحد القھار" (16:40) دوسری طرف وہ قیامت کے دن کی وضاحت کرتا ہے: "کون سا بادشاہ؟ کون چنگیز خان؟ کون سا جارج بش؟ کون سا اوباما؟" یہ سب اُس وقت پتا نہیں کس مسکینی میں ہونگے؟ وہ کہیگا: اب بتاؤ-----؟ "لمن الملک الیوم" بتاؤ تو سہی آج ملک کس کا ہے؟ "وللہ الواحد القھار" یہ سب میرا ہی تو ہے۔ میں ہی واحد و قھار ہوں۔ بہت سارے aspects بہت سے مختلف لوگوں پر گزر رہے ہوں گے مگر جو اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ ساقیں کھولی جائینگی تو اللہ اُس وقت اپنی ساق کھولے گا۔ بڑا مشکل ہے کہ آپ چیزوں کو اُسی طرح بیان کریں جس طرح وہ ہیں۔ اگر احادیث نہ ہوں تو You are shoked into silence. خدا اپنی ساق کھولے گا یعنی اپنی پنڈلی کھولے گا۔ وہ قیامت

کے دن نظر آئے گی اور صرف اہلِ ایمان اُسے پہچانیں گے یہاں پہلی آیت rule کرتی ہے۔ "واشرقت الارض بنور ربها" دوسرا خطاب (لمن الملک الیوم) ہم مسلمانوں سے نہیں ہے کیونکہ ہم تو کہتے ہیں:-"اللھم ملک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشآء وتعز من تشآء و تذل من تشآء بیدک الخیر انک علی کل شیءقدیر ٥" ہم تو کہتے ہیں کہ مملکت اُسی کی ہے، بادشاہت اسی کی ہے، زمین اُس کی ہے، آسمان اُسی کا ہے۔ اس آیت (لمن الملک------) کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا کہ بے شک اے اللہ یہ آپ ہی کا ہے۔ ہم تو شروع سے ہی اقرار کرتے رہے ہیں۔ ہمارا تو اس میں کچھ بھی نہیں ہے مگر جو ہمارے لئے آیت ہے کہ ساق کھولی جائے گی اور ساق کا مظاہرہ اس طرح ہو گا:-"واشرقت الارض بنور ربها" (زمین تیرے ربّ کے نور سے چمک جائیگی) مگر شاید اُس وقت بھی آنکھوں پر حجاب ہو۔ زمین پر دو جانور ہیں ایک مرغا اور ایک کتا۔ ایک کی infra red بہت تیز ہے اور دوسرے کی ultra violet بہت تیز ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مرغ کو ملائکہ نظر آ جاتے ہیں۔ کتے کو دیکھو تو اُس کو شیطان نظر آ جاتا ہے۔ اگر ایک ہی زمین پر دو جانوروں کو علیحدہ علیحدہ مخلوق نظر آتی ہے تو قیامت کے دن بھی اہلِ ایمان میں اور دوسروں میں فرق ہوگا۔ ایک اپنے ایمان کے نور سے ساقِ پروردگار دیکھیں گے اور دوسرے "وللّٰه الواحد القهار" کا جلال دیکھیں گے

کل مجھے ایک خاتون کا خط ملا، جس میں انہوں نے لکھا کہ باقی باتوں کا تو آپ نے بڑا ذکر کیا ہوا ہے مرد و عورت کے relationship کے بارے میں اور family relationship کے بارے میں نہ آپ نے کوئی کتاب لکھی ہے، نہ کوئی speech کی ہے۔ And she was very right. You pray to God and request to God for me also and inshallah Talaa next time we will meet. ہم اس chapter کو کھولیں گے۔ پھر بہت ساری خواتین مجھ سے ناراض ہوں یا

راضی ہوں اور بہت سارے مرد defensive ہو جائیں یا aggressive ہو جائیں تو میں
نے یہی بات ضرور کرنی ہے۔ اگر اللہ نے موقع دیا، اجازت بخشی تو کسی major session
میں اس ایک خاص موضوع پر بات کروں گا۔ Looking at the modern text of
the life it is very important that ladies particularly
working ladies should be able to adjust. ملازمت کرنے والی خواتین
کوشش کر رہی ہیں کہ وہ اسلام کو، اللہ کو اپنے قریب رکھتے ہوئے معاشرے میں کس طرح زندگی کو
زمانے کے تقاضوں کے مطابق گزار سکتی ہیں۔ جوں جوں زمانے بدلتے ہیں تو معیشت بدلتی ہے
اور معاشرت بدلتی ہے اور اُن تبدیلیوں کو ہم نہیں بھلا سکتے۔ وہ تبدیلیاں ہر جگہ آئیں گی، ریڈیو
آئیں گے، ٹیلی ویژن آئیں گے، کمپیوٹر آئیں گے۔ We should not be afraid
of these changes. ان تبدیلیوں کو قبول کرتے ہوئے ہمیں بنیادی طور پر خدا کے ساتھ
ہمارے تعلق اور relationship کی اساس مضبوط رکھنی ہوتی ہے کہ ہم خدا سے دور گئے بغیر
زمانوں کو قبول کرتے چلے جائیں۔ میں یہاں دو باتیں quote کرتا چلوں کہ امام زین
العابدین کے پاس ایک شخص گیا اور کہا کہ سورۃ حدید میں جو یہ لکھا ہے کہ خدا زمین کی گہرائیوں میں
بھی دیکھ لیتا ہے اور بالائے کائنات میں بھی دیکھ لیتا ہے۔ یہ کیسے ہوتا ہے۔ اس وقت حضرت امام
زین العابدین نے جو جواب دیا وہ میرے لئے بڑا حیران کن ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ آج کے
زمانے تک امام کی نظر گئی۔ انہوں نے کہا: "نزلت للمتعمقین فی اخر الزمان" اے دانشور!
تجھے یہ بات نہیں سمجھ آئے گی۔ جب زمانہء آخر کے لوگ آئیں گے تو اُن کو یہ بات بڑی آسانی
سے سمجھ آ جائے گی۔ جب اُوپر سے سکائی لیب زمین کے ذخائر کی خبریں دیں گے تو اُن کو پتا چل
جائے گا، جب ایکسرے نکلیں گے تو اُن کو پتا چل جائے گا، جب لوگ اندر جھانکنے والی آنکھ دیکھ
لیں گے تو اُن کو پتا چل جائے گا کہ اگر انسان زمین کے باطن میں دیکھ سکتا ہے تو خدا کیسے نہیں دیکھ
سکتا۔ میں حیران ہوں کہ امام زین العابدین کی بصیرت کہاں تک آئی اور انہوں نے کتنا exact

جواب دیا۔ اسی طرح ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس چلے گئے اور کہا کہ ابن عباس! آپ کو اللہ کے رسول ﷺ نے دعا دی ہے، ہمیں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو ہم آپ کے پاس آ جاتے ہیں اور دین میں کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے یا understanding کم ہو جاتی ہے تو آپ سے رہنمائی لے لیتے ہیں مگر جب آپ نہیں ہوں گے تو پھر لوگ کس کے پاس جائیں گے۔ سوال valid تھا۔ انہوں نے فرمایا: "القران یفسرہ الزمان" (ہر زمانہ قرآن کی اپنی تفسیر کرے گا)۔ قرآن تو وہی رہے گا مگر اُس کی تفسیر کے انداز تھوڑے ضرور بدلیں گے۔ basics وہی رہیں گی، نمازیں پانچ سے تین نہیں ہوں گی (سن لو) روزے کم نہیں ہونگے (ہاں ایک دو زائد تو ہو سکتے ہیں) میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگلی مرتبہ رمضان میں ہر روز ایک بندے کو کھانا کھلا کر خود rest کیا کروں گا۔ بعض اوقات ہم خود ہی کسی چیز کو refuse کر دیں تو پھر ہمارے لیے ہی مسائل پیدا ہوتے ہیں----- آپ نمازِ قصر کے بارے میں غور کرو کہ جب مسافر چلتا ہے تو گنتا ہے کہ کتنے میل پر ہوں، کس مقام پر ہوں، کس جگہ ہوں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو گاڑی پر آرام سے سفر کر رہے ہیں، پہلے زمانے میں گھوڑے تھے، اب تو آپ کار میں سفر کر رہے ہو، اس میں کیا تکلیف ہے----- دیکھئے گھوڑے سے آدمی گرتا ہے تو اتنی جلدی نہیں مرتا جتنا ایکسیڈنٹ میں مر جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ کیوں اس نکتے کے پیچھے پڑ گئے ہو۔ وہ بھی سواری ہے، یہ بھی سواری ہے۔ اُس کے اوپر بھی نماز پڑھ سکتے ہو، اسکے اوپر بھی پڑھ سکتے ہو۔ ویسے اصولاً آپ مجھے بتایئے کہ سڑک پر چلتی ہوئی تیز رفتار کار سے اتر کے نماز پڑھنا اور گھوڑے کو تھوڑی دیر کھڑا کر کے نیچے اتر کے نماز پڑھنا، دونوں میں سے کون سا کام آسان ہے۔ اگر گھوڑے سے نیچے اتر کے نماز پڑھنا آسان ہے تو پھر آپ کو سمجھ نہیں آتی کہ ہر سواری جو بدلتی جاتی ہے وہ اُس زمانے کی شناخت ہے۔ آپ اُس پر بھی اُسی طرح نماز پڑھو گے جیسے اُس زمانے کی سواری پر صاحبِ لولاک نے پڑھی تھی۔ اسی طرح miles پر ہے۔ ایک بات جو مجھے سمجھ نہیں آتی ہے وہ میں آپ کو سمجھا دوں کہ کسی مُلا نے ارشاد فرمایا کہ قصر چھتیس میل پر ہے، کسی حکیم نے کہا کہ

پینتالیس میل پر ہے، کسی نے کہا کہ اڑتیں میل پر ہے۔ میں ایک دفعہ بہت حیران ہوا، میں نے ایک اچھے پڑھے لکھے عالمِ دین سے پوچھا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ سفر "میلوں" پر ہے یا سفر پر ہے۔ یعنی اگر پینتالیس میل سے میں چوالیسویں میل پر ہوا تو میں مسافر ہوں کہ مقامی ہوں..... بنیادی طور پر سوال یہ بنتا تھا کہ آپ کا سفر ایک کیفیت ہے۔ سفر میلوں پر نہیں بلکہ یہ ایک کیفیت ہے۔ اب اُس کا ذرا اندازہ سن لو، میں نے حضرت عمرؓ کے فتاوٰی میں پڑھا تو پتہ چلا کہ جناب عمرؓ تین کوس پر سفر کی نماز پڑھتے تھے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شہر سے نکلتے ہی پڑھ لیتے تھے۔ بخاری میں حدیث موجود ہے کہ جناب علیؓ مدینہ سے باہر آئے تو حکم آیا کہ واپس لوٹ آؤ۔ جب واپس آنے لگے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ لوگوں نے کہا: یا علیؓ! شہر تو یہ نظر آ رہا ہے" انہوں نے فرمایا: "ہم ابھی شہر میں داخل تو نہیں ہوئے۔" آپ غور کریں کہ علیؓ اُس طرح behave کریں۔ عمرؓ اس طرح behave کریں اور ہمارے پیچھے اُنھتر میل پڑے ہیں۔ اب یہ ایک ظاہری چیز ہے کہ جب آپ پانچ میل پر بھی چلے جاؤ where you are not easy. جہاں آپ اپنی مرضی سے باتھ روم نہیں ڈھونڈ سکتے، جہاں کسی کے گھر جا کے وہ بے تکلفی، وہ آسانی نہیں رکھتے تو وہ چاہے دس میل دور ہو یا پچیس میل دور ہو آپ مسافر ہو۔ Where ever you are uneasy. حضورﷺ نے فرمایا: "سفر عذاب کا ٹکڑا ہے۔" کیونکہ اس سے بنیادی طور پر ایک بے آرامی اور تکلیف کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جہاں احساسِ سفر پیدا ہو گیا وہاں آپ مسافر ہو۔ فرض کرو میں ایک شہر میں ہوں، میں اُس شہر کے بازار یا فلاں جگہ جاتا ہوں۔ مجھے خیال آتا ہے کہ میرے پاس اتنا ٹائم ہے کہ واپس جا کے آرام کر کے وضو کر کے نماز پڑھ لوں گا چنانچہ اُس شہر میں مجھ پر سفر کی نماز روا نہیں ہوتی مگر جس لمحے میں آپ اپنے شہر سے باہر نکلتے ہو تو آپ نمازِ سفر پڑھ سکتے ہو۔ اس قسم کے مسائل کو اب ہمارے لئے sortout کرنا ضروری ہے، بنیادی مذہب پر سوال اٹھائے بغیر جو اپنی جگہ پر بہت مضبوط اور صحت مند بنیاد پر کھڑا ہے اور خصوصی مطالب رکھتا ہے ہمیں اپنی مذہب کی understanding کو تھوڑا سا بدلنا ہو گا۔

اس کتاب کو پڑھنے کے دوران اگر کوئی لفظی یا حوالہ جاتی غلطی نظر سے گزرے تو براہِ کرم درج ذیل ایڈریس پر اس کی نشان دہی کیجئے۔

مقصود الٰہی
نورُالنہار گرلز سیکنڈری سکول
جامعہ اثریہ روڈ جہلم
0321-5442326